

U'23809,

5-12-09

Title - FASANA-E-MUBTILA ALMAROOF BA MUHSANAAT

Author - Mages Ahmad Khan,

Publisher - Sharqi Press (Delhi).

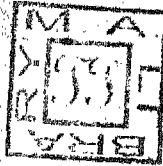
Date - 1885

Pages - 212

Subjects - Urdu Novel

مَكِّجَلُ اللّٰهِ اَحْمَدُ بْنُ قَلْبِیْنِ مَعْنٰی

ہم مقتدر و عوی باطل نہیں مچتے
سینے میں کسی شخص کے دودل نہیں مچتے



فسانہ مبتلا

المعرف

محستا

ہنس میں تو انوار کے خراب نیچوں کو ایک قصے کے پیرائے میں دکھایا گیا کہ
اور جس کو

مولو جی حافظ نذیر احمد صاحب ڈیر سابق ڈپٹی کلکٹر و ممبر بورڈ آف رونیو
ریاست حیدر آباد دکن حال ڈسٹریکٹ خوار سرکار عالی نظام
مصنف مرآۃ العروس بنات لہش و توتہ انصوح و غیرہ کے تصنیف کیا

اور بعد نظر ثانی مصنف و تجدید جیسری باروم

حسب فرمایش شیخ محمد نذیر حسین تاج کتب ریہ کلان دہلی

شمس الدین علی دہلی دین جیسری جونی چھپائی

تمام حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں۔

مختصر فرست کتب موجوده و دوکان شیخ محمد زید حسین تاجر کتب الٰہک صدیقی پر ہے

الصدیق یعنی سید مرتضیٰ کا بزرگ
 صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات
 بطور نکتہ سوانح عمری کے
 مع نقشہ ملک عرب میں سفر
 سومیں پیشتر کے تاریخی مقامات
 معلوم ہو سکتے ہیں مصنفہ حافظ
 عبد الرحمن صاحب قیمت
 محمد تقی اکبر بنی سو انجمی
 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ
 مصنفہ مرزا محبوب بیگ صاحب
 سو انجمی حضرت علی بن
 ابی طالب مصنفہ مولوی صاحب
 صاحب بن قیمت
 المرتضیٰ یعنی حضرت علی رضی
 رضی اللہ عنہ کے سو انجمی
 نقشہ ملک عرب میں سفر سوم
 برس پیشتر کے تاریخی حالات
 معلوم ہیں مصنفہ حافظ
 عبد الرحمن صاحب قیمت
 فاروق اعظم یعنی سو انجمی
 حضرت عمر فاروق رضی اللہ
 مصنفہ مرزا محبوب بیگ صاحب
 سفر نامہ محمد ابن جبیر کے
 حالات بطور خلاصہ سمجھائیے
 شہہ ہجری میں غزوات سے
 بارادوح چلے۔ دیکھئے مقام
 جیلے سے اور جنداب سے ہو کر
 مکہ مصطفیٰ۔ خانہ کعبہ کی
 چپ چپہ زمین پر چکر مارنے کا
 سب سے بڑا شوق میں داخل ہو کر
 اس زمانہ میں صلاح الدین کا

تھوڑا لمبوں اور کافران پر
 سلطان امجد میں کام دیتا تھا اور
 وہاں سے کہ مصنفہ نے جو کہ
 صلیبہ میں پتھر کی مسلمانوں کی
 حالت کا غور فرمایا ہے غزوات
 نوٹ کئے۔ محمد بن جبیر کے
 عمر کی نسبت تواریخ غزوات کا فی
 سہ یہ نرے سیاح ہی نہیں بلکہ
 اعلیٰ درجہ محدث مانے جاتے ہیں
 ایک سفر نامہ کی غلط فہم پر
 کے عربی نسخے سے غلط فہم
 کر دیا۔ بکا طرزان نامہ حال
 مطابق سات سو برس پہلے لکھ
 دیا ہے قیمت فی جلد
 سیر محمدی یعنی سو انجمی
 حضرت رسول خدا صلی اللہ
 وسلم کو مزیارہت دہوئی گئی ہے
 اور چار مقدموں اور شروایوں
 میں تحریر کیا ہے اور اسلامی شان
 شوکت اور دیگر جملہ حالات شرح
 تحریر کیے ہیں قیمت فی جلد
 الفاروق یعنی سو انجمی
 خلیفہ دوم حضرت امیر المؤمنین
 فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ
 مصنفہ مرزا حیرت قیمت
 سیر الفاروق یا غزوات
 اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے
 سو انجمی جس میں عجیب سے لکھ
 انکی وفات تک کے حالات اور
 غزوات تمام وہاں بڑی تحقیق
 سے درج کیے گئے ہیں کسی مسلمان

کو اس نظیر پر کیے حالات کو
 شوق سے پڑھنے کیلئے تعجب
 دینے کی ضرورت نہیں مصنفہ
 سراج الدین احمد صاحب سیر
 حیات صلاح الدین یعنی
 سلطان صلاح الدین شجاع
 بیت المقدس مفسر و مخبر
 چہنی صدی ہجری کا زبیر
 بادشاہ اسلامی دنیا کا نامور اور
 زبردست سپہ سالار جس نے تنہا
 تمام دور کے متفقہ حملوں کو
 روک کر بیت المقدس کو بچا دیا
 دیا ہے جس میں مختصر جنگ صلیبی کی
 نہایت دلچسپ تاریخ درج ہے
 غرض کہ یہاں پہنچنے کے قابل ہے
 تاریخ مذہب اسلام اور
 نو قد مولوی محمد نجم الحسنی
 خانہ صاحب نامور ہیں جس میں
 فرقہ فطیہ اسلام کی سادھے
 تین سو غزوات کے حالات
 انہیں کی کتابوں سے مل سکتی
 عقائد اور باتیاں مذہب کے
 سو انجمیوں کی تفصیل دار
 کیفیت بھی ہے قیمت
 تاریخ اعظم کو فی حصہ اول
 سیدنا حضرت ابو بکر صدیق
 رضی اللہ عنہ کے حالات میں
 غزوات درج ہیں قیمت
 ایضاً حصہ دوم۔ سیر حالات
 خلافت خلیفہ دوم محمد سیدنا
 حضرت عمر ابن الخطاب یعنی اللہ

مع حالات و غزوات تا
 درج میں قیمت فی جلد
 تاریخ بابل یعنی
 میں شہر بابل یعنی
 اور شہر تباہ و آفات اور
 تباہی و بربادی کے قہر
 اور غرورنگ حالات تصدیق
 درج ہیں (۱) شہر بابل
 اور اس کے اسباب (۲) حکم
 و شہر بابل کی بربادی کی
 اور اس کے کرام سابقین کو
 گوئی (۳) دور اسٹیشن
 ایران کی سلطنت بابل
 چڑھائی اور شہر بابل کا قہر
 اسکی سہلی (۴) بابل پر
 علم کا قبضہ (۵) بابل
 میں بادشاہ کی بابل پر
 (۶) فرات بادشاہ پار
 وغیرہ بابل پر چڑھائی
 بہت نصر زید کہ نصر شہنشاہ
 بابل کے ابتدائی عروج کا
 ایک بیت المقدس پر چڑھ
 بیت المقدس کی بربادی
 بہت نصر کے ماضی سے
 کی اسیری و قلع و قار
 حال (۸) اور سرزمین
 کی سلسلہ وار بربادی
 بنی عباس کا زمین کا لہذا اور
 قبضہ (۹) سرزمین بابل
 (۱۰) کو خان و دیگر شہان
 منہل کا قبضہ وغیرہ مترجم

| نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت | نام کتاب | قیمت |
|-----------------------------|------|-------------------------------|------|-----------------------------|------|----------------------------|------|
| محاسبہ فرائض پر مشتمل | ۱۸ | در ویشی کی دینی و دنیاوی حکمت | ۱۸ | الاخلاق - اس کتاب میں | ۱۸ | اس کی تمام مسلمان عورتوں | ۱۸ |
| جرمن اور فرائض کی مشق | ۱۸ | کریبی خیر و برکت کا مطالعہ | ۱۸ | تمام اخلاقی امور جو معاملات | ۱۸ | ایسا انسان کیا ہے کہ سب | ۱۸ |
| جنگ بوشہ میں ہونی | ۱۸ | نوجوانوں کی تربیتی کامیابی | ۱۸ | اور حقیقی العبادت | ۱۸ | مہنگی شکر گزاری میں طلیس | ۱۸ |
| نئی - یہ کتاب ایسی جنگ کی | ۱۸ | جنگ انسان فتح سوڈان | ۱۸ | ہیں قرآنی آیات کے مطابق | ۱۸ | رہنا چاہیے قیمت کاغذ و لک | ۱۸ |
| روڈ اور میں تصنیف ہوئی | ۱۸ | معاملات خیر و برکت کا مطالعہ | ۱۸ | نکما ہے ہر ایک مسلمان کو | ۱۸ | قیمت کاغذ و سی فی جلد | ۱۸ |
| ہے - اس جنگ میں ۱۵ لاکھ | ۱۸ | خرطوم عہد نامہ مصر و پاکستان | ۱۸ | مطالعہ ضروری بلکہ فرائض | ۱۸ | عجرت کہ وہ مسند | ۱۸ |
| فوجیں طرین کی میدان میں | ۱۸ | بابت موجودہ حکومت سوڈان | ۱۸ | تیسرے حیدر سے عرض صلہ | ۱۸ | ملک سندھ کے حالات میں | ۱۸ |
| آئیں - تین لاکھ فوج مصر | ۱۸ | ضروری حالات درج ہیں | ۱۸ | خان بہادر ڈی مولوی صاحب | ۱۸ | یہ کتاب لکھی گئی ہے اس میں | ۱۸ |
| کارڈ میں کام کی اوڑ لاکھ | ۱۸ | اور تمام لڑائیوں اور جنگ | ۱۸ | عبدالحامد صاحب انیسویں | ۱۸ | باب اور جنگ ضمیمہ میں | ۱۸ |
| کے فرانسیسی فوج قید میں آئی | ۱۸ | منظروں کی کئی تصویریں | ۱۸ | اس سندت کشتہ زمین ملی کی | ۱۸ | ۱۸۳۳ء تک کے | ۱۸ |
| نیپولن بونا پارٹ کے شہنشاہ | ۱۸ | اور نقشے بھی لگائے گئے | ۱۸ | تصنیف ہوئی مولوی صاحب | ۱۸ | تمام تاریخی حالات اور | ۱۸ |
| فرائض ۱۸۰۰ فرائض سمیت | ۱۸ | جنگ فرائض سوال | ۱۸ | ایہ صلیبہ جو کہ حالات میں | ۱۸ | میں مسلمانوں کی انقلاب | ۱۸ |
| رقہدہوا - فرائض نے اپنا | ۱۸ | فرائض سوال کا تاریخی اور | ۱۸ | فرائض کی صورت یہ کتاب | ۱۸ | کی تباہی اور بربادی کا | ۱۸ |
| کو معزل کر کے جمہوری | ۱۸ | اسباب اور ان کی مفصل | ۱۸ | مردوں کے اخلاق و دین | ۱۸ | برہمنوں کی حکومت کے | ۱۸ |
| تاکم کی اور پشیمانی کے | ۱۸ | نہایت عجیب اور دلکش | ۱۸ | و تھوڑے تھل بڑی بڑی | ۱۸ | سلطنت انگریزی کا | ۱۸ |
| کو شہنشاہ جرمن کا خطاب | ۱۸ | میں عالیجناب شمس العلماء | ۱۸ | کی مفصل کیفیت اور اپنے | ۱۸ | نصف - سندھ کا طرزدن | ۱۸ |
| نصیب ہوا - اس میں ایک | ۱۸ | سید علی صاحب بلگرامی | ۱۸ | خانگی معاملات کی ہر | ۱۸ | اوپر ترقی معاشرت - جنگ | ۱۸ |
| دیباچہ ہے اور ایک مقدمہ | ۱۸ | نے قلمبند کیے ہیں کتاب | ۱۸ | ظاہر کر دیا ہے یہ کتاب | ۱۸ | جلد - رسوم و آداب | ۱۸ |
| ۱۸ باب میں قیمت | ۱۸ | خوبی مصنف کے نام سے | ۱۸ | کے لیے یقیناً بہت مفید | ۱۸ | مقدات کی کیفیت غرض | ۱۸ |
| میں فتح جنگ سوڈان | ۱۸ | ظاہر ہے قیمت مع نقشہ | ۱۸ | ارو کے معنی - عزت افزائی | ۱۸ | کوئی بات نہیں جیکو | ۱۸ |
| مصر اور سوڈان کے مابین | ۱۸ | تک کے ساتھ لگا گیا | ۱۸ | کے خطوط کا مجموعہ | ۱۸ | مصنف خباب مولانا | ۱۸ |
| متعلق اردو میں پہلی | ۱۸ | تہذیب نسوان | ۱۸ | ایضا حصہ دوم قیمت | ۱۸ | اسد صاحب عرف | ۱۸ |
| کتاب میں جس میں مصر | ۱۸ | کتاب ستورات کو مہذب | ۱۸ | ایا و کار غالب - غالب | ۱۸ | میر نواب مصطفیٰ | ۱۸ |
| روم کی ہی تعلقات اور | ۱۸ | بنانے اور تمام امور | ۱۸ | کے حالات میں یہ کتاب | ۱۸ | عالی نظام نے نظر | ۱۸ |
| انگریزی و افغان کے | ۱۸ | عورتوں سے متعلق | ۱۸ | یعنی کافی ہے مصنف | ۱۸ | کی ہو - گویا صدی | ۱۸ |
| پاشا کی بغاوت - ہندی | ۱۸ | اس سے کہ فتنی ہوں | ۱۸ | مولوی خواجہ الطاف حسین | ۱۸ | تاریخ ہے ۱۸۵۷ء | ۱۸ |
| پیدائش اور ترقی و | ۱۸ | نہایت عمدگی اور | ۱۸ | حیات غالب یہ ہی | ۱۸ | ضمیمہ ہندی دہشت | ۱۸ |
| مدھی مقابلہ انگریزی | ۱۸ | بیان ہے کہ کوئی | ۱۸ | غالب مدح کی مختصر | ۱۸ | ہے - عمدہ خوشخط | ۱۸ |
| فوج کی بے درپے | ۱۸ | ایسا نہیں جو اس میں | ۱۸ | ہے مصنف سید محمد | ۱۸ | شہس جید آباد و | ۱۸ |
| مہنگی کا خرطوم فتح | ۱۸ | نکما گیا ہو خاص | ۱۸ | رسالہ جراحی فن | ۱۸ | ہوئی ہو اور | ۱۸ |
| کا ڈول مارا نا - | ۱۸ | کی زبان میں شاہ | ۱۸ | کے متعلق یہ رسالہ | ۱۸ | خوبیوں کے لحاظ | ۱۸ |
| سوڈان - انگریزی | ۱۸ | مردوں بہ پالی نے | ۱۸ | تمام امور | ۱۸ | قیمت صرف - | ۱۸ |

شمس کی ایندھنی میں جلیقہ خیر و برکت ہے

دیباچہ الکتاب

۵۰۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ وہ بھی بیکار نہ تھے کہ سرکریم سیور ملک مغربی و شمالی کے لٹنٹ گورنر تھے اور سرکریم کمپن تیار
 ہو کر کٹر تعلیم کے اعتبار سے یہ دونوں صاحب سلمانوں کے گویا ہمدون الرشید اور منصور تھے اور منہود کے بزرگ
 اور بھوج (انگریزی یعنی پڑھی جائے تھوڑی مگر کتنی ہی کیوں نہ پھیلے ہندوستان کی ملکی زبان تو بن بیٹھنے
 رہی قوم میں حیث القوم اور سویر جب کبھی ترقی کرے گی اپنی ہی زبان میں پڑھنے لکھنے سے سرور لیم یہ
 یہی گڑھا۔ وہ زبان اردو کی پردہ نت کے پہلے میں ہماری فلاح کی فکر میں تھے۔ انہی کی تدوینی مجھے قصہ
 و تالیف کی باعث ہوئی یہاں تک کہ عورتوں کی تعلیم کا سلسلہ مرتب ہو گیا۔ خانہ دار علی مرآۃ العروہ
 معلومات ضروری میں بنات البعث خدایستی میں توبہ انصوح۔ ان کتابوں نے ایسا رواج
 کہ انگریزی۔ بنگالی۔ گجراتی۔ بھاکا۔ بہشی۔ پنجابی۔ کشمیری سات زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ اور اس
 تک بدعات چالیس ہزار جلدیں چھپ چکیں۔ ان ہی دنوں مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ مسلمانوں کی معاشرہ
 میں عورتوں کی جہالت اور کج کے بارے میں مردوں کی آزادی دو بہت بڑے نقص ہیں میں نے ان
 نقص کے رفع کرنے میں (بعد اقل) کوشش کی ہر تو دوسرے نقص کے رفع میں بھی کچھ کرنا ضروری۔ قصہ
 منصوبہ بن میں ٹھہرا چکا تھا کہ سرکریم سیور ولایت چلے گئے۔ اویس حیدر آباد۔ اب کہ خدمت سے علی
 ہو کر خانہ نشین ہوا۔ فرزند احمد جملع و احمد مولوی بشیر الدین احمد موقع پا کر متقاضی ہوئے۔ اگر اس کتاب
 کوئی خانہ مرتب ہوا اور ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگا تو لوگوں کو مجھ سے بڑھ کر مولوی بشیر الدین
 شکر گزار ہونا چاہیے کیوں کہ انھوں نے اس کتاب کے لکھنے میں میری اس قدم مدد کی کہ فی الواقع شکر
 تصنیف ہو اور شریک بھی نہ کیا نہ قلم + دیں۔ اگست ۱۸۸۵ء
 نذیر احمد۔ وقفہ اللہ الشہود لغد

~~XXXXXX~~

تمہید قصہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مبتلا تھا تو تخلص مگر چونکہ پھبتیا ہوا تھا ایسا مشہور ہوا کہ اصلی نام کو دور کے
رشتہ دار تک بھی نہیں جانتے تھے اور مبتلا کے نام سے لڑکے شہر کے تمام گلی
لوچوں میں جب تک اُمّ دُرّ باغزلیں اور واسوخت جوان ہوا تو گیت اور ٹھمریاں
اور مرے پیچھے بھی مدتوں بعد تک مریے اور نوچے گاتے اور پڑھتے پڑے
پھرتے تھے۔ ہمارے یہاں کی شاعری میں عشق بازی اور بے تہذیبی کے سوا
بے کیا۔ شریف خاندانوں کے نوجوان لڑکے اکثر اسی مکتبے خرابی کے لچھن سیکھنے
اور اسی اکھاڑے میں بُرے کونکوں کی مشق بہم پہنچاتے ہیں جس شاعری سے
ہم بحث کر رہے ہیں اُس کے تین درجے ہیں۔ سنا۔ سیکھنا۔ کہنا۔ ان میں سے
پہلے دو درجے تو ہمارے طرزِ تعلیم میں داخل ہیں جس کا شمار پڑھے لکھوں میں
ہے ممکن نہیں کہ حرف شناسی کے بعد اُس کا پہلا سبق یہ نہ ہو۔

اُسے داغِ بردل از غمِ خالِ تولالہ را
شرمندہ ساخت آہوے چہشتِ نزالہ را
جن باتوں کی بھنگ کا نہیں پڑتا نوجوانوں کے حق میں ستم قاتل ہے سبقاً سقا اتر

۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

کرائی جاتی ہیں اور جن خیالات کا ایک بار دل میں گزر جانا دنیا و دین دونوں کی تباہی ہو سکتا ہے برسوں کی مشق و تمرین سے خاطر نشین کیے جاتے ہیں تاکہ طبعی ہو جائیں ناممکن الزوال اور فطری بن جائیں جنکا نکلنا محال۔ بے چارہ مبتلا اس عموم سے مستثنیٰ اس کلیے سے خارج نہ تھا بلکہ اُس پر تو ایک دوسری خلقی بلا مسلط تھی کہ کینخت صوت شکل کا اچھا رنگ کا گورا اعضا کا متناسیعین شعر کا موضوع نہ واقع ہوا تھا۔ یہ نوع عقل میں نہیں آنا کہ تخلص تک نوبت پہنچی ہو اور شعر نہ کہا ہو مگر محسوس قصیدہ اور مثنوی اور اسوخت و غزل و رباعی کا کیا مذکور ہم تک تو مبتلا کا کوئی مصرع بھی نہیں پہنچا قیاس چاہتا ہی کہ اگر اُس نے شعر گوئی کی ہوگی تو اوائل عمر میں کیوں کہ تیس برس کی عمر سے تو ہم اُس کو خانہ داری کی اسی مصیبتوں میں پھنسا ہوا پاتے ہیں کہ اسی حالت میں فراغ خاطر اور اجتماعِ حواس جو شرط شاعری ہی تیسرے نہیں سکتا مبتلا کے اوائل عمر کا کلام غالب ہے کہ حسِ ادا اور شوخی اور نزاکت کے خالی نہوا اور اہمیں تو شبہ ہی نہیں کہ جبہ مشاعرے میں غزل پڑھتا ہوگا تو میر تقی میر کا حال کی طرح واہ واہ اور سبحان اللہ اور مکرر پڑھنے کی فرمائشوں کا بڑا غل تو ہوا ہوگا مبتلا کا زمانہ کچھ ایسا مقدم نہیں ہے کچھ نہیں تو ننو دو ننوا سکے دیکھنے والے اب بھی شہر میں نہ اور موبو ہو گئے پس اگر ہم حبت جو کرتے تو اس کا کلام تھوڑا بہت کسی نہ کسی جگہ سے ملتا پڑتا مگر ہم نے اس کے قصے کے آگے اس کے کلام کا کچھ خیال نہیں کیا۔

پہلی فصل متبلا کی ولادت اور طفولیت

اس اعتبار سے مبتلا ایک خوش حال باپکی بیٹا تھا اور چونکہ اکٹھی نو بیٹیوں پر جنہیں باپ سچا دے
تھیں باپکے بڑھاپے میں بڑی آرزوؤں اور تمناؤں کے بعد پیدا ہوا اس بڑھکے امین اور

کس کی ہوگی بیٹے کا ارمان تو شروع ہی سے تھا بہ مرتبہ ملنے جلنے دیکھنے بھالنے والے ہو کر
 ملاں۔ جھنجھی پمال۔ سچے کہ دائی جی کے خوش کرنیکو کہدیا کرتے تھے کہ اکے ضرور بیٹا ہو مگر
 ایک عمارسی میں گذر گئی توقع کی ناسیدی کیواسطے امید لگائی نا کامیابی کیلئے مبتلا کی نوبت
 میں تو یاس اس دے کو پہنچ چکی تھی کہ ساسے گھر میں کسی کو بیٹے کا شان گمان تک بھی
 نہ تھا۔ دم کے پانی۔ تنوید گنڈے۔ ٹوٹے ٹوٹکے اور دوا دزن برسوں موقوف تھے۔ مبتلا
 پیدا ہوا تو سب سے پہلے دائی کو معلوم ہوا کہ بیٹا ہے اس اتنی غفلندی کی کہ لوگوں پر بیٹے کا
 ہونا فوراً ظاہر نہیں ہونے دیا ورنہ زچہ جبکو سکون اور قرار درکار تھا ملے خوشی کے پھولی
 نہ سجاتی اور اُلٹے لینے کے دینے پڑ جاتے تھے بتدریج سب کو خبر ہوئی سنتے کے ساتھ جو کھڑا
 تھا تو کھڑا اور بیٹھا تھا تو بیٹھا سجدے میں گر پڑا کیسے منہ سے دعا نکلی کوئی نگاہ بیاختہ زچہ کی
 گالے کسی نے دوڑ کر چاچٹ زچہ اور بچہ کی بلاتیں لے لیں غرض گھر کیا اس وقت ساسے
 محلے میں غل مچ گیا اور صبح ہوتے ہوئے تو گلی میں ڈلیوں کا اور گھر میں بیبیوں سے تل ڈھرنیکو
 جگہ نہ تھی۔ ہر چیز بیٹے کا ارمان اس بلا کا تھا کہ کیسا ہی بدصوت بیٹا ہوتا چوم چاٹ کر رکھتے
 چڑھاتے مگر اس خاندان میں ہمیشہ سے صوتوں کی پرچول رہا کرتی تھی گھر میں جو آتا بچے کو
 دیکھنا چاہتا یہ لوگ پرچھاویں اور نظر کے ڈر سے اُسکے دکھانے میں مضائقہ کرتے تھے
 جب بیبیوں کا بہت تقاضا ہوا اور گرمی پڑنے لگیں تو زچہ کے پاس گھر کی کوئی عورت بیٹھی
 تھی اُس نے کہا خدا کیلئے بیبیو ذرا ہوا کاٹھ چھوڑو کہ دم گھٹا جاتا ہے مرد بچہ کی صوت کیا
 دیکھنا ہے خدا عمر دے پروان چڑھائے الہی ماں باپ کا کلیجہ بھٹڈا ہے ایک بی بی باوجودیکہ
 خود بھی سچوم کر نیوالیوں میں تھیں لوگوں کو بھیر کیا لگاتی ہے اللہ کے پانچ بہنو کا بھائی ہے
 انیس میں کے فرق سے اپنی بہنو نہیں ملتا ہوا ہوگا اتنے میں اتنی اندر سو نکلی تو ساری بیبیوں

اس کو گھیر لیا کیوں بوجھ پورے دنوں کا صحیح سلامت تو ہوا۔ دائی ہاں۔ پورے دن کبھی کیسے خوب بچھ پورے ہاتھ پاؤں بال ناخن سب خاصے تو انما شارا اللہ پٹڑے کا پٹڑا اور انکے جتنے بچے ہوئے سب اسی طرح کے خدا کے فضل سے کوکھ بہت صاف پیدیاں۔ کیوں بوا بہنوں میں ملتا ہوا تو ہے دائی۔ بہنوں کو اس کی نسبت لڑکیاں بھی اچھی صورت کی ہیں مگر اس پہلے کی دو لڑکیاں کہ ایک دو مہینے کی ہو کر اتر گئی اور دوسری دوسوا دو برس کی ہیں دو آفتابا بہتاب تھیں اور یہ تو خدا جتنا رکھے نور کا پتلا ہے۔ بڑی بڑی غلامی آنکھیں اونچی اور سستی ہوئی ناک۔ پتلے ہونٹ۔ چھوٹا سا دمانہ چمکتے ہوئے سیاہ گھونگروا بال۔ کتابی چہرہ۔ صراحی دار لمبی گردن۔ سانسچے میں ڈھلا ہوا بدن میری اتنی عمر بولنے آتی تیرہ برس کی سیاہی آتی تھی تب سے اپنی سانس کے ساتھ یہ کام کرنے لگی خدا جھوٹا بلوائے آئے بچے میرے ہاتھ سے ہوئے کہ جب کا شمار نہیں مگر ایسا قبول صوت بچہ میں نے تو بڑے بڑے نامی گرامی امیوں کے لٹاں بھی جکے حسن کی آج بڑی دھاک ہے نہیں دیکھا بات یہ کہ اللہ عمر دے اور بھلا ہو۔ سب لے کہا آئین۔ مبتلا کے پیدا ہونے کی روداد جو ہم نے اور بیان کی اس ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ مبتلا کے ساتھ ماں باپ اور عزیز واقارب نے کیا کچھ چلے نہ کیے ہونگے غرض وہ تمام خاندان اور سائے کنبے میں ایک انوکھی چیز سمجھا جاتا تھا اور حقیقت میں جس جس پہلو سے دیکھتے وہ انوکھی چیز تھا بھی جب سے پیدا ہوا سائے سائے دن ساری ساری ات گودوں ہی میں رہتا تھا بچے پر لٹانے کی نوبت نہ آتی تھی اپنے ہی گھر میں۔ ماں نانی۔ خالہ۔ مانی۔ ایک کم آدمی دجن سکی بہنیں اتنے آدمی لینے والے تھے کہ ایک سے ایک چھینے لیتا تھا باپ کا یہ حال کہ جتنی دیر ممکن تھا گھر میں رہتے اور جتنی دیر گھر میں رہتے خود لیے رہتے یا پیش نظر رکھتے مبتلا کے پہلے پانچ بلکہ سات آٹھ برس کی زندگی یعنی جب تک وہ محتاج پرورش ہا

اس قابل ہو کہ مستقلاً ان حالات کی ایک کتاب لکھی جائے مگر یہ کہ تو اس کے دوسرے ہی معاملات سے بحث کرنی ہو اسکی پرورش کے متعلق ہم اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتے ہیں کہ اگرچہ خاندان کے لوگ سب کے سب بن کے پابند نہ تھے مگر مبتلا کا باپ بڑا نمازی اور پرہیزگار آدمی تھا مولوی شاہ حجت اللہ صاحب کے وعظ سے اسکو ایسا عشق تھا کہ آندھی جائے مینہ جائے طبیعت درست ہو تو جہاں بسنا کہ مولوی صاحب کے وعظ ہے سب سے پہلے موجود گھر کی بڑی بوڑھیاں بھی نماز پڑھتی تھیں اس ہمہ جو احتیاطیں مبتلا کی پرورش میں لیتی جاتی تھیں ان سے ایسا مستنبط ہوتا تھا کہ ان لوگوں کے پیار میں مبتلا کی تندرستی نہ صرف غذا اور آب ہوا سے بلکہ مکان برسوں سے مہینوں سے دنوں سے لیل و نہار کے خاص خاص اوقات اپنے بیگانہ کی نگاہ سے آئے گئے کی چھاپیں سے لوگوں کی باتوں سے دلی خیالات سے تنہائی سے تاریکی سے چاندنی سے کسوف خسوف سے گئے سے پلتی سے چھپکلی سے دیو سے بھوت سے جن سے پرستی سے غرض ہر چیز سے جو واقعی ہے اور ہر چیز جو ادعائی ہے معرض خطر میں ہو۔ ہم تو معاذ اللہ کسی کلمہ کو مسلمان پر کفر اور شرک الزام کیوں لگانے لگے مگر بھوری اتنی بات کہنی پڑتی ہو کہ مبتلا کے تھاجو بڑے کیے جاتے تھے وہاں شرک و مہر ظنہ کفر سے خالی نہ تھے۔ یہ بات کہ جس خدا نے ہم کو پیدا کیا ہے وہی ایک وقت مقرر تک جسکا حال اسکو معلوم ہو ہماری زندگی اور تندرستی کی حفاظت کرتا ہے اور سطح بدن اس کو فضل و کرم کے ہم دنیا میں نہیں سکتے تھے اسطرح بغیر اسکی مدد اور حمایت کے ایک لمحہ دنیا میں بھی نہیں سکتے سوئے جاتے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کہیں اور کسی حالت میں ہم اسکی پناہ میں ہیں اور اسکا سایہ رحمت ہمارے سر پر ہے وہ مرض میں ہمارا طبیعے اور مصیبت میں ہمارا معین مددگار تہ تکلیف میں ہمارا انگسار۔ بدون اس کی مرضی کے نہ غذا میں تقویٰ ہے نہ دوا میں تاثیر بغیر اس کے حکم کے نہ زہر زہر ہے نہ اکسیر اکسیر غرض یہ بات ان

لوگوں کے معتقدات میں تو ضرور ہوگی جو مبتلا کو پال رہے تھے مگر اُن کے برتاؤ میں تو کل دانا کی کوئی بات ہمارے دیکھنے میں نہ آئی بلکہ ان کی تدبیریں سنکر حیرت ہوتی تھی کہ مبتلا کا پلنا اور پرورش پانا کیسا یہ گراں جان نا دان دوستوں کے ہاتھ سے کیونکر گیا۔ کوئی دُکھ کوئی رنج نہ تھا کہ جسکو یہ لوگ اسباب غلط اور آدنیٰ نظر آسببِ غیرہ کی طرف منسوب کرتے ہوں اور چونکہ تشخیص میں غلطی ہوتی تھی اسوجہ سے جو تدبیریں کیجاتی تھیں غلط و درغلط مگر مبتلا غلطہ تو انا پیدا ہوا تھا ہمیشہ اسکی طبیعت امراض پر غالب آتی رہی بہر کیف مبتلا کسی نہ کسی طرح خدا کے فضل سے پل ہلا کر بڑا ہوا۔ یہاں تک کہ اُن گنا برس بھی خیریت کے ساتھ گزرا۔ مبتلا کی تعلیم و تربیت کے مستورات کو ظاہر ہیں تو کچھ شرکار نہ تھا۔ ہر چند وہ مکتب میں نہیں بیٹھا کسی استاد سے اُس نے سبق نہیں لیا تاہم ہمارے نزدیک (اور ہمارے نزدیک کیا بلکہ واقع میں) ایک اعتبار سے اسکی تعلیم و تربیت بہت کچھ ہو چکی تھی دنیا میں سارے لوگ سچے بکھے نہیں ہوتے اور نہ پڑھنے لکھنے پر زندگی یا معاش کا انحصار ہی اصل چیز عادات کی درستی مزاج کی شائستگی طبیعت کی اصلاح سو جو وقت سے بچہ پیدا ہوتا ہے اُسوقت وہ اچھ کر چلتا ہے اُن لوگوں کی خوب جو اُس کو پالتے۔ اُسکو اٹھاتے بٹھاتے۔ اُس کو سلاتے۔ اُس کو کھلاتے پلاتے ہیں ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ بچے ایک مضبوط گوشت کی طرح پڑے ہیں نادان اور لاعقل نہیں ہیں۔ وہ اپنے سارے حواس ظاہری ہوں یا باطنی بڑی کوشش کے ساتھ کام لے رہے ہیں۔ چیزوں کو دیکھتے ٹٹولتے آواز دنگو سنتے اور جو دیکھتے سنتے ہیں اُسکو حافظے میں رکھتے جاتے ہیں اسکی ایک سا شناخت ہے کہ اگر بڑی عمر میں ہم کوئی دوسری زبان سیکھنی چاہیں تو کس قدر کوشش کرنی ہوتی ہے بعض بعض اوقات سارے سارے دن ٹٹا پڑتا

۱۵ اٹھویں برس کو اُن گنا ۱۱ بیٹھا برس کہتے ہیں ۱۲ یعنی لے چلتا ہے اخذ بمعنی گرفتن ۱۲

اور پہلو اپنی مادر ہی زبان سے لکھنا آتا ہے تو لکھنے سے اس زبان کی صرف دس نوے لغت سے بھی بڑی مدد ملتی رہتی ہے تب ہم کو کمیں برسوں میں جا کر وہ زبان آتی ہے تاہم قصہ و ناس تمام بچے جن کو ہماری سہولتوں میں سے کوئی سہولت بھی حاصل نہیں کیا کچھ رحمت اٹھاتے ہوئے کہ ذہین بچے تو برس کے اندر ہی اندر در نہ ڈھائی تین برس کی عمر میں تو مسٹھے لکھ کر گند ذہن تک طوطے کی طرح چر غنے لگتے ہیں کیا اتنی بات کہ کسی نے بتایا اور تمنا۔ اور آبا اور آما۔ وٹل بیٹے بار سکھانیکے طور پر انکے سامنے کمد یا کوئی دعوے کر سکتا ہے کہ ہم نے انکو بولنا سکھایا زبان کی تعلیم کی نہیں یہ سب سچونکی ذاتی کوشش ہے۔ پھر یہ خیال کرنا بھی غلط ہے کہ بچوں کی ساری ہمت صرف زبان کو سیکھنے میں مصروف رہتی ہے! لیکن بان کیا بھلا برا۔ آدق اعدہ نشست برخاست رعنت اور نفرت سود و زیاں دوست دشمن خوش و بگناہ محبت اور عداوت حیا اور غیرت عفتہ و لالچ حسد و رشک وغیرہ وغیرہ سارے سبق ان کو ایک ساتھ شروع کر دیے جاتے ہیں پس مبتلا جبکی عمر آٹھ برس کی ہو چکی تھی پڑھ چکا تھا جو کچھ اس کو پڑھنا تھا اور سیکھ چکا تھا جو کچھ اسکو سیکھنا تھا ماں سے باپ سے نانی سے خالہ سے بہنوں سے گھر کے لڑکروں سے آٹے گٹے سے عرصے کے عتاب سے اس کی تعلیم و تربیت کی ایسی مثال تھی کہ جیسے کپڑا مول لیا گیا درزی کو قطع کیا گیا اور کھڑا کر نیکے بعد اس نے پہنا کر بھی دیکھ لیا صرف بخیہ کر دینا باقی ہوا اب اگر کپڑا بد رنگ یا گلا ہوا بھلے یا کمیں سے تنگ ہو جائے تو درزی اس میں کیا کمال کرے گا کپڑا لینے وقت یا قطع کرتے وقت یا تیس دیکھنے کی تھیں اور نہیں دیکھیں تو جھک رو اور وہی پہنو گلا ہوا کہ پہنا اور کھسکا کچے رنگ کا جس میں پہلے ہی دن دھبہ نمودار ہوں گے تنگ کہ پہننے سے نہیں بدھیاں پڑیں اور سانس اندر کا اندر اور باہر کا باہر نہ جائے اب دیکھنا چاہیے کہ مبتلا پر

۹
وہ زبان جو
ان بچوں کو
دراستہ پہنچا
دینا ہی
ہی زبان

زمان خانے کی تعلیم کا کیا اثر مرتب ہوا تھا جوں جوں ہڑا ہوتا گیا صدی چڑھا چھٹیلہ پچھلا
 ہٹیلہ۔ رُودرچ۔ مقرر۔ خود پسند۔ طلوع۔ حریص۔ تنگ چشم۔ بودا۔ ڈرپوک۔ شوخ۔ شریر۔
 بے ادب۔ گستاخ۔ کامل۔ آرام طلب۔ جابر۔ سخت گیر۔ گھر گھسنا۔ زنانہ مزاج بن گیا۔
 اُسکو دنیا و مافیہا کی کچھ خبر تو تھی نہیں کبھی وہ بے رُت کے پھلوں اور بے موسم کے میوؤں
 کیلئے گھنٹوں لوٹتا اور ٹخنیاں کھاتا پھروں اڑیاں رگڑتا اور آخر کو اڑیوں کے بے اپنے
 چاہتے والوں اور ناز برداروں سے ناک گڑوا لیتا تب شکل چپ کرتا وہ جب جی چاہتا
 جو چیز چاہتا جتنی چاہتا کھاتا اور اپنی بے اعتدالیوں اور بے احتیاطیوں سے بیمار پڑتا اور
 اٹا ماں سے لڑتا ایک مرتبہ سنا کہ وہ اس بات پر خوب دیا اور بہت بکھرا کہ اُسے بادل
 کیوں گرج رہا ہے نہ چند سارا گھر اس بات کے اہتمام میں لگا رہتا تھا کہ کوئی امر اس کے
 خلاف مزاج نہ ہو مگر اُس کو رونے اور بکڑنیکے لئے ہرقت کوئی نہ کوئی بہانہ ایک ایک جیلہ
 مل ہی جاتا تھا۔ اس کی ناخوشی کا روکنا حقیقت میں انسان کے اختیار سے خارج اور
 آدمی کی قدرت سے باہر تھا کوئی جان نہیں سکتا تھا کہ وہ کس بات پر روٹھ جائیگا اور
 روٹھے پیچھے کسی کو خبر نہ تھی کہ وہ کیوں کرسنے گا۔ لاکھ اللہ آمین کیوں نہ کہیں کہ
 برداشت کتنا تحمل آخر رفتہ رفتہ لوگ اس کے لاڈ پیار میں کمی کرنے لگے تب سے پہلے ہی
 اور یہاں ہی ہوئی صاحب اولاد مہنوں نے بے رُخی ظاہر کی آخر تھیں تو اسی کی بہنیں
 جب اس کی شوخی و شرارت سے عاجز آئیں جھڑک دیتیں اور گھر کی مٹھیتیں بلکہ ایک
 تو ایسی جلے تن تھی کہ یہ اس کے پاس بھانجے کو دق کرنے اور بوٹیاں توڑنے گیا
 اور اس نے دور ہی سے ڈانٹا کہ خبردار جو میرے سچے کو چھپڑا ہو گا میں ایسے چوچلے
 ایک نہیں سمجھتی دیکھ خدا کی قسم میں مار بیٹھوں گی ماں کا بھی بتلا کے ہاتھوں مہ ناک

۱۰

یعنی دنیا

اور جو

کچھ دنیا

میں ہے

۱۲۱۲

میں تھا۔ مگر سچ کہا ہے حُبُّكَ السَّخِيَّ وَيُصِدِّقُ وَه كُفَيَانِي تُوهُوتِي تَحْتِي مَكَرًا دَهْرًا حُوشِ
 آیا اور فوراً ٹھنڈی پڑ گئی تیوری پر پل پڑ چلا تھا کہ کھل کھلا کر منس دی مبتلا کی برائیوں کو
 بُرائی سمجھنا تو درکنار وہ اُس کی طرف سے ساری دنیا کے ساتھ ہر وقت لڑائیوں میں تھی۔
 ایک تہ مبتلا خدا جانے کس بات پر چھپے سے ماں کی چوٹی گھسیٹے جاتا تھا سب سے بڑی بہن
 (جس کی پہلو ٹی کی مٹی مبتلا سے بھی دو برس بڑی تھی) دیکھ کر کہا سبحان اللہ کیا مالک و قرعہ
 لاڈ پیار بہت دیکھے مگر اتنا ناہموار اس درجے بے تمیز جباں کا یہ بڑا کر رکھا ہی تو ہمارا تو موٹر
 کر بھی بس نہیں کر گیا تھے تو میرا بیٹا نہ تو اچھا کیا ایسا ٹھیک بنائی کہ یاد ہی تو کرتا۔ باوجود دیکھنے
 نے نصیحت کی بات کہی تھی مگر ماں پنچے جھاڑ کر تیجھے لپٹی اور سر ہو گئی۔ ماں کی پرہ داری
 کی وجہ سے باپ کو مبتلا کی شوخیوں کی پوری پوری خبر نہیں ہونے پاتی تھی پھر بھی جس قدر
 حال چارو ناچار معلوم تھا اُس سے انہوں نے اتنا تو سمجھ لیا تھا کہ اُسکا اٹھان اچھا نہیں
 مبتلا کو چھٹا سال لگا تھا باپ نے اس کو مکتب میں بٹھانا چاہا۔ عورتوں نے عذر کیا کہ آتے
 دن تو یہ بیمار رہتا ہے مکتب کی قید اوستاد کی تنبیہ سے اسکا نگہ راتا سا جی رہا تھا اور
 بھی اُداس ہو جائیگا ابھی جینے تو دو اور مبتلا کی ماں نے تو کھلم کھلا کہہ دیا کہ جب تک
 اصل خیر سے اُن گناہ گزر جائے میں تو اس کو نہ پڑھاؤں لکھاؤں غرض عورتوں ہی ہٹ
 اور ہیکڑی نے مبتلا کے پورے تین برس کھوئے مگر سچی بات یہ کہ مبتلا کا باپ اپنی طرف
 سے برابر اسکی کوشش میں لگا رہا اس پر بھی جو مبتلا تین برس تک دارہ ہوتا رہا تو یہ اس کے
 باپ کا ساہلہ اور صنفِ مال کی نادانی اور حماقت اور خود مبتلا کی قہرستی اور کمبختی اتنا تھا کہ جیہ
 باپ کو مبتلا کی کوئی بیجا بات معلوم ہوتی تو ڈر لے دھمکاتے تو نہیں مگر نرمی اور دلجوئی
 کے ساتھ اسکو سمجھا ضرور دیتے کہ بیٹا یہ حرکت نامناسب ہے اور خود اسکے ساتھ ظاہری پیار

۲
 ان کی
 جی
 زنجار
 جی

اخلاص اتنا نہ رکھتے کہ ماں کی چوٹی کے ساتھ انکی لڑھی بھی کھسوٹنے لگتا مبتلا کو باپ کا کسی طرح کا خوف تو نہ تھا مگر یوں کہو کہ زیادہ میل جول نہ ہو سکی وجہ سے ایک طرف کی جھپک اور مگر کاٹ بھی چاہو اس کو لحاظ سے تعبیر کر لو مگر کیا اتنا کرنے سے مبتلا کے باپ نے باپ ہونیکا فضل ادا کیا۔ ہرگز نہیں اس نے عورتوں کو مبتلا کی شرارتوں کی پردہ داری کرنے دی۔ اس نے بیٹے کے حالات پر پوری پوری خبر نہ رکھی اس نے جتنی خبر رکھی اس کا بھی تدارک جیسا چاہتا تھا نہ کیا اس نے مستورات واقعات بعقل کی سائے میں اگر جلد سے جلد بیٹے کو پڑھنے کیلئے نہ بٹھایا اور اس کے اکٹھے تین تین برس ضائع ہونے دیے اتنا غنیمت ہوا کہ مبتلا کو اس کی ماں اپنے دہم کے پیچھے اکیلا دو کیلا گھر سے باہر نہیں نکلنے دیا ورنہ محلے میں دھوبی کنوئیر بھٹیا سے قصائی تیلی اس قسم کے لوگ بھی رہتے تھے اگر کہیں مبتلا ان لوگوں کے درگاہ میں کھیلنے کودنے پاتا تو ساری خوبیاں جا کر ایک ذاتی شرافت باقی رہتی وہ بھی گری تہی جیتا کہ بیٹھا برس ختم ہو مبتلا کے مزاج کی تلخی اصفاً مضاعفہ بڑھ گئی تھی اور ابھی سالگرہ کو دو تین مہینے باقی تھے کہ باپ نے بسم اللہ اور کتب کی چھتر چھار شروع کی یا بے اس مرتبہ عورتوں نے بھی چنڈاں مزاحمت نہیں کی اور سالگرہ اور بسم اللہ دونوں تقریبیں ایک ساتھ ہوئیں

دوسری فصل مبتلا کی تعلیم مکتبی اور اس کا اثر

اتنا تو ہوا کہ مبتلا کیلئے دروازے پر کتب بٹھانا پڑا شروع شروع میں تو میاں بچی کے پاس تک جانے اور کتب میں بیٹھنے کیلئے مبتلا نے خوب خوبیل مچائے اور غضب بکھرا مگر آخر سوئے کی چاٹ اور پیسوں کے لالچ اور ماں کے چمکائے پھکارنے سے جانے اور بیٹھنے تو لگا بیٹھے پیچھے پڑھنا چنڈاں مشکل نہ تھا ذہن اور حافظہ دونوں داد اس

بلا کے تھے کہ جو دوسرے لڑکے ہفتوں میں کہتے تھے وہ بھی بڑی ریس ریس کے ساتھ
 مبتلا گھنٹوں میں کھیلنے کو دے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کر لیتا کہتے ہیں کہ دو دن میں تو
 اُس نے الف کے حروف مفروضہ ایسی اچھی طرح پہچان لئے تھے کہ کتابوں میں سے آپ
 ڈھونڈ ڈھونڈ کر بتاتا پڑھتا تھا کہ اس کے ساتھ واہ واہ شاہاش شروع ہوئی اس سے
 دل کی انگ بڑھتی چلی اور ہر د اکھلتا گیا۔ مبتلا نہ مطالعہ دیکھتا نہ سبق یاد کرتا نہ آموختہ
 پڑھتا مگر ایک ہی دفعہ کے دیکھ لینے سے وہ سب ہم سبقوں میں سیر سی رہتا تھا بدلتی
 اور شوخی اور شرارت کی نسبت جو چاہو سو کو پڑھنے لکھنے کے متعلق تو میا بخی کو اسکی شکایت
 کر نیکاموقع ملا نہیں پہلے سر کی ٹوچھی اور حدیجے کی بدشوقی پر چٹے برس میں اسکی فارسی
 کی استعداد ایسی ہو گئی تھی کہ مکتب کے لڑکے تو کیا خود میا بخی باوجودیکہ اچھے جید فارسی اہل تھے
 اور درسی کتابیں بھی انکو خوب تھہرتھیں اسکو سبق دیتے ہوئے بھٹاتے تھے۔ مبتلا کو
 مکتب کی تعلیم نے اتنا فائدہ تو پہنچایا کہ اسکو ایک دوسرے ملک کی زبان جیسے بڑن اردو کی
 تکمیل نہیں ہو سکتی اچھی خاصی انکی مگر اس تعلیم سے اسکو ایک بہت بڑا نقصان بھی پہنچا
 جسکو اندر باہر کسی نے جانا پہچانا نہیں۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ مبتلا کو اپنا حسین ہونا کب سے معلوم
 ہوا۔ ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ اس خاندان میں صورتِ شکل کی بڑی پرچول ہستی تھی اس خاندان کی
 عورتوں کے نزدیک تو دنیا بھر کے ہنر سلیقے حسبِ حسبِ دولت تندرستی نیک مزاجی صاحبِ دلداد
 ہونا وینداری ساری نعمتیں اور برکتیں ایک طرف اور گور رنگ اور نقشہ ایک طرف۔ صورت
 شکل تو انسان کے اختیار کی بات نہیں جسکو جیسا چاہتا ہی بناتا ہے۔ ایک ہی ماں کے
 پیٹ سے دس بچے جوتے ہیں اور کیا خدا کی قدرت ہے کہ دس کی دس شکلیں درز ایک دوسرے سے
 ملتیں ہو کر کوئی پہچان نہ پڑے انسان کے چہرے کی بساط کیا اتنی ہی سی جگہ میں ہزاروں

لاکھوں کروڑوں مختلف نقتے یہ سب اسکی قدرت کی دلیلیں ہیں آدمی اتنا سمجھے تو اپنے چہرے
 مہرے پر نہ تاز کرے نہ دوسرے پر نہ مگر مبتلا کے خاندان کو ایسے خیالات سے کیا واسطہ تھا
 تو چھوٹے بڑے بھے جوان بیاہے کو ایسے سب کو صورتِ شکل کا پٹنا تھا۔ آپس ہی میں اسی
 صورتِ شکل کے پیچھے ایک ایک کی ایک سے نہیں ملتی تھی۔ ایک ایک کو چڑاتی ایک ایک کی نقلیں
 کرتی۔ اور اگر اتفاق سے کہنے میں کوئی تقریب ہوتی اور یہ لوگ مہمان جاتے یا کہیں شامت
 کی باری کسی نئی دہن کو دیکھ آتے تو بس مہینوں ان کو صورتوں کا جھگڑا لگا رہتا تھا تاکہ
 کہ ان عورتوں کی ایسی عادتیں دیکھ کر لوگ ان سے ملنے میں مضائقہ کرنے لگے تھے
 مبتلا کا ایسے خاندان میں پیدا ہونا اور پرورش پانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ جب اُس کو
 بات کے سمجھنے کا شعور ہوا تو شاید سب سے پہلی بات جو اُس نے سمجھی ہوگی کہ جن صورت
 اس کو کہتے ہیں اور میں اس کا مصداق ہوں مگر جب تک مبتلا زمانِ خانے کی نگہانی میں
 رہا اُس کی عمر ہی کیا تھی سات آٹھ برس اُس وقت تک وہ اتنا ہی سمجھ سکتا تھا کہ میٹھی چیز
 سب کو بھاتی ہے اور چونکہ وہ اپنے ذائقہ میں بھی اُس کی لذت پاتا تھا اُس نے سمجھا تھا
 کہ حقیقت میں بھانے کی چیز۔ آگ کو چھوئے ہوئے گوشت لڑتے ہیں اور اس نے بھی
 شاید دو چار بار اس کے چہرہ کا کھایا ہو اس سے اُس کو معلوم تھا کہ آگ سے جل جاتے ہیں غرض
 جس چیز کی نسبت لوگوں کو کہتے سنا کہ اچھی یا بُری ہے آپ بھی تجربہ کیا تو ثابت ہوا کہ جس چیز
 آرام پہنچے دل کو خوشی ہو اچھی ہے اور جس سے ایذا پہنچے تکلیف ہو بُری۔ جن کی خوبی کی
 نسبت اس کو ایسا یقین کر لیا کہ کوئی ذریعہ نہ تھا کیونکہ اس کو حسن سے متلذذ ہونے کی اس
 وقت تک اہلیت ہی نہ تھی بکرب میں بیٹھنے کے بھی ایک مدت بعد اس میں جوانی کے دلولوں
 کی تحریک شروع ہوئی اور جوں جوں یہ تحریک قوت و راشدا دیکھتی گئی اس پر پڑگی

حسن کی وجہ منکشف ہوتی گئی اسی کا تذکرہ گھر میں تھا اور اسی کا سبق مکتب میں اور اب
مکاندر سے دل بھی اسی کی گواہی دینے۔ مبتلا نے جو زبان فارسی کے سیکھنے میں غیر
معمولی ترقی کی اسکا بھی سبب یہی تھا کہ اکثر کتابیں نظم جن کو مبتلا کی صورت شکل کا آدمی
بے مزامیر ذرا اُسے پڑھے تو اچھے خاصے ثقہ کو بخیر کا مزماں مضمون دیکھو تو جھڑا عاقلی جبکہ
نام سے نوعمر آدمی کے منہ میں رال بھر آئے۔ مادہ قابل طبیعت مناسب مبتلا کا تو حال یہ
تھا کہ جو شعر عاشقانہ ایک بار بھی اس کی نظر سے گزرا دیکھتے کے ساتھ ہی کا نقش فی الجگر
ہو گیا غرض فیضانِ مکتب سے حضرت میں ایک صفت اُور پیدا ہوئی یعنی عاشقِ مزاجی۔

تیسری فصل مبتلا کا مدرسے میں تعلیم پانا اور اُس کے لڑکوں کی صحبت میں آواہ پانا

مبتلا کے باپ کی تو پہلے ہی سے یہ اُٹھتی تھی کہ اس کو شروع سے مدرسے میں بٹھایا جائے
مگر عورتوں کو مبتلا کی اتنی مفارقت بھی گوارا نہ ہوتی ناچار پوسے چھو برس میاں بچی کو نوکر کھلکر
اُس کو گھر ہی پر تعلیم کرایا اب میاں بچی کا بھی سرمایہ معلومات ہو چکے پر آیا اور فارسی کی درسی
متداول کتابیں سب مبتلا کی نظر سے نکل گئیں اور بات صاف تو یہ ہے کہ مبتلا کے
سر میں اب اُور ہوا بھری ہوئی تھی اُس کی آنکھیں ڈھونڈنی تھیں یا روں کے
جلنے و دستوں کی صحبتیں اور وہ گھر پر تیسرے تھیں باپ نے کچھ اُور سوچا مبتلا نے
کچھ اُور غرض سب کی صلاح سے مبتلا مدرسے میں داخل ہوا۔ گو مبتلا نے چھو برس
مکتب میں تعلیم پائی مگر مکتب کیا تھا برائے نام اس کا جی بہلنے کے لیے چار پانچ ریزی
لڑکے اُور بٹھائے گئے تھے یعنی بچائے چودہ برس کی عمر تک مبتلا کچھوڑے میں پلا
اور دنیا کی کسی قسم کی ہوا اُس کو نہ لگنے پائی اب جو مدرسے کی عربی جماعت میں داخل

مکتب میں آواہ پانا
مکتب میں آواہ پانا
مکتب میں آواہ پانا

ہوا تو اس نے دیکھا لوگوں کا جھگڑا کہ سات سات آٹھ آٹھ برس کی عمر سے لیکر بیس
 بیس پچیس برس تک کے اچھے خاصے جوان ہر ذات کے ہر پٹے کے چار ساڑھے چار سو
 لڑکے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں اگرچہ انگریزی عربی فارسی سنسکرت ریاضی کی جماعتیں
 علیٰ حدہ ہیں اور ہر جماعت کا کمرالگ ملگراوقات درس کے علاوہ سب ایک دوسرے سے بلا
 امتیاز آزادانہ ملتے بات چیت کرتے اور کھیلتے ہیں مبتلا کو چال دیکھ کر بلا مبا لغہ اسی خوشی
 ہوتی جیسے کسی جانور کو قفس سے آزاد کر کے باغ میں چھوڑ دیا جائے اب تک یہی جانتا تھا
 کہ میانجی ہوئے مولوی ہوئے ٹیپے ہی ہوتے ہونگے کیونکہ اس نے اپنے میانجی کو
 دیکھا تھا پلکیں تک سفید یہاں مدرسے میں آکر دیکھا مدرس اکثر جوان کہ اب سے چار
 چار پانچ پانچ برس پہلے خود طالب العلم تھے امتحان دیا کا سیاب ہوئے زمرہ مدرسین میں
 داخل کر لیئے گئے اس کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ بعض مدرس اپنی جماعت کے بعض
 بعض طالب علموں سے بھی کم سن ہیں جس جماعت میں مبتلا داخل ہوا چونکہ عربی کی
 سب سے چھوٹی جماعت تھی اس میں طالب العلم کی بڑی کثرت تھی رحبر میں تو ستر
 لڑکوں کا نام تھا مگر پچاس پچیس ہمیشہ حاضر رہتے تھے ان میں سے ایک تہائی کے
 قریب مبتلا سے بہت بڑی عمر کے تھے اس جماعت کو جو مولوی صاحب پڑھاتے تھے
 جیسے ان کی جماعت سب جماعتوں میں چھوٹی تھی ویسے ہی تمام مدرسوں میں خود
 بھی سب سے چھوٹے تھے عمر میں قد و قامت میں وقعت و وجاہت میں یعنی قسمت
 سے مدرس بھی ملے تو یاد استاد لڑکا تھا انکیلا اور طرح دار مدرسے کے احاطہ
 میں پاؤں کا دھرنا تھا کہ پاروں نے مبتلا کو ہاتھوں ہاتھ لیا بعض تو تنگی باز دھڑا پڑھ
 کر ایسی بُری طرح گھورتے تھے کہ گویا آنکھوں کے رستے کھائے جاتے ہیں

پہلے ہی سے لڑکوں میں بہت سی ٹولیاں تھیں اب ایک بڑی بھاری اور نئی ٹولی مبتلا کی قائم ہوئی۔ ایک جماعت بندی تو سرکاری تھی کہ جس قدر لڑکے ہم سبق پڑھتے سب کے سب وقت واحد میں ایک استاد سے پڑھتے مگر ایک جماعت بندی لڑکوں نے آپس میں ٹھیکر رکھی تھی جبکہ پہلے ٹولی سے تعبیر کیا جس طرح سرکاری جماعت بندی کے اوقات مقرر تھے کہ مثلاً جب یا ضی کا گھنٹہ آیا عربی اور فارسی اور سنسکرت کی جماعتوں سے جو جو یا ضی کا پڑھنے والا تھا ماسٹر صاحب کی خدمت میں آ حاضر ہوا اسی طرح ٹولیوں کے اجتماع کے بھی خاص خاص اوقات تھے مدرسے کے وقت سے ذرا پہلے لڑکے سویرے مدرسے میں پہنچتے یا جب ایک بچہ نماز کیلئے ایک گھنٹے کی گھنٹی ہوتی یا مدرسہ برخاست ہونیکے بعد ان تین قوتوں میں جو لڑکا جس ٹولی کا تھا اس میں آ ملتا اور بعض بھٹیل بھی پڑے پھرتے تھے جو کسی ٹولی میں تھے۔ یہ ٹولیاں ایک مجمع ناجائز تھیں اور ان کی اغراض مشترکہ تمام تربیوہ مدرسے کے سارے انتظام اچھے تھے جن میں وہ پڑھاتے جو دنیا میں بکار آمد ہوں شوق کے مشعل کر نیکو امتحان کا قاعدہ نہایت عمدہ تھا فرداً فرداً ایک ایک لڑکے کو الگ الگ سبق پڑھانے سے جماعت جماعت کو پڑھانیکا نہایت مفید طریقہ تھا اس لڑکوں میں ایک طرح کی منافست پیدا ہوتی تھی کہ ایک پر ایک سبقت لے جانی چاہتا تھا دوسرے سبق پڑھنے سے ایک ایک کی مدد کر سکتا تھا تیسرے لڑکوں کی لیاقت کا موازنہ اور مقابلہ بخوبی ہو سکتا تھا۔ لڑکوں کو حاضر باشی کا پابند کر نیکے لئے ترتیب نشست کارو و بدل بھی بہت موثر تھا پڑھائی اس قدر تھی کہ لڑکوں کے تمام وقت مشغول رکھنے کیلئے بخوبی کافی تھی نوبت نوبت مختلف مضامین کے پڑھانے سے طبیعت ملول اور کُند نہیں ہونے پاتی تھی غرض سبھی انتظام پہلے تھے مگر افسوس لڑکوں کے چال چلن اور اخلاق کی طرف کسی کو مطلق توجہ نہ تھی ہر مدرس اس فکر میں رہتا کہ جس چیز کا پڑھانا اس سے متعلق ہے

اُس چپکے امتحان میں لڑکے شے نہ دیں جب تک کوئی لڑکا اس شرط کو پورا کیے جاتا ہے اگر چہ چوری
 چھپے ناجائز طور پر دوسروں کے پردے کر ہی کیوں ہو کسی کو اُس کے کردار سے بحث نہیں چوری کرو
 جھوٹ بولو نہ ساز جوتی پر زار لڑو گالیاں دے اور گالیاں کھاؤ شرافت کو ٹٹا کھاؤ بد معاشوں
 رہو اور بد معاش بنو گلیاں کھیلو پتنگ لڑاؤ اکھاڑے میں جا کر ڈنڈ پیلو مگر دھڑاؤ گاؤ بجاؤ
 غرض جو تمہارا جی چاہے سو کرو مگر جو چیزیں پڑھائی جاتی ہیں اُن میں امتحان اچھا دو تو سکا لڑپا
 بھی ہوا انعام بھی ہے سنج روئی بھی ہے۔ آفریں اور تحسین بھی ہر داہ داہ بھی ہر چھٹی بھی ہر
 شریفکٹ بھی ہے اور آخر کار نوکری بھی ہے۔ مدرس خوش سپرل صاحب اُضی۔ مبتلا کی افتاد تو رو
 پیدائش سے بگڑی ہوئی تھی زمان خانے میں پرورش پاتا تھا کہ اس کے دہلیں بدی کا
 بیج بویا گیا مکتب میں تھا کہ بیج کا درخت ہوا اب مدرسے میں آکر وہ درخت پھولا اور پھیلا گھیر
 بچھڑا تھا مکتب میں بچھڑے کا بیل ہوا اور مدرسے میں بیل کا ساٹھ کسی قسم کی آوارگی نہ تھی جو
 اس سے بچی ہوا کسی طرح کی بیہودگی نہ تھی جو اس نے نہ کی ہو جس طرح مبتلا مدرسے کے بڑے کو کوئی صحبت میں نہ لکنا بنا
 چھیلنا بنا طرح ربا مسخرہ بنا کو پتہ کرنا مٹکا نڈان اور کیا کیا بنا اسی طرح مبتلا تخلص لکھنا عونا اور فضیلتیں تو
 رفتہ رفتہ بھولی بسر ہو گئیں شاعری کی یادگار اس کا منجوس تخلص وہ گیا۔ ہمکو تو اس کے
 نام سے اس قدر نفرت ہو گئی ہو کہ اس کے حالات کا دریافت کرنا کیسا سنے کو بھی جی نہیں
 چاہتا مگر خیر منہ پر بات آئی رُک نہیں سکتی آٹھ برس کی بچت مدرسے میں ہا آخر کچھ نہ کچھ تو پڑھتا
 ہی ہو گا کہ عربی کی دوسری جماعت تک اس نے ترقی کی دس و پندرہ مینا وظیفہ پاتا تھا برس
 کے برس انعام بھی ملتے رہتے تھے ایک سال سنا کہ ایسا اچھا امتحان دیا کہ تمہارا یہ کچھ تعجب کی
 بات نہیں اور نہ اس سے آوارگی کا الزام فہم ہو سکتا ہو ہمکو اس کی ذکاوت کا حال معلوم
 ہے وہ اس بلا کا ذہین تھا کہ مدرسے کی پڑھائی کی اُس کے کچھ حقیقت ہی نہ تھی برس میں

ایک بار تو امتحان ہوتا تھا اکثر انگریزوں کے بٹے دن سے پہلے پس امتحان کے جینے ڈیڑھ گھنٹے آگے سے وہ طیارہ کر لیتا ہوگا۔ لیکن فرض کیا کہ وہ اچھی طرح پڑھتا ہی ہو تو بد وضع کو پرکھنے سے فائدہ علم سے حاصل اس سے جاہل بدسلوچ بہتر آن پڑھ کہیں بھلا مدرسے سے پہر سو اپہرات گئے بلکہ کبھی آدھی کبھی پچھلی رات کو تو اس کا گھر میں آنیکا معمول شروع سے تھا اور پھر اچھی طرح سوچ نہیں نکلا کہ اس کے شیاطین لانس لگے گھر پر اگر کٹھنڈی کھٹکھٹانے دستک دینے اور پکارنے سیٹی بجانے اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ تین تین چار چار دن تک برابر غائب ہاں کو یہ تمام تفصیلی حالات معلوم تھے مگر اب اس کی محبت کا دوسرا رنگ تھا بیٹے سے اس قدر ڈرتی تھی جیسے قصائی سے گائے اس کے دل میں آپسے آپ یہ خوف سما گیا تھا کہ بٹیا ہو یا شاہراہ جو ان ایسا انومیری بات کا برا مانکر کہیں کو نکل جائے یا اپنے تئیں ہلاک کرے تو پھر میں کدھر کی ہوئی اس ڈر کے مارے بے چاری کبھی چوں نہیں کرتی تھی اور مبتلا نے اپنے تئیں اس کے نزدیک ایسا ہوتا بنا رکھا تھا کہ جب اسکی صوت دیکھتی ہر کجا ہوا کر رہ جاتی پہلے سے بھی مبتلا کی شرارتوں کی باپ سے پردہ داری کی جاتی تھی اب انہیں شرارتوں کی بدکرداریاں ہو گئی تھیں آدھر شرارتوں میں ترقی ہوئی آدھر دھڑائی میں زیادہ اہتمام ہونے لگا مگر باپ نے دھوپ میں داڑھی سفید نہیں کی تھی بڑھا اس کی چال ڈھال سے اس کی گفتگو سے اس کی کن انکھیوں سے ناٹ لیتا تھا مگر بی بی کا مغلوبہ تھا اور خوب چلتا تھا کہ اسکو بیٹے کے ساتھ بلا کا شغف سے اور یوں بھی ہر کام میں مسابقت کرنا اس کی ہمیشہ کی عادت تھی اور انھیں جوہ سے اس نے مبتلا کی اصلاح کی طرف کبھی پوری توجہ نہ کی اب جو ان بیٹے کے کیا منہ لگتا ایک کہتا تو دن سنا آخر اس کے سوکے اور کچھ نہ سوچ پڑی کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس کو پابند کر دیا جائے۔

۱۱/۱۲/۶۷

چوتھی قبلہ کا بیاہ اور اُس کا معاملہ بی بی کے ساتھ

یہ کہ بی بی کہ قبلہ کو مدرسہ میں داخل ہوئے چوتھا برس شروع تھا۔ خوش حال بابا کا بیٹا صوبہ
 ٹکال کا چھابکا حصہ سے زیادہ اچھا پڑھا لکھا کماؤ دس و پیر کا مدرسہ میں وظیفہ دار اُس و داد کے
 رط کے کو بیٹوں کی کیا کمی تھی قاعدے کے مطابق قبلہ کی طرف سے بیٹی والوں کے یہاں ابتدائی
 رقعہ جانا چاہیے تھا مگر قبلہ کی ظاہری حالات دیکھ کر لوگ اس قدر رنجھے ہوئے تھے کہ
 کئی جگہ سے بیٹی والوں نے منہ پھوڑ کر رقعہ منگو ابھی دستور کی بات کہ خریداروں کی کثرت تھی
 ہے تو بیچنے والے کے منہ چل جاتے ہیں۔ قبلہ کی ماں بہنوں کا خیال تھا کہ کہیں کی بات ان کے ظہر
 تلے آتی ہی نہ تھی ورنہ کیا قبلہ جیسا اللہ تعالیٰ کا بیٹا سترہ اٹھارہ برس کی عمر تک کو اربابیت
 اب تک تو اس کے ایک چھوڑ کبھی کے چار چار بیاہ ہو گئے ہوتے اس گھر کی خوشحالی اتنی ہی تھی
 کہ قلعے کی تختیاں اسامیاں مکانات کا کرایہ ملا کر کل سو سو روپے کی آمدنی تھی اور اس میں اتنا
 بڑا کنبہ مگر وہ تو قبلہ کا بابا ایسا منتظم اور گفتا شعار آدمی تھا کہ اس نے اپنے سلیقہ سے گھر کا بھر م بنا
 رکھا تھا اس حالت پر جہاں کہیں سے پیام آیا چھوٹے کے ساتھ ایک دم سے چاندنی بھی
 نہیں سونے کے پلنگ کی فرمائش ایسے اصرار کے ساتھ ہوتی تھی گویا کہ نکاح کی شرط اعظم
 اوچھ معاملے کی بات جیسا لینا و لینا دینا سیکڑی تو یہ تھی کہ لیس تو سترہ پلنگ اور دینے کے
 نام پٹاری کے خرچ کیلئے ابھی نہیں کیونکہ ہمارے خاندان کا دستور نہیں فی شرع محمدی
 سو روپے کا چڑھاوا۔ سو روپے کا جھومر صحت شکل اپنی جگہ بھی تماشہ کسے ہیں اور سمجھنے
 اور غور کرنا اس کو تو یہ بات ہو گیا جو دیکھ شخص خوبصورتی کا خواہاں ہو مگر میری بھلی
 کالی گوری یہاں تک کہ کانٹری کھداری اللہ کی بنیاں سمجھی چلی جاتی ہیں ہم نے تو اتنی عمر ہوئے

آئی کسی کو صوت کی وجہ سے کواری بیٹھے نہ دیکھا تاہم چونکہ بتلا ایک خوبصورت خاندان کا آدمی اور خود بھی بڑا خوبصورت تھا اگر اس کیلئے خوبصورت بی بی تلاش کی جاتی تھی تو کچھ بیجا بات کتنی مگر تلاش کر نیکی بھی طریقے ہوتے ہیں کہ عورتیں چری چھپے حیلے بہانے کسی طرح لڑکی کو یا تو خود کسی وقت دیکھ آتی ہیں یا اپنے دیکھنے کا موقع نہیں بنتا تو کسی بھینچکدھلا لیا کرتی ہیں یہاں تو یہ ضد کہ ہم تو اپنی آنکھ سے دیکھ بھا لکر کر نیکی اور اپنے ہاتھوں لڑکی کے منہ میں مصری کی ڈلی دینگے کیسی کیسی جگہ سے پیام آئے کہاں سے آیا مگر ہمیں لین لین پر تیار ہوئی کہیں صورت پسند نہ آئی کہیں دیکھنے بھالنے کی شرط نامنظور ہوئی غرض کہ بات ٹھہری ٹھہرائی نہیں پچاسوں پیام مسترد اور بیسیوں جگہ سے رقعہ واپس رشتے ناتے کی بات چیت ہو کر چھٹ چھٹا ہو جانا یا رقعہ چاکر واپس آنا کچھ آسان نہیں ہو بیٹی والے اسمیں اپنی ہمت کسمجھے ہیں اور انکو خیال ہوتا ہے کہ ایک جگہ کا رقعہ واپس جائیگا تو دوسرا نکو خدا جائے کیا کیا خیالات پیدا ہونگے اگر ایسے موقع پر دلو میں بخش آجاتی ہو خیر ایک جگہ بھجوری ایسا اتفاق ہو تو مصداقہ نہیں نہ کہ بتلا کا رقعہ آج بھیجا اور آدہ کر دینا بعد ضرور اٹا منگو الیا جب متواتر واپسی رقعے کی نوبت پہنچی تو سارے شہر میں ایک غل سا پڑ گیا اور جہاں جہاں سے رقعہ واپس منگوایا گیا انکے ساتھ بیٹھے بٹھائے ایک طرح کی عدوت قائم ہوئی یہاں تک نوبت پہنچی کہ جس مشاط سے کہتے کانوں پر دھرتی جہاں رقعہ بھیجتے وہ لوگ لانے والیکے اندر آنے تاک کے روادار نہوتے پس اس خاندان کے ناز بیجائے بتلا کو ایسا نکو بنا دیا کہ اب کوئی اس کی بات کی ہامی نہیں بھرتا تھا رقعے کا بے رد و کد واپس آنا تو ممکن ہی نہیں ایک گھر کا تو ہم کو حال معلوم ہو کہ وہاں پہلے مشاط کی معرفت زبانی بات چیت ہوئی وہ لوگ ان کے کنبہ دار بلکہ کچھ دور کے رشتہ دار بھی تھے مہینوں سوال و جواب ہوتے رہے اکثر باتیں طو ہو کر بعض کی نسبت کچھ تکرار دہش تھی کہ کیا ایک

ان کی طرف سے رقعہ موجود ہوا بیٹی والے خوش ہوئے کہ گفت شنود کے بعد جو رقعہ آیا تو بس اس کے
یہی معنی ہیں کہ منظور کر لیا چنانچہ یہی سمجھ کر رقعہ تو رکھ لیا اور جواب میں بانی اتنا ہی کہلا بھیجا
کہ تم کو بڑے چشم منظور ہے خدا انجام چھا کرے ان شاء اللہ دو چار دن میں صلاح کر کے کوئی اچھی
سی تاریخ پھر آکر کہلا بھیجیں گے یہ حد نہیں آکر لڑکی کا منہ بیٹھا کر جاتیں پھر اللہ خیر کرے جب ان کی
مرضی ہوگی سیاہ برات ہو بیگاہم تو اس وقت چاہیں تو اس وقت طیار میں ہمارے یہاں راویر
نہیں۔ جو عورت یہ پیام لیکر گئی تھی مبتلا والوں نے اسی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ پہلے ہماری
شرطوں کے مطابق شہری اقرار نامہ بھیجیں تب تاریخ بھیرائی جائے تاریخ کا ٹھیکرانا ایسا کیا
ہے یہ سنکر سب کو سخت تعجب ہوا اور اپنا سامانہ لیکر رہ گئے آخر مبتلا والوں کی طرف سے واپس رقعے
کا تقاضا ہوا دینے دو دو بار رقعے کیلئے آدمی جاتا اور ایسی سخت سخت باتیں کہتا کہ گویا رقعہ کیا
ہے مہاجن کا قرض ہے خیر مار کر رقعہ واپس تو کیا مگر اس طرح کہ مائے غصے کے نکالکر موہری
پر پھینک دیا کہ خواب کی پھیلی جس میں رقعہ دستور کے مطابق لپٹ کر آیا تھا تمام کچھ پیسے لٹ پٹ
ہو گئی اور کہا کہ جاؤ اس کو شہد لگا کر چاٹو اور دیکھو خیر دار لڑکے کی اماں ضرور ضرور کہہ دینا کہ تم نے
کنبے داری میں دو مہینے بات لگی رکھ کر آپ ہی رقعہ بھیجا اور پھر آپ ہی ان ہونی باتوں
پر اصرار کر کے واپس منگوایا یہ کچھ بھلنا امت کی بات نہیں ہو مرنے مانا کہ اُنکا بیٹا اُن کیلئے
چوہے کو ہلدی کی گرہ اللہ آمین کا ہو مگر دوسروں نے بیٹیاں کو بڑے پریشانی میں نہیں پائیں
ایسی شرطوں سے جو نہ سنیں نہ دیکھیں اُنکو شہر میں تو ان شاء اللہ بیٹی ملنے کی نہیں۔ سو کا
پینگ اُن کو مانگتے ہوئے شرم نہیں آتی اس سے پہلے تین بیٹیاں بیاہ چکے ہیں اور ابھی اللہ
رکھے آگے دواؤں موجود ہیں بیٹیوں کو تو دھنگ کے نوٹھی پینگ بھی نہ جڑے بیٹے میں ایسا کیا
خواب کا پر لگا ہے کہ بدون سونے کے پینگ کے اُسکو نیند نہیں آتی اسکو وہ نگوڑا بیچر از نجا جھکو

سارا شہر ٹھٹھی ٹھٹھی کر رہا ہے۔ خدا نہ کرے جو کوئی بھلا مانس اس کو بیٹی دے منہ پر ہاتھ پھیر کر دیکھیں ناک ہی یا کٹ گئی ہمارے نزدیک دنیا جہان کے نزدیک تو جڑ بنیاد سے کٹ گئی جس گھر سے رقبے کی واسپی کا مذکور ہے اس گھر کی عورتیں ایسی ملنسار تھیں کہ ہمارے شہر میں ان کا حصہ بچرا چلتا تھا کہیں شادی بیاہ ہو کوئی دوسری تقریب اسکے یہاں ضرور ہلاو آتا اور یہ بھی اپنے یہاں کی چھوٹی بڑی تقریبات میں سبھی کو بلاتے سبھی کو یکساں پوچھتے تھے ان عورتوں نے صدفیں آکر بتلا کا اچھی طرح خاکہ اڑایا اور ہمارے شہر میں خوب جھنڈ ورا پٹیا اور سوا کیا غرض اس گھر کے بگاڑنے رہی ہے اور بھی آس توڑ دی اب شہر میں بتلا کی نسبت ناطے کا ہونا محال تھا بہت قریب کے رشتہ دار و نہیں جس قدر بیٹیاں تھیں بتلا تھے تو بڑے لافے دودھ پی پی کر ان سب کو رضاعی بہنیں بنا چکے تھے۔ بتلا کے نزدیک دور کے رشتہ دار و نہیں ہی مثل تھی لڑیں سورا ندہ وزن سودر ماندہ اب صرف ایک گھر رہ گیا کہ ہو تو وہیں ہو ورنہ بتلا ساری عمر کو ابرا پڑا پھے۔ بتلا کی بھوپھی دلی سے دس بارہ کوس سیدنگر میں بیاہی ہوئی تھیں وہ لوگ زمیندار تھے مگر زمینداروں میں سربراہ و رہے بڑے سالم چھے گاؤں کے مالک انکے بزرگ تو ہما نداری اور مسافر نوازی اور داد و دہش میں دور دور مشہور تھے مگر اب کثرت پٹی داری کے سبب ویسی آمدنی تھی نہ وہ دل قریب شہر کی وجہ رعایا شوخ جھڑا و نہیں طرح طرح کی ہنگامیں غرض ہمیشہ انہیں کے دو چار آدمی مقدموں کی پروی کیلئے شہر میں جو درہتے تھے جب طرح دائم المرض اپنی دوا کرتے کرتے حکیم ہو جاتا ہے اس طرح یہ لوگ مقدمے لڑتے لڑتے ایسے قانون ال ہو گئے تھے کہ ہر سرور و نکوالت کرتے دیکھو ملکی کچھ حقیقت نہ سمجھتے ڈھونڈ ڈھونڈ کر لڑائیاں مول لینے اور تلاش کر کے جھگڑے خریدتے قریب جوار میں یہ لوگ ایسے لڑا گواہ و جھگڑا گوشہ نشین تھے کہ لوگ ان سے رشتہ ناط کرتے ڈرتے تھے رقبے کا پہنچنا تو بہت بڑی

بات تھی اگر ان کے یہاں جھوٹوں بھی تذکرہ ہوتا اور یہ چاہتے تو سچوں سر ہو جاتے اور کچھ ایسے قانونی اڑنگے گاتے کہ کسی کی ایک نہ چلتی مگر مبتلا کو کوئی دوسرا گھر نہ تھا خدا نے ایسا ان کے غرور کو ڈھایا کہ کس کا پلنگ اور کہاں کا دیکھنا بھالنا مبتلا کی ماں گتیں اور منگنی ٹھیرا کان دبا کر چکی چلی آئیں اور اگر ذرا بھی چین چڑکرتیں تو فوج داری کے استغاثوں اور یونی کی تاشوں کے ماسے ہوش بگڑ جاتے اب مبتلا کی منگنی کو منگنی نہ سمجھو بلکہ بیچ ڈالنا یا غلام بنانا دنیا یا عمر قید سمجھو بیاہنے تو برابر ہی کے اچھے بچے ہیں خیر ٹھارہ میں تنکے فرق کا بھی مصافحہ نہیں مگر یہاں تو سید نگر والوں کی اس قدر میت چھار ہی تھی کہ جیسے کسی بڑے جابر کو تو ال کی۔ ادھر سے حکم ہوتے تھے ادھر سے تعمیل ادھر سے فرمائش ادھر سے بجا آوری ادھر سے ناز ادھر سے نیاز بعد چند سے انہوں نے کہلا بھیجا کہ اگلے مہینے کی دسویں کو اس طرح ساز و سامان کے ساتھ بارات یہاں پہنچے ویسا ہی ہوا بیس ہزار روپیہ مہر ماننا ہو گا۔ اولن لیا ہزار روپیہ چوڑے چڑھا دے کا نقد دینا ہو گا اور دیا پچیس سو پے مہینہ پٹاری کا خرچ لکھوانا چاہا اور لکھوایا مگر بات یہ ہے کہ سید نگر والوں نے بیٹی کو دیا بھی تو اتنا کہ سولے کا پلنگ تو نہ تھا شاید ان کے یہاں کا دستور نہ ہو گا مگر گلے اور کانوں کا اور سر کا سکر کا سارا زیور دو ہر املا جڑا الگ شادی بیاہ میں پہنے کا اور سادہ الگ ہر روز کے استعمال کا غرض سید نگر والوں نے بیٹی کا بیاہ اپنے نام کے مطابق کیا دلتی میں اتنا جہیز ملنا کہ کل تھا لوگ باہر کی سو بھا اور مال اسباب کی فہرست دیکھ کر پانچ ساڑھے پانچ ہزار کا جہیز آ نکلتے تھے اور پر کا خرچ الگ سو گھر کا دھڑیوں بھی اور منوں غلہ زمینداروں کے یہاں اسکا سارا کیا۔ انیسویں برس مبتلا کا بیاہ ہوا جیسے کہ اعتبار سے تو دامن بہت اچھی بائی ذات جماعت کچھ پوچھنی نہ تھی سگی بھوپھی کی بیٹی رہی صوت کوئی خاص چیز تو چند ان کی نہ تھی بلکہ الگ الگ

دیکھو تو رنگ بھی گورا نہیں تو کھلتا ہوا۔ چنپٹی۔ آنکھ۔ ناک۔ دہانہ۔ ہاتھ۔ مانگ کسی میں کوئی خاص عیب نہ تھا ہاں چہرے کی مجموعی بناوٹ میں خدا جلنے کی بات تھی نزاکت و حریمیت جامہ زیبی نہ تھی ہزار بیسیوں میں بیٹھی ہو تو صاف پہچان پڑتی کہ باہر کی ہی اور سچ تو یہ ہے کہ بتلا کے پہلو میں رہی سہی اور بھی بے رونق معلوم ہوتی تھی جن لوں بتلا کا بیاہ ہوا وہ اپنے آپ میں تھا نشہ شباب میں سرشار اور بہت سیر متاشو نہیں منہمک۔ وہ اپنے بیاہ برت کی خبر سنکر خوش ہوتا تھا مگر صرف اس لیے کہ ناچ دیکھنے میں آئینگی شادی کی تیاریاں دیکھ کر مسرت ظاہر کرتا تھا مگر فقط اس غرض سے کہ گانا سنینگے وہ اگر سمجھ کو کام میں آتا تو اسکی سمجھ رہا تھی اور جان سکتا تھا کہ بیاہ کیا چیز ہے اور بیاہ سے کس طرح کی مڑاریاں ملتی ہیں مگر وہ دنیا کے کام میں مطلق غور کرتا ہی نہ تھا اُس نے ایک لمحے کیلئے بھی بیاہ کے انجام کو نہ سوچا اُس نے نواح کے وقت قبلت کما گویا کہ کھیل ہو اقرار نامہ پر دست خط کیے یعنی سنہی اُس کو بی بی کی طرف ملقت ہونا چاہیے تھا اول ملقت ہوئی اُس کی عمر بھی تھی مگر اُسکی آنکھیں ٹھوٹھتی تھیں ناز و کرشمہ غمزہ وادائشک چٹکے ہر شریف زادوں میں کہاں اور خصوصاً دیہات کی شریف زادیوں میں پس اُس بی بی کو دیکھنا پسندیدگی سے استکاراہ اور ناخوشی سے اور بی بی کے ساتھ اُس کی لشم لشم گزرتی گئی اور آپس میں دلی محبت و مواسست پیدا نہ ہوئی جیسی نئے بیاہے ہوئے دو لہادوں میں ہونی چاہیے اور عورتیں تو اکثر ہوا بھی کرتی ہیں علاوہ اس کے بتلا کو ابھی اپنی ہی پراختیافت فرصت تھی سو دلہن کی ایک اسن تو وہ آپ کھانا و سنگھار میں ہر دم مصروف رہتے نہایت میں ہر لمحہ مشغول۔ وہ خود اپنی حسن صورت پر اس قدر فریفتہ تھا کہ آئینہ دیکھنے سے کبھی اُس کو میری ہی نہیں جتنی تھی اسکو یہاں تک جذبہ لے کھیر رکھا تھا کہ راستہ چلتا تو مڑ مڑ کر اپنے سایے کو دیکھتا جاتا۔

۲
۳
۴
۵
۶
۷
۸
۹
۱۰
۱۱
۱۲
۱۳
۱۴
۱۵
۱۶
۱۷
۱۸
۱۹
۲۰
۲۱
۲۲
۲۳
۲۴
۲۵
۲۶
۲۷
۲۸
۲۹
۳۰
۳۱
۳۲
۳۳
۳۴
۳۵
۳۶
۳۷
۳۸
۳۹
۴۰
۴۱
۴۲
۴۳
۴۴
۴۵
۴۶
۴۷
۴۸
۴۹
۵۰
۵۱
۵۲
۵۳
۵۴
۵۵
۵۶
۵۷
۵۸
۵۹
۶۰
۶۱
۶۲
۶۳
۶۴
۶۵
۶۶
۶۷
۶۸
۶۹
۷۰
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴
۷۵
۷۶
۷۷
۷۸
۷۹
۸۰
۸۱
۸۲
۸۳
۸۴
۸۵
۸۶
۸۷
۸۸
۸۹
۹۰
۹۱
۹۲
۹۳
۹۴
۹۵
۹۶
۹۷
۹۸
۹۹
۱۰۰

پانچویں فصل مبتلا کی مصیبتوں کا آغاز اور اس کی بدکرداریاں

یہاں تک مبتلا کی زندگی نہایت ہی بے فکری سے گزری اُس نے چودہ برس کی عمر تک گھر میں ایسے عیش و آرام کے ساتھ پرورش پائی کہ کمتر کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ بدقسمت اس کے یار دوستوں نے ماں باپ سے بڑھ کر اس کی ناز برداریاں کیں مگر اب اُس کے عیش کی مدت آرام کی حلت پوری ہو چکی تھی اور یہی حال ہر دنیا کی تمام حالتوں کا کہ راحت ہے تو ایک وقت خاص تاکہ یہ مصیبت ہے تو وہ بھی ایک میعاد مقرر تک اُس کو ثبات اور تہ اس کو قیام قہ عارضی اور یہ چند روزہ جن کو خدا نے عقل سلیم دی ہے وہ حالت کو اسی طور پر نگیز کہتے ہیں کہ اس کے زل ہونے پر ان کو ملال نہ ہوتا سب نہ کرنا پڑے اتنا نہیں کھاتے کہ تھمہ ہو ایسے دڑ کر نہیں چلتے کہ ٹھوکر لگے عادتوں کو طبیعت نہیں ہونے دیتے اور امور اتفاقی کو ضروری نہیں سمجھ لیتے۔ یاقوت یا ہنر یا صفت یا جوہر یا خوبی یا مابہال یا تیا یا سر یا فخر و ناز یا ذریعہ تعریف یا وسیلہ تفریح کچھ سمجھو مبتلا کے پاس ایک حسن صوت تھا اور بس۔ یہی ایک چیز تھی جسکی وجہ وہ ہر عزیز بھائی عمل بھائی تھی یہی کیسا اور یہی کسیر تھی تیس تو اس کی سترھویں برس بھگنے لگیں تھیں اٹھا رہیں میں تو اس کی اچھی خاصی داڑھی نکل آتی۔ شہر

گیا حسن خوابان دل خواہ کا ہمیشہ رہے نام اللہ کا

اور داڑھی بھی نکلی تو اس کثر ہے کہ ماتھا اور ناک اور آنکھوں کی جگہ چھوڑ کر کہیں تل دھرنے کو جبکہ باقی نہ رہی جب داڑھی نکلنے کو ہوئی اگر مبتلا اُس کو اُس کے طور پر نکلنے دیتا تو برس سوا برس وہ اور بھی حسینوں کے زمرے میں گنا جاتا اور سبز خط اس کی گوری رنگت پر خوب کھلتا مگر اس نے غلطی یہ کی کہ روئیں نمودار ہوتے ہی اُسترا بھر دیا اُسترا

پانچویں فصل
مبتلا کی مصیبتوں کا آغاز اور اس کی بدکرداریاں

کا پھر وانا تھا کہ کچھ کچھ اگر ایک کی جگہ دس وئیں اور روٹوں کی جگہ کالے کرخت بال مکمل پڑے
 اور چہرے کی جلد پر چوہا لاشباب کا ایک قدرتی روغن تھا وہ بھی گیا گدرا ہوا اب کبھی کھال
 رہ گئی اور اس پر ہزار ہا بال یہ پہلی مصیبت تھی جو مبتلا پڑا ہوا اور اس نے اس پہلی
 کیفیت کے اس قدر جلد زائل ہو جانے کا سخت رنج کیا اور جب اس کے ان دنوں کے
 خیالات پر نظر کی جاتی ہے تو اس کا رنج حق بجانب بھی تھا۔ رفتہ رفتہ زوالِ حسن کا اثر اسکی
 حالت پر مرتب ہونے لگا جو لوگ اس کی ملاقات کے شائق رہتے تھے نفرت اور جو دہنے لگے گزیر
 کرنے لگے۔ یا راغیار ہو گئے اللہ کیا زمانے کا انقلاب! یہ گرم صحبتوں کی جگہ صاب
 سلامت رہ گئی وہ بھی دور کی اختلاط کے عوض راہ گزر کی مٹ بھڑوہ بھی اتفاقی اس کی
 طرزِ زیست اذعائی ضرورتوں کو اور اذعائی ضرورتوں نے پھر کو اتنا بڑھا دیا تھا کہ مگر کا
 وظیفہ اور اس کا چہرہ چند اور اس کو مشکل و فاکر تا اب ادھر تو اس کے اعوان و انصار دست
 ہوئے اُدھر جو گھر سے مدد ملتی تھی اس میں بی بی نے حصہ بٹوانا شروع کیا ضرورتیں اگر
 جائز اور واجبی ہوتیں گھر سے مدد ملتی مگر حاجتیں ناجائز اغراض بھیودہ گویم مشکل گزرنے گویم
 مشکل جی لپٹاتا اور ناچار ضبط کرتا طبیعت بھڑھرائی اور مجبوری پتے کو مارتا۔ انگریزی کی
 کہاوت ہے کہ مصیبتیں ایک ایک کمرے کے نہیں آتیں یعنی جب آنے کو ہوتی ہیں تو بس ایک
 تار بندھ جاتا ہے۔ مبتلا کے بیاہ کے بعد سے تو گویا اس کہاوت کے سچا کرنے کو موتیں کچھ ایسی
 تا بڑ توڑ ہوتیں کہ پانچ برس کے اندر ہی اندر جتنے بزرگ تھے کیا مرد کیا عورت ایک کے بعد
 ایک بھی تو رخصت ہوئے بہتیں بیاہی جا کر اپنے اپنے گھروں میں آباد تھیں بس اب
 تن تنہا مبتلا رہ گیا اور ایک بی بی کہ وہ بھی اس کی بے اتفاقی کی وجہ سے پہلے تو اکثر
 یکے میں ہستی تھی چوتھے پانچویں مہینے ہمان داخلِ مسلسل آگئی تو آگئی اب ٹی برس دن

ہوا تھا کہ مال درہا پونوں کے مرجان سے بھائیوں کے شرکے سے محروم کر نیچے لے بلانا چلانا مطلقاً موقوف کر دیا تھا اور بھجوری نہایت کس پر ہی کی حالت میں مبتلا کے یہاں ڈھنسی دیے پڑی تھی مبتلا پر مصیبتوں کا ایسا پہاڑ ٹوٹا تھا کہ اگر وہ ذرا بھی عقل سلیم رکھتا ہوتا تو ساری عمر اس تازیانے کو نہ بھولتا۔ مگر اُس کے دل پر تو مہر لگی ہوئی تھی اور آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا کیسی عبت اور کس کی ڈرنا مطلق العنان ہوتے ہی لگا دکلی دوڑنے پورے بھاگنے یہاں تک کہ جن حرکتوں کو پہلے چراتا چھپاتا اب کھلے خزانے انکے کرنے میں ذرا بھی نہ شرماتا باپ کے مرتے ہی میدان خالی پاکر تفریق کے جلے اور غمگساری کے بہانے سے دوست آشناؤں نے پھر اُسکو آن گھیرا اور وہی اپنی قدیم ٹپی اُس کی پڑھا چلے چلے بھی نہیں ہونے پایا تھا کہ جلے شروع ہو گئے

چھٹی فصل مبتلا کے چچا کا حج سے واپس آنا

مبتلا کے حقیقی چچا میر تقی ایک سے نواب بام پور کی سرکار میں نوکر تھے اور وہیں ایک شریف خاندان میں انہوں نے اپنا نکاح بھی کر لیا تھا مبتلا اُن دنوں مکتب میں پڑھتا تھا کہ میر تقی دلی ہو کر بھائی سے ملتے ہوئے حج کو گئے ارادہ تو صرف حرمین شریفین کی زیارت کا کر کے گئے تھے مگر وہاں پہنچ کر یہ خیال ہوا کہ سالہا سال کے ارادے میں نواب بمشکل گھر سے نکلنا ہوا کیا معلوم کہ اب زندگی میں پھر یہاں آنا نصیب ہو یا نہ ہو لاؤ لگتے ہاتھوں جہانیک ہو سکے زیارتیں تو کر لو۔ پورے تین برس تو زیارتوں میں لگے پھر تین برس تک متواتر ایسا اتفاق پیش آ گیا کہ جب واپسی کا ارادہ کرتے تھے بیمار ہو ہو جاتے تھے غرض ساتویں برس لڑے تو بمبئی میں پہنچ کر انہوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ بھوپال میں استاد سے احمد آباد میں پیر سے اور دہلی میں بھائی سے ملتا ہوا راسپور جاؤں گا۔ دہلی میں خل ہوئے تو تھوڑی

رات گئی تھی سیدھے بھائی کے دروازے پر اکھڑے ہوئے کیا دیکھتے ہیں کہ بھائی
بند اور طبلے کی تھاپ کی آواز اندر سے چلی آ رہی ہے سمجھے کہ نالچ ہو رہا ہے۔ تھوڑی
دیر میں بڑے زور کے قہقہے سنائی دیئے معلوم ہوا کہ بھائی نقلیں کر رہے ہیں میری قی کو پہلے
ذرا سادھو کا ہوا کہ میں نے گھر کی شناخت میں تو غلطی نہیں کی گلی کے نکر تک لوٹ کر
گئے ادھر دیکھا ادھر نگاہ کی بے شک سات برس کے عرصے میں تھوڑے بہت تغیرات بھی ہو
تھے مگر اس قدر کہ آدمی جہاں پیدا ہوا پرورش پائی بڑا ہوا رہا سہا اس گھر کو نہ پہچانے پھر
خیال ہوا کہ شاید بھائی نے اس گھر کو چھوڑ دیا ہو اسی سوج میں کھڑے تھے کہ ایک شخص
گلی کی طرف لپکا ہوا چلا آ رہا تھا جب ان کے برابر آیا انہوں نے اس سے پوچھا کیوں جتنا یہ کونسی گلی
ہے وہ یہ کہتا ہوا اپنی دھن میں چلا گیا کہ اس کو سادات کا کوچ کہتے ہیں۔ اب ان کو اس کا تو
یقین کامل ہو گیا کہ گھر کے پہچاننے میں مجھ سے غلطی نہیں ہوئی اب اتنی بات آؤ رہ گئی کہ
بھائی اُس گھر میں ہیں یا نہیں! اس شخص کی جلدی نے ان کو اس کے پوچھنے کی ہمت دی
اتنے میں دیکھا کہ ایک بوڑھے سے آدمی بغل میں بچھونا دباٹے لکڑی ٹیکتے ہوئے اندر گلی
سے آہستہ آہستہ چلے آ رہے ہیں ان سے تھوڑی دور پیچھے ایک جوان سا آدمی ہوا روہ دروازہ چل
رہا ہے یہاں تک کہ جب بڑے میاں کے برابر آیا تو کہنے لگا کہ او حضرت خیریت کیا اس وقت آپ بچھونا
لیتے ہوئے کہاں جا رہے ہیں لایئے بچھونا مجھ کو دیکھئے میں نے بچاؤں بڑے میاں نے کہا
نہیں بھائی تم کیوں تکلیف اٹھاؤ بچھونے میں لیا گیا بوجھ ہو کیا کریں جب سے بے چارے
میرے اُن کا لڑکا خدا اُس کو نیک ہدایت دے بُری صحبت میں پڑ کر لیا آوارہ ہو رہا ہے
کہ سارے سارے دن اور ساری ساری رات گھر میں ڈھانچا کڑی مچی رہتی ہی ہم ٹھیرے دیوار
بیچ اُن کے پڑوسی اتنا نہیں بن پڑتا کہ گھر میں درگت نماز اطمینان پڑھی جائے نا چار میں

صحبتوں کو یاد کر کے بڑے میاں بھی آبدیدہ ہوئے اور متقی تو راستے رو رہا تھا۔ ساری رات کا فاقہ جاگنا اور رونا آنکھیں سوچ گئی محقق منہ کے آواز نہیں نکلتی تھی بارے بڑے میاں بہت کچھ سمجھا یا اور دنیا کے دستور کے مطابق صبر کی تعلیم کی اور کہا کہ میاں مرحوم تو اللہ کے نیک بندے تھے یہاں بھی اپنی اچھی گزار گئے اور ان ارشد و ہاں بھی ان کیلئے اچھا ہی اچھا ہو رہا ہے اگر مے تو اپنی عمر سے مے اور ایک ایک ن بھی کو مرنے بڑا رونا ان کے فرزند ناخلف کا ہے کہ اپنے کردار ناسر سے مرحوم کی روح کو ایذا دے رہا ہے اب تم باپ کی جگہ ہو اس کو سنبھالو اگر ہو سکے اس کو روکو اگر بن پڑے۔ گھر کے نصیب اچھے ہیں کہ تم آپہنچے خدا کو کچھ بھلا کر نا منظور ہو کہ تم کو بھیجا اچھی وقت ہو اگرچہ تنگ موقع ہو کو خیر اور تم یہاں مسجد میں اکیلے بیٹھ کر کیا کرو گے میرے ساتھ چلو تمہارے بھتیجے صاحب تو کہیں دوپہر تک اٹھیں گے وہ بھی اٹھائے سے تب تک میرے گھر کچھ ناشتا کرو ہم بھی کوئی غیر نہیں ہیں تمہارے بھائی صاحب خدا انکو جنت نصیب کئے ہم کو عزیزوں سے بڑھ کر سمجھتے تھے کیا تم کو یاد ہو گا غرضیں متقی بڑے میاں کے ساتھ ساتھ چلے تو سارے رستے بھائی کا تصور پیش نظر تھا اور قدم قدم پر ایسا خیال ہوتا تھا کہ بھائی سامنے سے چلے آ رہے ہیں کچھ سے پکار رہے ہیں اس دروازے پر کھڑے باتیں کر رہے ہیں اس مکان والے سے کچھ کہہ رہے ہیں کیونکہ یہ اتفاقات متقی کو بھائی کی زندگی میں صد بار پیش آچکے تھے ان ہی باتوں کی یادداشت اب نازہ ہو گئی متقی راستے بہتیرا رو بھی چکا تھا اور اس نے ارادہ کر لیا تھا کہ اب اگر رونا آئیگا بھی تو رو کوں کا ضبط کروں گا مگر جوں جوں گھر کی طرف پاؤں اٹھتا تھا دل کی کیفیت متغیر ہوتی چلی جاتی تھی یہاں تک کہ دروازے پر پہنچا تو پتہ چلا سکا اور بے اختیار پکار کر رویا رونے کی آواز سن کر پاس پڑوس کے لوگ جمع ہو گئے پچانک

چپکا رکھا ہے دوسرا بولا اے الحق تو نے ہمیں سنا کہ حضرت کے چپکا مخطہ سے تشریف لائے ہیں۔ پہلا
 کون چپا ابوہمل یا ابولب۔ دوسرا (پہلے کے منہ پر زور سے ایک ٹانچہ مار کر) چپ دو کیا کفر بکنا
 اے حضرت پیغمبر صاحب کے چپا نہیں ہمارے (مبتلا کی طرف اشارہ کر کے) حضرت پیر مرشد کے چپا۔
 پہلا ماں الحمد للہ پھر ڈرنا کیا ہی آؤ ہم سب ملکر بھی ان کو چپا بنائیں حج نصیب ہوئے اور سلامتی
 سے واپس آئیں مبارکباد دیں ناچ دکھائیں گانا سنائیں۔ دوسرا پہلے کے منہ پر ایک ٹانچہ
 مار کر) اے توبہ کر توبہ کہیں اوپر سے چھت نہ گر پڑے سیدل رسول مولوی حاجی جو ابھی خدا
 کے گھر سے پھرے ہوئے چلے آئے ہیں کہیں ناچ دیکھتے ہیں (ناچ دیکھنا حرام) یا گانا سناتے
 ہیں (گانا سننا ممنوع) ان کے نزدیک نڈیاں جہنم کی چھٹیاں ہیں اور بھانڈوں دوزخ کے
 گندے۔ پہلا ٹائے ٹیسے اللہ رنڈیوں نے وہاں بھی بھانڈوں کو نہ چھوڑا نئے گندے
 ہوئے تو ذرا دیر میں تو جلتے اور کیوں صاحب یہ سب لوگ (مبتلا اور اس کے ساتھیوں کی طرف
 اشارہ کر کے) کیا ہونگے۔ دوسرا ان کو کہتے ہیں کہ بھاڑ میں بھونے اور کڑھائی میں
 اور بھٹی میں جلانے جاتینگے۔ پہلا۔ (دونوں ہاتھوں کو کالوں پر ہونے تھپڑ مار کر اور خون
 زدہ آنکھیں بنا کر) الہی توبہ۔ الہی توبہ۔ خدا دوزخ کی آئینے سے بچائے اور بھانڈوں کو بھجوا
 بنائے آتیب بنائے جو چاہے سو کرے مگر دوزخ کے گندے نہ بنائے۔ بھلا پھر حاجی صاحب
 چاہتے کیا ہیں۔ دوسرا چاہتے یہ ہیں کہ نمازیں پڑھو روزے رکھو خدا کی بندگی کرو۔ چوتھا
 رنڈیوں اور بھانڈوں کو دیتے ہو غریبوں محتاجوں کو دو۔ پہلا بھٹی بات تو واجبی ہے۔ رنڈیوں
 کا دنیا تو محض فضول ہے بھانڈا ان سے بڑھ کر غریب محتاج اور کون ہوگا۔ یہ کہہ کر عامہ
 باندھ پانچے ٹخنوں سے اونچے کر جہاں کھڑا تھا اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ منہ ہی منہ میں
 کچھ بڑبڑانے لگا گویا امام بنا اور نماز شروع ہوئی۔ سحرہ پن تو یہ تھا کہ نیت باندھ چکا ہی اور پھر

ایک طرف یہ کہنا ہے کہ بچے نامل بھانگ کھولے اور مولوی یا حافظ یا حاجی یا زوار یا دواغظ
جوہوں اُن کو آئے دو اور دوسری طرف سب کا اشارہ کر رہا ہو کہ میرے پیچھے مقتدی بن کر کھڑے
ہو جاؤ اور پھر بڑبڑائے لگا۔ طائفے کے جتنے بھانڈے تھے سب صف بستہ ہو کر مقتدی بنے اور
اُسکے پیچھے کھڑے ہوئے ذرا دیر گزری تھی کہ ایک نئے صف میں سے حکمران امام کی بیٹھ پر ایک
دو تہہ دار ایسے زور سے کہ تھوڑی دور آگے جا کر اوندھے منہ گر پڑا اور کہا بے ہمتی کیسی
بے وقت اور بے زحی جماعت کی نماز پڑھا رہا ہے اگر مولوی سمجھ لے کے مقلد بن جائیں تو اسے
کفر کے فتوے کے آؤ کر دیں۔ امام۔ بے ٹوکیا جانے یہ صلوٰۃ الخوف ہے اور پھر اسی طرح اپنی
جگہ جا کھڑا ہوا گویا اتنی حرکت پر بھی نماز باطل نہیں ہوئی تھوڑی سی دیر بعد پیچھے کی صف
سے پھر ایک شخص آگے بڑھا اور اُس نے امام کا ہاتھ تڑا تڑا آٹھ دین میں لیتے ہوئے رسید کیے
امام سرسہلانا ہوا یہ کہتا ہوا بھانگا کہ کفر کا فتویٰ آیا۔ تو یہ لیتے ہوئے والا کیا کہتا ہے بے درت
فتویٰ نہیں تیری عبادت کا صلہ ہے امام بولا عبادت کا صلہ ہے تو اس میں مقتدیوں کا بھی
حق ہے پھر تو اس سر سے اس سر تک بلا امتیاز جوتی کاری ہو گئی اور رنڈیاں اور بھڑکے
اور میر محفل اور تماشائی بھی پرافت آئی۔ کہتے ہیں کہ چلیدا بھانڈے کے طائفہ کا میں سو پے رو
معمول تھا اور بتلا اس طائفے کا ایسا گروید تھا کہ اگر خرچ مساعت کرتا تو سہرات ان کا ناچ دکھتا
مگر اس پر بھی کئی سو پے اُن لوگوں کے چڑھ گئے تھے اب بتلا کے چچا کا آنا سن کر بھانڈے کو بکرا
نا امید ہو گئی اور ایسی نقل کی نقل تو نہایت برجستہ تھی مگر طبیعت کسی حاضر تھی اور اُن کے
ٹھکانے تھا کہ مزہ لیتا اور دودیتا۔ بتلا کی تو ایسی سٹی بھولی کہ ننگے پاؤں کبھی اندر جاتا تو
کبھی باہر آتا مگر کوئی تدبیرین نہیں پڑتی تھی آخر اُس نے اپنے باپ کے پرانے نوکر کو فار کو آواز دی
یہ بوڑھا آدمی اسم ہاشمی بتلا کو بہت سمجھتا رہتا تھا مگر نوکر کی سہا دکھایا جے فادار نے بار بار

یہ نوکر کو آواز دی

کننا شروع کیا مبتلا نے اس کو جھڑک جھڑک یا وفادار نے دل شکستہ ہو کر مبتلا سے کنارہ کشی اختیار کی مرنے میں اس کے رہنے کی ایک کوٹھڑی تھی رات ن اسی کوٹھڑی میں پڑا رہتا اندر سے کچھ فرمائش آتی تو اس کی تعمیل کر دیتا مبتلا کے کسی کام کاج کو ہرگز متھڑکتا آدمی تھا زمانہ دیدہ سمجھ چکا تھا کہ یہیں ہمارا اس طرح پر تو سدا چلنے والا نہیں یا تو یہ رسم و راہ نہیں اور رسم و راہ یہ تو بندہ درگاہ نہیں فادار اکیلا کوٹھڑی میں بیٹھا ہوا دیکھتا نہیں تھا تو سنا سب کی تھا اس کو میری قحی کا آنا اور بابا جی کا گھبراہٹ معلوم ہو چکا تھا خلاف عادت مبتلا کے ہلانے کی آواز سن کر مطلب تو سمجھا مگر جان بوجھ کر چادر تان لیٹ گیا مبتلا نے ایک بار پکارا دوبار پکارا تین بار پکارا جواب نہ دیا اگر کبھی پہلایا اتفاق ہوا ہوتا تو وفادار کی مجال تھی کہ مبتلا پکارے اور پہلی آواز پر جواب دے مگر میری قحی کا آنا تھا کہ باہر سے اندر تک سب رنگ بدل گیا جو نا چیز تھے وہ اب عزیز تھے جوابا اقتدار تھے وہ اب لیل و خوار تھے یہاں تک کہ مبتلا نے خود کوٹھڑی کے دروازے پر اگر پکارا یہاں فادار یہاں فادار جلدی اٹھو چھپائے وفادار نے گھبرا کر پوچھا کیا چھوٹے میاں حج سے تشریف لائے۔ مبتلا ہاں۔ وفادار نے میری صحت مرحوم کو یاد کر کے ایک ہ کی اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور میری قحی کے صحیح و سلامت آپس آنے پر خدا کا شکر کیا اور دروازے کھولنے کے ارادے سے دوڑا مبتلا نے لپک کر دوڑا کہ ذرا ٹھیرو ذرا ٹھیرو مبتلا نے چپکا کو دیکھا تو تھا مگر رات بس میں صوت بھول گیا تھا وفادار کے کہا کہ ذرا کواڑوں کی ڈراڑ میں سے جھانک کر تو دیکھو وہی ہیں وفادار نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا اور کہا کہ بیشک ہی ہیں اور اب تو عین بین سرکار معلوم ہوتے ہیں مگر ڈراڑھی میں تو تو تہنی سفیدی نہیں۔ مبتلا یہ سن کر وفادار کے گلے لپٹ گیا کہ خدا کیلئے کسی طرح مجھ کو اس فضیلت سے بچاؤ میں ان کہچنوں کو کہاں لے جاؤں اور کس جگہ چھپاؤں وفادار کو مبتلا کا اضطراب

مبتلا نے کہا کہ میں نے
وفادار سے کہا کہ میں نے
وفادار سے کہا کہ میں نے
وفادار سے کہا کہ میں نے
وفادار سے کہا کہ میں نے

دیکھ کر بہت ترس آیا اور اُس نے کہا کہ تھوڑی دیر کیلئے ان لوگوں کو پاخانے میں کھڑا کر دینے چھوٹے میاں آخر اند جائینگے اُس وقت اُن کو کمال باہر کرینگے واقع میں اس کے سوا کوئی تدبیر ہی نہ تھی آخر یہی گیا کہ جھپا جھپان سبے پاخانے میں اوپر تلے ٹھونس آگے پیچھے دھکیل کنٹھی لگا باہر کا پھاٹک کھول یا میریتی نے دوڑ کر کھینچے کو چھاتی سے گایا اُس وقت کی کیفیت بھی جس جس نے دیکھی ساری عمر اس کو نہیں بھول سکتا۔ بوڑھا کھونس نہیں مگر ادھیڑ اور جوان شستہ اور شیطان۔ یا رحمت اور قریا نیکی اور بدی یا ثلثہ اور رندیا حاجی اور پاجی یا چچا اور بھتیجا دونوں ایک دوسرے کے لگے ہوئے کھڑے رو رہے تھے مبتلا تو ڈاڑھیں مار رہا تھا اور میریتی کی آنکھوں سے برابر آنسو جاری تھے اور چونکہ رنج کو تکلف ضبط کرتے تھے بوٹی بوٹی کانپ رہی تھی پچاس ساٹھ آدمی حلقہ باندھے ہوئے گرد و پیش تھے اور سب پر رقت طاری تھی کامل پاؤں گھٹنے کے بعد تھقی نے مبتلا کو سینے سے جدا کیا اور سب کے ساتھ اس کو لے جا کر دالان میں بیٹھے تھوڑی دیر سب سکوت میں تھے آخر کسی نے صیاح بجم کا ذکر خیر نکالا پہلے انکے مٹا اخلاص کا ذکر کر رہا پھر علالت اور وفات کا آخر فالتہ پڑھ کر لوگ خست ہوئے اور میریتی زمان خانے میں گئے۔

سائیں بتلا کے چا میریتی کا اپنی بھانجی یعنی بتلا کی بی بی کے سامنے تعزیت کے طور پر وعظ کہتا

مامول کا آنا سن کر بھانجی کو ماں بابا اور ساس سسرے کا مرنا بھائیوں کا ظلم اور سب سے بڑھ کر بتلا کا اس سے بے تعلق رہنا آپنی بے کسی گھر کی تباہی آئندہ کی اُمیدی غرض مائی داستان مصیبت اول سے آخر تک یاد آگئی اور وہ دل ہی دل میں رونے کی تیاریاں کر چکی تھیں جوں جوں مامول نے اندر قدم رکھا اور بھانجی کے ساتھ نظر دو چار ہوئی اُس نے

کسی طرح لڑکھڑاتے ہوئے کھڑے ہو کر سلام تو کر لیا اور پھر تو ایسی ہلکی کہ غش کھا کر گر پڑی ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے دانت پٹی ہو گئے ٹخنے سونگھائے منہ پر گلاب کے چھینٹے دیے بارے ہوش آیا تو اُس نے ایسی بین شروع کیے کہ سننے والوں کے گلجے منہ کو آنے لگے دل دہل گئے۔ آخر متقی نے سر پر ہاتھ پھیرا اور سمجھایا کہ مصیبت میں اس قدر رنج کرنا عبث کی شان نہیں ہے۔ رنج مصیبت کو نہ ٹال سکتا ہو اور نہ اُس کو ہلکا کر سکتا بلکہ اُٹا مصیبت کو بڑھاتا ہے جیسے محبت ماں کو اکلوتے بیٹے کے ساتھ ہوتی ہے اُس سے لاکھوں کروڑوں درجے بڑھی ہوئی محبت خدا کو اپنے تمام بندوں کے ساتھ ہے اگر خدا نہ چاہے تو کیا بند آپس آپ پیدا ہو جائیں اور اپنے اختیار سے زندگی کریں ایسا خیال کرنا تو کفر کے علاوہ غلط صریح بھی ہے بندے بھلے اور بُرے امیر و غریب قوی و ضعیف حاکم اور محکوم بادشاہ اور رعیت یہاں تک کہ ولی و پغمبر کے سب اس قدر عاجز اور بے اختیار ہیں کہ بدون خدا کی مرضی کے ایک پتہ لانا چاہیں تو نہیں ہلا سکتے ایک ذرے کو جگہ سے سکرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے کسی انسان کا نفع و ضرر نہ خود اُس کے اختیار میں ہے نہ کسی دوسرے انسان کے۔ دنیا میں جس کسی کو جس کسی کے ساتھ کسی طرح کی محبت ہے اس کے یہی معنی ہو سکتے ہیں کہ جبکہ ساتھ محبت رکھتا ہے اُس کا فائدہ چاہتا ہے نہ یہ کہ اُس کو فائدہ پہنچاتا ہے یا پہنچا سکتا ہے اسی واسطے دنیا کی ساری محبتیں از برائے نام ہیں سچی اور اہلی محبت خدا کی ہے کہ ساری نعمتیں اور ساری برکتیں جو ہم کو حاصل ہیں یہاں تک کہ زندگی اُسی کی دی ہوئی ہے یا اس ہمہ انسان کو اُس کی میں ایذا نہیں بھی پہنچتی ہیں مگر ان میں ضرور انسان کا کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہوتا ہے مثلاً طبیب کہ وہ کسی مریض کا علاج کرتا ہے کبھی اُس کو کڑوی دوا پلاتا اور کبھی اُس کی فصد لیتا اور کبھی بیمار کے زخم کو شکاف دیتا اور کبھی شاید اُس کے کسی عضو کو کاٹ بھی ڈالتا ہے مگر

ایسا کرنے سے کیا کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ طبیب اپنے بیمار کے ساتھ عداوت رکھتا ہے اسی طرح جو تکلیفیں ہم کو دنیا میں پہنچتی ہیں اور بلاشبہ خدا کی مقدس مرضی سے پہنچتی ہیں ظاہر میں تکلیف ہیں اور باطن میں آرام ابتدا میں ایذا ہیں اور انجام میں راحت۔ اول تو اسکا فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ وہ تکلیف حقیقت میں بھی تکلیف ہے یا نہیں۔ فرض کرو کہ کسی عورت کا شوہر مرتے ہو جائے ہیں بیوگی ایک بڑی مصیبت ہے مگر کیا ممکن نہیں کہ مرد زندہ رہتا اور بیوی پر سوکن لاکر اُس کو زندہ درگور کر دیتا بیوی سے اس کا دل ایسا پھرتا کہ جب تک جیتا اُس کو سخت ایذا دیتا یا ایسے امراض میں مبتلا ہوتا کہ سارے گھر کی زندگی دشوار کر دیتا اور اسی طرح کے اذیت بہت سے احتمالات ہیں جن کی وجہ سے ایک عورت اپنی بیوگی کو ترجیح دے سکتی ہے سہاگ پر جب تک انسان کو علم مستقبلات یعنی علم غیب ہو اور وہ اُس کو نہ ہوا ہو اور نہ ہو گا وہ کسی حالت کو جو اُس پر یا کسی پر طاری ہو بڑا کہہ نہیں سکتا۔ دنیا کے بہت سے واقعات کو ہم پسند کرتے ہیں مگر جس طرح ہماری معلومات نامتتام ہے اسی طرح جو نتیجے ہم اپنی معلومات سے نکالتے ہیں ناقص اور صورتی روداد اور اس پر فیصلہ ناکافی تحقیقات اور اس پر تجویز اور مانا کہ جو تکلیف ہم کو پہنچی حقیقت میں تکلیف ہے تو کیا شفیق باپ اپنے پیارے بیٹے کو منصف اور رحم دل بادشاہ اپنی عزیز رعیت کو تادیب یا تنبیہ یا اصلاح یا کسی دوسری مصلحت سے ایذا نہیں پہنچاتا ہمیشہ ایسی ایذا میں پہنچتی رہتی ہیں نہ فریاد نہ شکایت پس اگر خدا کی طرف سے ایک ایذا پہنچ جائے دجائے دو اُس کے بشمار احسانوں کو اور بھول جاؤ اُس کی نامحسوس نعمتوں کو تو بندہ کیوں مستہ پھلائے کس لئے بڑبڑائے رستے بڑا فائدہ جو مصیبت سے انسان کو پہنچتا ہے یہ ہے کہ مصیبت دل میں بالتخصیص عجز و انکار کی صفت پیدا کرتی اور خدا کو یاد دلاتی ہے اور حقیقت میں مصیبت کے وقت بندہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ مصیبت نہیں رحمت ہے لیکن خدا کو یاد

کرنے اور اُس کی طرف رجوع کر نیکی یہ معنی نہیں ہیں کہ شکایت کرو اور اُس سے ناراض
 رہو بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اُس کی رحمت پر پورا بھروسہ اور اعتماد کر کے صمیم قلب سے یقین
 کر لو کہ جو کچھ ہوا خوب ہوا بہتر ہوا مناسب ہوا اور یوں ہی ہونا چاہیے تھا یہ تو درجہ رضا
 اور تسلیم کا ہے اور اسی کا نام صبر جمیل ہے اور آدمی کو جس کا عقیدہ ضعیف اور جس کا دل کمزور اور
 جس کی ہمت کوتاہ اور جس کا ارادہ متزلزل ہے اس سے پہنچنا دشوار ہے مگر اعلیٰ علیین پر
 نہیں پہنچ سکتے تو ایک میٹر بھی دو میٹر بھی جتنا ہو سکے کچھ تو اچکھو کسی قدر تو ابھرو کہ اس سلسلہ
 کفران سے بھلویوں کہنے کو تو منہ سے بھی کہتے ہیں کہ دنیا فانی ہے چند روزہ ہے خواب ہے
 سراسر سایہ ہے سحاب ہے برق ہے تاب ہے مگر مصیبت کے وقت بخوبی ظاہر ہو جاتا ہے
 کہ زبان ہمارے دل کا سچا ترجمان نہیں۔ کیا کوئی فانی ایک فانی حالت کیلئے اتنا غل جچا
 اور اس قدر روتا پٹیتا ہے مصیبت پر جو منفعت ہم نے ہمیشہ مترتب ہونے دیکھی وہ تو یہ ہے
 کہ مصیبت آدمی کے مستقبل کو اُس کی ماضی سے ضرور بہتر کر دیتی ہے یعنی اگر انسان کا دل
 تھا تو مصیبت کے بعد ضرور چہرہ چالاک ہو جاتا ہے آرام طلب تھا تو جھنجھلا تھا تو
 سیانا مسرف تھا تو کفایت شعار بد پرہیز تھا تو محتاط جلد باز تھا تو دھیما آوارہ تھا تو نیک
 جس آدمی پر کبھی مصیبت نہیں پڑی نہ اُس کی عقل کا ٹھکانہ اُس کی رائے کا بھروسہ
 نہ اُس کا دین درست نہ اُس کے اخلاق شایستہ اُس کے علاوہ آدمی کا دستور ہے کہ ایک
 حالت کیسی ہی عمدہ کیوں نہ ہو اگر ساری عمر کیانی کے ساتھ چلی جائے تو اس حالت کی
 عمدگی کا احساس باقی نہیں رہتا بلکہ اگتا کہ خود اس حالت سے نفرت کرنے لگتا ہے ایک
 باورچی کو میں جانتا ہوں جو نمکین اور میٹھے چاول لینے بریائی منتجن غیرہ پکانے میں
 کامل استاد تھا۔ شہر میں کہیں نہ کہیں شادی یا عہدی کی کوئی نہ کوئی تقریب لگی ہی رہتی

تھی جس کسی کے یہاں چاؤ لول کی بخت ہوتی اسی باورچی سے پکواتا اور اُس کو مزدوری کے علاوہ دستور کے مطابق تہ دیگی کی چوٹی دار رکابی بھی ملتی وہ ایک کابی لپی ہوتی تھی کہ اس کا سارا گھر اُس کو کھا کر اٹل ہو جاتا پس ان لوگوں کو دونوں وقت عمدہ سے عمدہ بریانی اور ہنسے بہتر تنجن کھا نیکو ملتا تھا پس یہ ایک حالت تھی کہ اگر کسی غریب آدمی کے سامنے جو بریانی تنجن کو ترستا ہو بیان کیجیے تو سُنتے کے ساتھ ہی رال ٹپک پڑے مگر اس باورچی اور اس کے اہل و عیال کا کیا حال تھا کہ بنتیں کمرے کے برائی تنجن کی کابیاں ہمالیے کے لوگوں کو دیتے اور اُن سے روٹی چٹنی مانگ کر کھاتے پس ہم نے تندرستی کی قدر بیماری سے جانی وطن کی پڑیس سے تو نگری کی مفلسی سے آرام کی دکھ سے راحت کی مصیبت سے تو جو شخص حقیقی راحت کا خانہاں ہو ضرور کہ مصیبت کا بھی مزہ چکھے مصیبت زدہ کیلئے سب بہتر تیر یہ ہو کہ وہ دوسرے مصیبت مندوں پر نظر کرے مثلاً اگر اس کو صرف بیوگی کی شکایت تو پائی کہ اس جیسی اور اس سے بدتر لاکھوں بیوہ عورتیں اور بھی ہیں شاید یہ ایک مدت خانہ داری کرنے کے بعد بیوہ ہوتی ہو اور ہزار ہا اللہ کی بندیاں ایسی بھی ہیں جنہوں نے شوہر کی صورت تک نہیں دیکھی پس وہ بیوگی کے علاوہ لاولد بھی ہیں اور شاید اُن کو روٹی کا بھی کہیں سے آسرا نہ ہو پس بیوہ اور لاولد کے علاوہ محتاج بھی نگھری ندر می بھی اور شاید دکھیا بیمار بھی اور شاید اندھی اور ٹولی اور پانچ بھی کسی کو اگر کھجلی کی ایذا ہے تو وہ دیکھے گا اپنے ہی جیسے آدمی کو ڈرھی اور کوڑھ میں کیسٹراور کیڑوں کے ساتھ زخم اور زخموں میں سوزش العیاذ باللہ جس کی آنکھ میں ناخن ہو کیا اُس کو اس سے تسلی نہیں ہوگی کہ دو ٹول کی آنکھ میں ٹینٹ یا دوسرے کانڑے بلکہ اندھے بھی ہیں۔ غرض دنیا کا حال یہی ہو کہ ایک ایک بہتر پس کیوں کوئی مغرور ہو اور ایک سے ایک بدتر ہو تو کس لئے کوئی نا صبور

ہو بیٹی میں یہ نہیں کتا کہ تم پر مصیبت نہیں پڑی۔ پڑی مگر اس مصیبت پر جو تمہاری حالت
 شکر کے قابل ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے تندرست ہو عزت آبرو کے ساتھ گھر میں بیٹھی ہو
 تم نے کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلا یا تم نے دروازے دروازے بھیک نہیں مانگی تم نے
 پیٹے واسطے کسی کی خدمت نہیں کی ہنسل نہیں کی گوماں باپ کو خدائے اٹھایا مگر ابھی
 تمہارے غمگنا رہتے خبر گیر تمہارے سر پرست موجود ہیں ورنہ میں سے ایک میں بھی
 ہوں کہ باپ جتنی نہیں کرونگا تو اس سے پورا اطمینان رکھو کہ ان شاء اللہ اپنے مفقود بھر
 تمہارے حال کی اصلاح تمہارے معاملات کی دہستی میں کسی طرح کی کوتاہی بھی مجھ پر نہ
 ہوگی لاؤ اسی شہر سے بلکہ اسی محلہ سے بلکہ اسی کوچے سے بلکہ تمہارے پڑوس جتنی عورتیں
 کہو میں بلا لاتا ہوں جن کو دیکھ کر تم ضرور رحم کر دو گی اور سمجھو گی کہ یہ مجھ سے زیادہ دکھیا ہیں
 ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا میں ہر شخص خوش ہو اس واسطے کہ وہ اپنی حالت کو کسی دوسرے
 کی حالت کے ساتھ بدلنا نہیں چاہتا جس دن پہلے پہل میں نے یہ بات کتاب میں لکھی دیکھی تو
 میں ذرا اس پر پھٹکا پھر میں نے سوچا کہ اس کو میں اپنے ہی اوپر کیوں آزمادوں تو
 میں نے اپنی جان پہچان کے پانچ چھ آدمی تجویز کیے جن کی حالت کو بنظرِ ظاہر میں اپنی
 حالت سے بہتر سمجھتا تھا لیکن اچھی طور پر جو غور کیا تو ایک لالہ تھے دوسرے بیٹے تو رکھتے تھے
 مگر ناہموار تھیں دایم المرض چوتھے شدت کے کچھ سہاچوں بیوی کی بدتراجی اور بدقلبی
 اور بدربانی سے عاجز لاندہ سب غرض کسی کو بے داغ نہ پایا تب اس حکیم کے مرقعے کی
 تصدیق اور میرے لکی تشفی ہوئی اور پھر ایک بات اور بھی سوچنے کے قابل ہے کہ عم کیسا ہی سخت
 اور صدمہ کتنا ہی بھاری کیوں ہو رفتہ رفتہ خود بخود اس کا اثر مضمحل ہوتے ہوئے آخر کار محو ہوتا ہے
 کبھی ہمارا باپ بھی مے تھے ہم بھی اُن کے فراق میں تمہاری طرح بہتیار ہوئے

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

دھوئے نگین اور اُداس ہے آخر بھول بسر گئے غرض انسان کو چارونا چار صبر تو کرنا پڑتا ہے کیا کرے دیوار سے سر ٹکرا کر کوئیں میں گر کر اقیون کھا کر حرام موت مرے، مگر اس کو صبر محمود نہیں کہتے صبر محمود وہی صبر ہے کہ نزولِ مصیبت کے وقت ہو جبکہ سرخ دل کو پھوڑنا اور کلیجے کو کھڑچنا ہے آنسو ہیں کہ نکلے چلے آئے ہیں اور سانس ہر کہ میٹ میں نہیں سماتا وہ بندے کے لیے سخت آزمائش کا وقت ہے معاذ اللہ اگر خدا کی شان میں شکایت کا کوئی کلمہ اُس کے منہ سے نکل گیا یا اُس کے دل میں خدا کی نسبت جلّ و علا شائد بے رحمی یا بے انصافی کا خیال دوسوے کے طور پر بھی آگیا تو بس دنیا خراب عاقبت برباد خسر اللہ دنیا والا خیرۃ ذلالتہا لہو الخسر ان المبتلیٰ متقی نے جو یہ باتیں عقل کی دین کی نصیحت کی بیان کیں تو بھانجی پر ایسا اثر ہوا کہ گویا گرتی ہوئی دیوار کو ٹکھونی مگادی ڈوبتے ہوئے کو اُچھال کر کنارے پہنچا یا مڑ بھاتے ہوئے درخت کو پانی دیا ۛ

فصل مہر متقی کا مبتلا موٹا داری کی اصلاح میں کوشش کرنا

متقی کا ارادہ تو یہ تھا کہ بھائی سے ملکر ہفتہ عشرہ رہ کر رامپور روانہ ہو گا مگر سوچا کچھ اور ہوا کچھ۔ یہاں آکر دیکھا کہ بھائی کو مرے ہوئے چھ مہینے ہو چکے تھے اور بھتیجے صاحب نے وہ اودھم مچا رکھی تھی کہ خدا کی پناہ۔ دو تین مہینے بھی متقی کے پہنچنے میں دیر ہوتی تو اتنا ہول کا کر آئے کہ رہنے کے مورد فی مکان کا خاندان کی عزت و آبرو کا بزرگوں کے نام و نمود کا سب کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ باپ کا بیمار پڑنا اور مبتلا کا مدرسے سے اٹھنا وہ دن اور آج کا دن اُس بندہ خدا نے بھول کر بھی تو مدرسے کو یاد نہ کیا شروع شروع میں دو چار ہم جماعت بلائے کو آئے بعض مدرسوں نے بھی کہلا

بہارِ نبوی ص ۱۰۲

بھیجا مبتلا کس کی سنتا تھا رخصت کی غیر حاضری ہوئی اور غیر حاضر ہونا تھا کہ ترستے نام کٹ گیا بیٹھے بٹھائے اچھا معقول وظیفہ کھویا اور بات کی بات میں آئندہ کی ساری امیدیں ایک دم سے منقطع ہو گئیں جن جن سرکاروں کے تنخواہیں مقرر تھیں ضرور تھا کہ بے رومی کر کے وارثوں کے نام اُن کا اجراء کرایا جائے مگر یہاں پیروی کرے تو مبتلا اور نہ کرے تو مبتلا اگر باپ کے مرنے پر مبتلا ان سرکاروں میں جاتا تو جن سرکاروں کا جیسا دستور تھا کہتیں سے مانتی خلعت کہتیں سے نقد کچھ نہ کچھ ملتا پر ملتا اور تنخواہ بھی کہتیں سے پوری کہتیں سے ادھوری جاری ہوتی ہی ہوتی مگر مبتلا کو اپنے مشاغل لالچی سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ وہ ان باتوں کو سوچے اور خلعت یا نقد یا تنخواہ کیلئے سرروٹیں ڈروڑھوپ کرے غرض جتنے معمولات تھے سب بند ہو گئے اب آمدنی کے نام سے تو رہ گیا کیا صرف کرایہ اول تو وہ تھا ہی کتنا مگر خیر جس قدر تھا اُس کا بھی یہ حال ہوا کہ کسی کے دور روپے دینے ہیں اُس نے مانگے نہ مہینا دیکھا نہ حساب کتاب قلم اٹھا کسی کرایہ دار کے نام چھٹی لکھ دی کہ اس کو دور روپے دیکر کرایہ میں محسوس کر لو اب چھٹی والا کرایہ دار کے سر ہوا ہر چند وہ کتا جاتا ہو کہ بھٹی ابھی مہینہ پورا نہیں ہوا یا میں نے اپنی گرہ سے مرمت کرائی ہے چھٹی والا ہے کہ ایک نہیں سنتا۔ کرایہ داروں نے دیکھا کہ الہی شہر میں ہزار ہا مکان اور لاکھوں دکانیں ہیں یہ چھٹی کا انوکھا اور زالا دستور نہ دیکھا نہ سنا ایک لمحہ صفا تھے اللہ بخشنے کہ ایک مہینے کا کرایہ دوسرے مہینے میں اور دوسرے کا تیسرے میں وصول ہوتا رہتا تھا بچاے کبھی ایک سخن بھی تو زبان پر نہیں لائے مہنی کے صاحبزادے ہیں کہ بے حساب بیٹھے بیٹھے چھٹیاں اڑاتے ہیں گویا کو توالی کے پردے لے ہیں یا تھانے کے حکم نامے غرض اکثروں نے بے دل ہو کر مکان خالی کر دیے اور اٹھ کر کبیر

مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ

اُور جارہے اور جاتا داس قدر بدنام ہو گئی کہ کوئی دوسرا کرایہ ارمٹخ نہیں کرتا۔ بتلا کے ہاتھ لگ گیا تھا ماں کا زیور اسی میں یہ تمام گل چھپے اُڑ رہے تھے۔ دوپونے دو ہزار کا زیور اُس مرحومہ کا تھا چھ مہینے میں سب خالصے لگ بچا اب مہینے سوا مہینے سے اُدھا پر گزراں تھی۔ متقی نے جو یہ حال بھائی کے گھر کا دیکھا تو کہو نہ کر سکا تھا کہ اُن لوگوں کو ایسی حالت میں چھوڑ کر چلا جائے ناچار رامپور کا ارادہ سُرسُت فسخ کیا اور بتلا کو کھٹا ساتھ بکروں میں لیے لیے پڑا پھر اُسی کے کارپرداز سے ساز باز کی تھی کہ داروغہ کو جاگناٹھا سفارش کی جبکہ سفارش پہنچائی اور اُسی کے مقام پر سی کرانی بعض جگہ اپنی وجاہت کا کام نکالا اور جہان موقع بن پڑا بھائی کے حُسنِ خُدت پر زور ڈالا غرض کئی مہینے کی دوا دوش سے اتنا تو ہوا کہ میر مہند کے زمانِ حیات میں جتنی تنخواہیں تھیں بلا کم و کاست پوری پوری کھل گئیں بلکہ بعض حشیم بکروں نے پچھلے چھ مہینے کی چڑھی ہوئی تنخواہ بھی بلا و صناعت ہی میر متقی نے ایک پٹنئی کی کہ جس قدر ذاتی تنخواہ تھی یعنی بلا خدمت بطور مددِ معاش ملتی تھی اپنی بھانجی غیرت بیگم یعنی بتلا کی بی بی کے نام جاری کرانی اور تنخواہ مشروط الخدمت بتلا کے نام اس میں مصلحت یہ تھی کہ بی بی کے آگے بتلا کی ذرا گنتی دبی ہے تنخواہوں کا کچھ لا چڑھا ہوا روپیہ جس قدر ملا اُس سے مکانا اور دکانات کی شکستِ رنجیت کی درستی کرا کے کرایہ داروں کو لبا کر اُن کے سرخٹھی آدھے کرائے کے بتلا کے نام اور آدھے کے غیرت بیگم کے نام لکھوا دیئے میر مہند کے روز وفات سے آج تک بیوتات کا حساب بیٹے کے یہاں سے اُدھا چلا آتا تھا حساب کر کے اُس کا قرضہ چکایا اور آئندہ کے لیے اُچاپت کو مطلقاً بند کر کے یہ قاعدہ باندھ دیا کہ جو چیز درکار ہو نقد بازار سے آجایا کرے۔

فصل میر تقی نے بھانجے سید ضر کو سمجھاتے ہیں کہ ہر کوئی محرم رات کرو

غیرت بیگم کو بھائیوں نے نہ کہ پیری سے محرم کر رکھا تھا اور کسی مجال تھی کہ اُن بھڑوں کے چھپتوں کو چھپیرے وہ اس بلا کے لوگ تھے کہ اگر نالاش کی بھنگ بھی اُن کے کان میں جا پڑتی تو کہاں کے ماموں اور کس کی بہن اور کیا بہنوئی سب کی عزت کے لاگو ہو جاتے یہ ایک شرح مشہور ہے

بہر جامع سے آئند سادات

خدا دات فسادات

کہتے ہیں کسی نے سید نگر والوں ہی کی شان میں کہا تھا اور میر تقی کو وہاں کے لوگوں کے ہتھکھنڈے بخوبی معلوم تھے اور مخاصمانہ طور پر بھانجوں کے ساتھ پیش آنا اور اُن کے مقابلے میں مدعی یا مدعا علیہ ہونا کو بھانجی ہی کا حق طلب کرنے کے لیے کیوں نہ ہونے ان کو شایاں تھا اور نہ غیرت بیگم کے حق میں مفید سید نگر کے سب لوگ زمیندار اور رعایا یہاں تک کہ خوش باش اس قدر مضد تھے کہ جھوٹ بولنا جھوٹا حلف اٹھالینا جھوٹے گواہ جھوٹی روداد اور جھوٹی دستاویزیں بنانا حاکم کو دھوکا دینا پرا یا حق مار بیٹھنا لوگوں کو ناحق ستانا ان باتوں کو بڑا ہنر اور داخل ہوشیاری سمجھتے تھے اور جس طرح کوئی بڑا نامی جنرل اپنے دوستوں میں فخر اپنی فتوحات کے واقعات کا بیان کرتا ہے یہ لوگ ہمیشہ دیوانی فوجداری کے مقدمات کے تذکرے کرتے رہتے تھے کوئی امیر اپنی مدح پر اتنا ناز نہ کرتا ہو گا جتنا اُن کو ڈگریوں اور فیصلوں پر تھا۔ اُن لوگوں کی نظروں میں میر تقی صوفی و فقیہ تھے مگر سادہ لوح اور سفیہ عالم و فاضل تھے مگر احمق و لالچیل میر تقی کا چھوٹا بھانجا سید ناظر جو غیرت بیگم سے بھی عمر میں چھوٹا تھا کچھری دربار کا کام دیکھتا تھا اور تمام معاملات مقدمات اُسی سے

تو
درا

متعلق تھے پس یہ گھر کا عقل کل تھا۔ سید جاضر جو غیرت بیگم سے بڑا اور اکبر اولاد تھا سید
 میں مکان کی خبر گیری کرتا تھا اور رعایا سے وصول تحصیل کرنا اور شیر کا مجتہدانا بوانا
 غرض گاؤں کا سب کام کاج اس کو سپرد تھا۔ ماموں کا آنا سنکر سید نگر سے سید حاضر
 تو فوراً اگلے ہی دن آ حاضر ہوا اور اُس نے اس کا بھی انتظار نہ کیا کہ تعزیت کے لیے
 ماموں کی طرف سے تقدیم ہونی چاہیے لیکن جب وہ واپس جانے لگا تو میر تقی اُسی کے
 ساتھ ادا سے رسم تعزیت کے لیے سید نگر گئے تا طروہاں نہ تھا معلوم نہیں کسی ضرورت
 سے غیر حاضر تھا یا قصداً ماموں کی آمدن کر ٹل گیا تھا میر تقی نے بتقریب تعزیت جہاں
 اور بہت سی باتیں سید حاضر کے کیں اُن میں سے یہ بھی تھی کہ تم کو شروع سے خدا
 نے بڑا کیا کیونکہ تم بھائی صاحب مرحوم کی اولاد میں سب سے بڑے ہو لیکن تم پہلے
 صرف اُن کی نسل میں بڑے تھے اور اب خاندان اور برادری میں بھی بڑے ہو کیونکہ
 تم کو لوگ مرحوم کا جانشین سمجھتے ہیں اور تم اُن کے جانشین ہو بھی انسان کو خدا نے
 ایسے طور کا مخلوق بنایا ہے کہ تمدن اُس کو لازم ہے جس طرح تمدن اُس کے وجود کی
 شرط ہے کہ اگر انسان مدنی الطبع نہ ہوتے اور آدمی آدمی کے ساتھ ملکر نہ رہتا تو آگے
 کو انکی نسل نہ چلتی اسی طرح تمدن انسان کی حیات بلکہ اس کی ممت کی بھی شرط ہے
 تمدن نہ ہو تو انسان کی زندگی عذاب اور مرے پیچھے اُس کی مٹی خراب تمدن کی
 ضرورت ہے آدمی دو دو چار چار دس دس پچاس کلپن ستر ہزار لاکھ لاکھ اور اس سے بھی زیادہ
 زیادہ اکٹھے ہو کر رہتے ہیں اور خاندان اور قبیلے اور کنبے اور برادری اور گاؤں اور قصبے
 اور شہر اسی تمدن کے مظاہر ہیں۔ تمدن سے لوگوں میں انواع و اقسام کے باہمی تعلقات
 قائم ہوتے ہیں ماں باپ بیٹا بیٹی میاں بی بی بھائی بہن اور جتنے طور کے دور نزدیک

کے رشتہ دار ہیں اور ہمسا یا اور ہم وطن اور حاکم و محکوم اور بادشاہ و رعایا اور استاد اور شاگرد اور آقا اور نوکر اور افسر اور ماتحت اور زمیندار اور کاشتکار اور بائع اور خریدار وغیرہ یہ سب نام ہیں لوگوں کے باہمی تعلقات کے ہر تعلق کے ساتھ کچھ حقوق ہوتے ہیں اور کچھ ذمہ داریاں مثلاً باپ اور بیٹے میں ایک طرح کا تعلق ہے باپ کا حق ہے کہ بیٹا اس کا ادب کرے اُس کا حکم مانے اور اُس کی ذمہ داری یا بعبارت دیگر اس کا فرض یہ ہے کہ بیٹے کو شفقت کے ساتھ پالے تربیت کرے پڑھائے لکھائے ہنر سکھائے جو اس کے کام آئے۔ لوگوں کا یہ حال ہے کہ تمدن کے حقوق اور فرائض میں اکثر بلکہ سب کے سب الا ماشاء اللہ مطلق ہیں مطلق عربی میں کہتے ہیں اُس شخص کو کہ اپنا لینا ہو تو جھکی ہوئی ٹول لے اور دوسرے کا دنیا ہو تو اُترتی ہوئی دے ایسے ہی لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَيْلٌ لِلظَّالِمِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوا لَهُمْ اَوَّوْا زَلُّوا هُمْ يُحْسِرُونَ اَلَا يَلْقَئُ اُولَئِكَ اَهْلُكُمْ مُبْعُوْتًا لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

افسوس ہے ڈمڈمی ماروں پر کہ جب لوگوں سے ناپ کر لینا ہو تو پورا پورا لیں اور جب لوگوں کو ناپ یا تول کر دینا پڑے تو اُن کو گھٹا پہنچائیں کیا یہ لوگ اس بات کا خیال نہیں کرتے کہ ایک بڑا دن آنے والا ہے اور اُس دن ان کو مر کر اٹھنا ہوگا اُس دن لوگ پروردگارِ عالم کے روبرو کھڑے ہوں گے اسی طرح دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں الا ماشاء اللہ جو اپنے حق میں سے کسی بھائی کو رتی بھر چھوڑ دے لینے میں تو ایسا سیانا اور سخت گیر اور دوسرے کے حقوق ضائع ہوں تلف ہوں کچھ پر دہائیں ذرا دل پر سیل نہیں دینے میں ایسا گھر کا بھولا اور شریر۔ اس کشمکش اور مفد کے رکھنے

کے لئے اللہ جل شانہ نے دو ہر دو ہر انتظام کیے ایک سلطنت ظاہری کہ بادشاہ ہے اور اس کے پاس فرج ہو اور توپ ہے اور تلوار ہے اور قوس ہے اور پولیس ہے اور حاکم کا ایک گروہ ہے اور جلا دی اور جیل خانہ ہے اور بند ہے اور تازیانہ ہے اس انتظام کے تفصیلی حالات تم کو مجھ سے بہتر معلوم ہیں دوسری ایک سلطنت الہی ہے جس کو دین یا مہربانیت کہتے ہیں اس میں توپ کا نام نہیں تلوار کا کام نہیں آواز انصاف نہیں فوج اور سپاہ و درکار نہیں مگر دنیا میں جس قدر امن و رحمتی عافیت ہے اسی الہی سلطنت کی بدولت ہے ظاہر ہے اور کوتاہ ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ دنیا کا سارا انتظام حکام ظاہر کرتے ہیں آنحضرت اللہ نہ کرتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں ملک کی ساری پلٹنیں کالوں کی اور گوروں کی اور سارے رسالے اور سارے توپخانے اور سارے پولیس کے ملازم اور سارے حاکم سب کے مجموعے کو ملک کی مردم شماری پر پھیلا کر دیکھو تو کیا پرتا پڑتا ہے اگرچہ دس ہزار باشندوں پر ایک کا پرتا بھی نہیں بیٹھے گا مگر فرض کرو کہ دس ہزار بیٹھے ایک لوگ یہ بات سمجھ میں آنے کی ہو کہ ایک متنفس میں ہزار آدمی کے ضبط پر قادر ہو تو آدمی اگر دس ہزار گدھے یا دس ہزار بھیڑ بکری بھی ہوں تو ایک چرواہا اُن کو ایک جگہ کھڑا نہیں رکھ سکتا نہ یہ کہ اُن کو جس کروٹ اٹھائے انھیں اور جس کروٹ بٹھائے بیٹھیں ہاں شاید تمہارے دل میں یہ بات خطور کر لگی کہ حاکم ایک کو سزا دیتا ہے تو دس ہزار کو عبرت ہوتی ہے لیکن خیال کرنے کی بات ہے کہ جن کو سزا ہوئی انھیں کو کیا عبرت ہوتی کہ دوسروں کو ہوتی ہم نے تو یوں سزا دی خدا جانے جھوٹ یا سچ کہ بد معاش لوگوں کو تو گرفت ہی میں نہیں آتے اور اگر کوئی شامت کا مارا قضا را ماخوذ بھی ہو تو سزا نہ ملے (دکیل مختار) اُس کو سزا نہیں ہونے دیتے اور سزا بھی ہوتی تو اُن کی عبرت اس سے

ظاہر ہے کہ چھوٹے ہیں تو دوسرے قیدیوں کو دھیت کرتے ہیں کہ دیکھنا بھائی جیڑ
چوٹے کو ہاتھ نہ لگانا مینا پورا نہیں ہونے پاتے گا کہ میں پھرتا ہوں۔ ہم کو تو کبھی اتفاق
نہیں ہوا اور خدا نہ کرے کہ ہو مگر اخباروں میں اکثر دیکھا ہے کہ فلاں مقام پر فلاں
خونی کو فلاں تاریخ فلاں وقت پھانسی دی گئی دو ہزار آدمیوں کی بھڑھڑی۔ عبرت ہو تو
ایسی ہو۔ یہ سب بالائق متاثراتی تھے اور سنگدل قصائی۔ اس کے علاوہ ایک بیسیلیل
ایسی ہے کہ اس سے تو تم کو میری بات کا پورا تیقن ہو جائیگا۔ یہ بلوا ہا جو بیلوں کو تھان
سے کھول کر لیے جا رہے اس کا کیا نام ہے۔ حاضر اس کا نام غریبا متقی۔ ذرا اسکو بلانا
حاضر نے بلایا تو اس نے ہل کو کندھے پر سے اتار کر وہیں رکھ دیا اور اسی ہل سے
بیلوں کو اٹکا سامنے اکھڑا ہوا متقی کیوں میاں تمہارا کیا نام ہے۔ غریبا میاں مجبور یا
کہتے ہیں متقی۔ کون ذات ہو۔ غریبا۔ گو جو متقی۔ تم کتنی کھیتی کرتے ہو غریبا میری کھیتی
الگ نہیں (سید حاضر کی طرف اشارہ کر کے) ہاجر (حاضر) میاں کا بلوا ہا ہوں اور کھاد
میں ایک دو گیچے کا کھیت جھومالو بیٹے کا ہو اس میں ادھوار کا یا ٹٹیلے وار ہوں۔ متقی۔
بال بچے کہتے ہیں غریبا۔ (مسکرا کر) بھگوان کی بڑی گریبا ہو۔ آٹھ متقی۔ کسی کا بیاہ برات
بھی کیا ہے۔ غریبا۔ ابھی سب نیاں ہیں متقی۔ اتنے کہنے میں کیونکر گزرتی ہو گی غریبا
ہاجر (حاضر) میاں کی دیا سے روکھی سوکھی مستی کشتی دو دخت نہیں تو ایک خت مل ہی
جاتی ہے۔ چھوٹے بڑے انہی کی شل میں لگے رہتے ہیں یہی سب کو پالتے ہیں۔
بھیت سے بڑی سہا تیاہتی ہو متقی۔ (اشارے سے غریبا کو پاس بلا کر آہستہ سے) کیوں
بے آجکل تو کھلیاں تیار ہیں رات بے رات موقع پا کر کھلیاں پیچھے دو دو پولی بھی اٹھا
لائے تو کسی کو کیا معلوم اور مرے میں تیرا کام ہو جائے۔ غریبا۔ (دور ہٹ کر) نامیاں

غریبا متقی
مجبور یا
کھیتی

بھگوان بڑا کرم نہ کرانے یقینی۔ کیون کیا جاگا چوکی دار سے ڈرتا ہے اُس کو ہم
سمجھا دینگے۔ غریبا جاگا۔ (گالی) کہاں کا سورما ہے ایک پٹ بتاؤں تو (گالی) دہنی
میں..... پر نہیں بڑا کام بڑا ہی ہر یقینی۔ اے مسخرے کسی کو کانوں کان تو خبر ہونے
کی نہیں یہ اچھا ہے کہ تن پر چپ پھڑا نہیں پٹ کو ٹکڑا نہیں۔ غریبا۔ مانس پڑا مت
دیکھو بھگوان سے تو کچھ چھپا نہیں اس کے بعد یقینی نے استمالت کی دو چار باتیں
کر کے غریبا کو تو رخصت کیا اور سید حاضر سے کہا کیوں صاحب آپ نے دیکھا یہی اہم
الہی ہے کہ یہ بیچارہ نہ تو پڑھا اور نہ لکھا اور نہ شاید ساری عمر کسی پنڈت برہمن کی
صحبت میں بیٹھا۔ ضرورت اس درجے کی کہ اگر سچ پوچھیے تو فہم افسطہ فہم مختصہ
کا مصداق ہر اندیشہ پاسبان سے مطمئن اور اس پر چوری کو سمجھتا ہے کہ بڑا کام ہے
اصل میں بڑا سمجھنا اس کو چوری کے ارتکاب کا مانع ہو اور یہ سمجھ یعنی بڑے بھلے
کا امتیاز جو خدا نے مرد و عورت لڑکے جو ان بوڑھے خواندہ ناخواندہ دہین غنی غری
دہیاتی سب بنی آدم کو علی قدر مرتب دیا ہے ایک پاسبان الہی ہر جوہر ایک سلسلہ
اس کو گراما کاتبین کہو یا نفس لوامہ سمجھو یا جن الفاظ سے چاہو تعبیر کرو میرا عقیدہ تو یہ
ہے کہ جرموں کا انشا و لا کھ حصے سلطنت الہی کی تاثیر سے ہے تو شاید ایک حصے حکومت
ظاہری کی تدابیر سے حکومت ظاہری میں ایک بڑا نقص یہ ہے کہ حاکم کیسا ہی منصف
کیوں نہ ہو چونکہ اُس کو معاملے کی اصل حقیقت تو آگاہی ہوتی نہیں ناچار اُسے روڈ
کی پابندی کرنی پڑتی ہے اور روڈ کی کیفیت تو کوئی ہمارے سیدنگری بھائیوں سے

لے لینے کے لئے
انسان نہ دیکھے مگر خدا
دیکھتا ہے اس لئے
جس کوئی شخص جو اس کو مدد دے گی
حال میں اس کو مدد دے گی
اعمال کے عقیدے سے
کمال کی کمال جس
کام کے لئے
سودہ سرتا ہے

پوچھے کہ کو تو کبھی کو کبھی بنا بنا دیں اور فرماؤ تو بھینسے کو کچھ بنا کر اڑا دیں پس حاکمِ ظاہر
 کبھی پورا پورا انصاف کر ہی نہیں سکتا۔ اس کا فیصلہ اندھے کی لاکھٹی ہو لگی لگی نہ لگی
 نہ لگی پر خلافِ سلطنتِ الہی کے اس کا نشانہ ممکن نہیں کہ خطا کرے۔ اس کا مجرم ہو
 نہیں سکتا کہ سزا سے بچ جائے جس کی مجال ہے کہ اس کی ڈگری کو روکے جس
 کی طاقت ہے کہ اس کے حکم کو ٹالے۔ اگرچہ خدائی فیصلوں کے لیے ایک دن مقرر
 ہے یعنی روزِ قیامت کہ اُس دن اللہ جلَّ و علاَّ شانہ عدل و انصاف کے تخت پر
 اجلاس فرمائے گا اور نیک اور بد اور سخی اور سوم اور ظالم اور مظلوم سب کا اخیرِ حکومت
 کر دے گا۔ فَرَأَيْتُمْ فِي الْجَنَّةِ قَفَرًا يُقِي فِي السَّعِيرِ مگر کبھی مصلحتِ الہی اس کی بھی
 مقتضی ہوتی ہے کہ اسی دنیا میں بدلائل جاتا ہے۔ یہی سیدِ نگر ہے کہ اب سے بہت
 زیادہ دور بھی نہیں شاید بیس برس پہلے دس بارہ ہفتی سادات کے دروازوں پر
 کھڑے جھولتے تھے اور انکی سخاوت اور داد و دہش اور مہمانِ ازی اور مسافرِ پُرسی کی
 کیا شہرت تھی کہ گر بلا اور بغداد اور حرمین اور خجف اور کاظمین تک کے زوار ہر سال نام
 سن کر آتے تھے میں اُن دنوں اچھا خاصہ ہوشیار تھا مجھ کو اب تک یاد ہے کہ اس
 بڑی مسجد میں دو ڈھائی سو طالبِ العلم رہتے تھے اور ہمیں کے سادات اُن کے کھانا
 کپڑے کتاب سب چیزوں کی خبر گیری کرتے تھے۔ طالبِ اعلیٰوں کے پڑھانیکے لیے
 بیشِ قرار تنخواہوں کے پانچ یا چھ اچھے جید حافظ اور مولوی نوکر تھے سارے مہینے رمضان
 کے اور دس دن محرم کے عزبا اور مساکین کیلئے اس قدر کھانے پکتے تھے کہ اس کا
 ٹھیک اندازہ کرنا مشکل ہے بارہ کوس کے گڑے کی تمام خلقت ٹوٹتی تھی اور کیا نیتوں کی
 برکت تھی کہ ہزار دو ہزار پانچ ہزار جتنے آدمی ہوتے ہر شخص کو دو خمیری روٹیاں ایک پیالہ

ایک گروہ
 خشتِ بی
 اور ایک
 گروہ دوزخ
 میں ہے

قلیے کا اور ایک خوجہ کھیر کا وقت پر پہنچ جاتا۔ میر بابا صاحب کا گھر اُن نوں سب میں
 بڑھا چڑھا تھا۔ ان کا حال سنا ہے کہ دو نو وقت گئے ہوئے پوسے سو آدمی دسترخوان
 پر میر صاحب کے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور کسی خدا کی مہربانی تھی کہ گلی میں دیکھو تو کوڑیوں
 لڑکے سیدنگر میں کبھی کسی سیدانی کو بانجھ اور چھپے سے کم کسی کے بچے سننے میں نہیں
 آئے غلہ ہمیشہ ارزاں عام بیماری یا وہاں کبھی سیدنگر کے سولے میں چل نہیں جاتی۔
 یکایک گوجروں سے سولے کی تکرار ہوتی تھ چلا طرفین سے آدمی مارے گئے بس اُس
 دن سے سیدنگر پر تباہی آئی۔ یوں تو سادات اور گوجروں میں سدا سے چھڑ چھاڑ ہوتی ہی
 چلی آتی تھی۔ مگر اس مقدمے میں سادات سرسبز برسرِ ناحق تھے ہمیشہ سے سیدنگر کا
 سوانا اُس تیس ہزاری باغ کی مشرقی کھائی تھی یہ باغ عین سولے پر اسی غرض سے
 لگایا گیا تھا کہ گوجر حد سے متجا دزنہ ہوں تکرار اتنی ذرا سی بات پر ہوئی کہ میر بابا کے
 بڑے بیٹے میر مقدمہ کے ساتھیوں نے گوجروں کی رکھانت گھانس باغ کے پورے کاٹنی
 شروع کی گوجروں نے مزاحمت کی یہاں تک کہ داتا سنگھ نے جو گوجر دکان سرگردہ اور
 میر بابا کا مقابل تھا اپنا خاص کارندہ میر بابا کے پاس بھیجا وہ کارندہ میر صاحب تک پہنچے
 نہیں پایا کہ بیچ میں میر مقدمہ نے اُس کو بہت کچھ سخت و سست کہا اور حق و ناحق ہزار بار
 گالیاں داتا سنگھ کو دیں میر مقدمہ رتبے غصیلے اور بڑے ظالم اور بڑے سخت گیر اور بڑے جابر
 مشہور تھے کہتے ہیں کہ دو تین خون اُن کے ہاتھ سے ہوئے مگر وہ دبا گئے انہوں
 نے ظلم کئی بھلے آدمیوں کی ناموس بگاڑی اور عزت ریزی کی تیر بابا کے خاندان میں
 جو سید لوگ ناظم نہیں کرتے اصل میں اس کا سبب یہی ہے کہ میر مقدمہ نے بلا امتیاز بہت
 سی عورتوں کو جبراً گھر میں ڈال لیا تھا کوئی ہندو تھی کوئی چھاری کوئی گوجر بی غرض

میر مقتدر کے بعد سے اُن کے خاندان کے نسب کا اعتبار اٹھ گیا۔ بیٹے کے زور و ظلم نے میر بابا کی تمام نیکیوں کو بے قدر کر رکھا تھا نہیں معلوم دیدہ و دانستہ بیٹے کی حرکات ناشائستہ سے چشم پوشی کرتے تھے یا واقع میں مقتدر پر ان کا کچھ اقتدار نہ تھا۔ میر مقتدر کا تمام علاقے میں ایسا دلولہ تھا کہ کوئی بھلا آدمی سیدنگر کی بھانہ داری پر آنے کیلئے رضا مند نہیں ہوتا تھا مجبور کیا جاتا تو نوکری سے استعفا دیتا مگر ادھر کا رخ نہ کرتا۔ یہ ایسا خیال کرتا ہوں کہ سیدنگر کو مقتدر کے ظلموں نے تباہ کیا اور نزاع سولے کا ایک بہانہ تھا جب مقتدر نے داتا سنگھ کے کارندے کو برا بھلا کہا اور اُس کے مالک کو علی رؤس الاشهاد و مغلطات سنائیں وہ بیچارہ اپنا سامنے لے کر لوٹ گیا اور داتا سنگھ کے آگے جا کر اپنی پگڑی زمین پر دے ماری اور کہا کہ تم نے مجھ کو بے عزت کر لیا اور خود بھی بے عزت ہوئے آج میر بابا کے بیٹے نے بھری کچہری میں مجھ کو اور تم کو دونوں فضیحت کیا اور ایسی ایسی گالیاں دیں کہ کوئی چار کو بھی نہیں دیتا۔ داتا سنگھ بڑی غیرت اور بڑے غصے کا آدمی تھا اور کسی بات میں میر بابا سے بیٹنا نہ تھا سُن کر لال ہو گیا اور کہا کہ اس سلمان کے چھوکرے کا اتنا مقدور خیر آپ لڑائی ہی تو لڑائی ہی سی داتا سنگھ کے مُنہ سے اتنی بات کا نکلنا تھا کہ ڈیڑھ دو ہزار گوجر بھاری لٹھے کندھوں پر دھر رکھتے پر جامو جو دہوئے۔ میر صاحب کے گھیارے اُن کو دور سے دیکھ بھاگ کھڑے ہوئے سیدنگر میں خبر ہوئی ادھر سے لشکر سادات نکلا دو پہر کامل لٹھ چلا دوپونے دو سو آدمی زخمی ہوئے۔ چار گھڑی رات جاتے جاتے سرکاری فوج توپ لے کر آپہنچی پکڑ دھکڑ شروع ہوئی تحقیقات ہونے لگی اور نتیجہ یہ ہوا۔

میر بابا کے بیٹے نے بھری کچہری میں مجھ کو اور تم کو

| گوجر | قدر | |
|------|-------|-----|
| | دائیں | میں |
| ۵ | ۵۱ | ۷ |
| ۲۲ | ۱۰۱ | ۱۸ |

ہنگاموں اور خانہ جنگیوں میں کٹر سزا کا پلہ دونوں طرف برابر رہتا ہے مگر سیدوں نے بڑا غضب یہ کیا کہ ادھر تو سوائے پر لڑائی ہو رہی تھی اُدھر ڈھائی تین سو آدمی سیدوں سے نکل کئی کاٹ گوجر اپنی ماہیں جا گئے اور وہاں گوجروں کے مندروں کو توڑا کچھ عورتوں کو بے عزت کیا یوں سیدوں کی طرف سے زیادتی بہت ہوئی اور سزا بھی بہتوں نے پائی میر بابا نے تو جس وقت سرکاری فوج کا آنا سنا اسی وقت زیرِ کھاکر مر رہے میر تقدر کسی تدبیر سے بھاگ نکلے گھر بار ضبط ہوا اسبابِ نیلام ہو ابلیوں میں تین یا چار نابالغ بچے تھے وہ تو بچے دوڑے پھانسی پائی اور دو کالے پانی بھیجے گئے میر تقدر کے لیے پانسو روپے کا اشتہار ہوا لکھنے سے نہ گئے رفیق اُن کا ایک خانہ پرورد اُن کے ساتھ بھاگا دس بارہ برس بعد اکیلا واپس آیا بڑا نمازی بڑا پرہیزگار وہ بیان کرتا تھا اُن کی مصیبتیں کہ سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے تھے کہنا تھا کہ آخر کار کسی مقام پر بغداد کے علاقے میں میر تقدر مرضِ موت میں مبتلا ہوئے مگر ایسی سختی کی موت سے تو دیکھی کیا سنی بھی نہیں پوسے پندرہ دن بول و براز بند تھا نہ سہل اثر کرتا تھا نہ حقہ نہ بچکاری دن اور رات مچھلی کی طرح تڑپتے تھے اور کسی وقت نالو سے زبان نہیں لگتی تھی بول و براز کے بند ہونے سے مادے میں سمیت پیدا ہوئی اور سمیت ظاہرِ جلد تک پھوٹی باوجودے کہ نہایت گورے چمٹے آدمی تھے اور اُن مصیبتوں میں بھی ایرانی معلوم ہوتے تھے سمیت کی وجہ سے سارا جسم ایسا ہو گیا تھا جیسے سیاہ اور سوزش اس بدلی کہ کچھ

میں لوٹے لوٹے پھرتے تھے مگر ایک لمحہ قرار نہ تھا۔ سنے سے سات دن پہلے نہیں معلوم کیا بات تھی بیہوشی میں وطن کے لوگوں کے نام لے لے کر کہتے تھے فلانا مجھ کو مارے ڈالتا ہو فلانا گرہم نہیں میرے پیٹ میں بھونکتا ہو فلانا مجھ کو تنور میں دھکا دیتا ہو فلانا میری کھال کھینچتا ہے رفیق کا مقولہ یہ تھا کہ جن لوگوں کے وہ نام لیتے تھے وہ تھے جن پر انہوں نے ظلم کیے تھے۔ رفیق یہ دیکھ کر اس قدر مرعوب ہوا کہ گویا اسی دن سے اس نے ترک دنیا کیا۔ غرض وہ کمبخت سوائے کامقدمہ کیا ہوا تھا کہ سید نگر کے حصے کی قیامت آگئی آبرو اور جان اور مال کا جو نقصان ہوا تھا سو ہوا تھا ایک بڑا نقصان یہ ہوا کہ سادات سے خیر باطل اٹھ گئی۔ اب اس لوح میں سید کے معنی میں نقصہ لڑا کو جھگڑا لو مردم آزار۔ جھوٹا جھلسا دھنسنی فتنہ پرواز۔ اور واقع میں لوگوں کے افعال اور معاملات پر نظر کرتے ہیں تو جس قدر بدنامی ہو رہی ہو اس سے زیادہ کے مستحق ہیں۔ گوجروں کے ساتھ لڑنے کا مزہ چکھ چکے تھے چاہیے تھا کہ لڑائی کے پاس نہ پھٹکتے مگر اٹا اثر یہ دیکھنے میں آیا کہ بھائی بھائی سے لڑنے کا باپ بیٹے سے بیٹاں سے بیٹاں بی بی سے پڑوسی پڑوسی سے تھہہ دار تھہہ دار سے زمین دار کا شکار سے گویا لڑائی ان کے خمیر میں داخل ہو یا بے لڑے ان کو بند نہیں آتی یا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔ شرافت و نجابت کے دعوے اتنے بے چوڑے کہ کسی کو اپنا کفو نہیں سمجھتے مگر معاملات ایسے کہ پاجی سے پاجی کو شرم آئے اور کینے سے کینے کو عار۔ سید نگر کی کھیوٹ نکا لکڑی دیکھو جھڑا عورتوں کے نام ہیں کسی کی جو و کسی کی بیٹی کسی کی بہن دیوانی و خودیاری میں تھرا اور نان و نفقہ اور طلاق کے جتنے مقدمے ایک سید نگر کے ہوں گے شاید ساری لفظی کے نہ ہوں۔ مگر ان تمام فسادات کے نتیجے کیا ہیں تم لوگوں کے گھروں

میں شامپ کے بڑے بڑے پٹارے بہت کھینکے بیبیوں کے جسم پر چاندی کا تار نہیں
 باوجودیکہ دیہاتی پہناوا ہو گھٹھڑی میں سلیقے کا کوئی کپڑا نہیں جو آج اس آئوان
 نمودوں جو کچھ سیر میں پیدا ہوا اسی پر تمہاری گزران ہو۔ تمہارا علاقہ شہد کی مکھنوں کا
 چھتا ہے جتنے پیدا ہوتے گئے اُسی میں بھرتے گئے۔ میں اگر تمہارے علاقے کا مہتمم
 بندوبست ہوتا تو بیکہ بوسا بوسا کسی کچھنسی سب قوف کر کے کسور عشار یہ میں تمہارا کھیوٹا بنا
 یہ حال تو تمہاری حصہ اریوں کا ہو گیا ہو اس پر طرہ یہ کہ جس حصے کو دیکھتے کثرت اٹھاتا
 سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ ایک کبا ہے اور اُس میں ہزار ہا چینیٹیاں رسید زادوں کو
 دیکھا تو اس سرے سے اُس سرے تک ایک ہوشیار نہیں کسی میں آئندہ کی فلاح کے آئنا
 نہیں۔ یہ وبال یہ نکتہ فیت یہ آفاس سب تمہارے ہی اعمال کی سزا ہو اور اگر یہ پوری
 ہوتی تو تم سے چھوٹ گئے تھے یقیناً تو سزا نہیں ہے بلکہ تہدید سزا جب سزا کا وقت آئیگا
 تو یہ تمہارا قانون اور قاعدہ کچھ نہیں پوچھا جائیگا حقوق کے متعلق ایک بات اور ہے جس کو
 میں چاہتا ہوں کہ تم اُس کی طرف زیادہ توجہ کرو وہ یہ ہو کہ انسان کے ذمے دو طرح کے
 حقوق ہیں حقوق اللہ و حقوق العباد۔ لوگ حقوق العباد کی نسبت بڑی غلطی میں پڑے
 ہیں اور اُن کو اسان سمجھ لیا ہو حالانکہ بڑی ٹیڑھی کھیس ہے اگر کسی آدمی سے اللہ کے
 حقوق ضائع ہوں اور سبھی سے ہوتے ہیں تو بندے کا خدا سے کیا مقابلہ حقوق اللہ کا
 ضیاع اکثر سہو و غفلت اور نادانی اور کوتاہ اندیشی کی وجہ سے ہوتا ہے اور امید ہو کہ خداوند
 غفور و رحیم بندوں کے ضعف پر نظر فرما کر اُن کے قصور و معاف کرے اور کرے گا مگر حقوق العباد کا
 یہ حال نہیں ہو اُس میں ایک بندہ زور سے ظلم سے ہیکڑی سے زبردستی سے دوسرے
 بندے کو ستاتا اُس کا دل کھاتا اُس کو ایندہ اپنیجاتا ہو اور اس قصور کا معاف کرنا نہ کرنا

اُسی بندہ مظلوم کے اختیار میں ہے مگر انصاف کرو دنیا میں کتنے لوگ اس کی پرواہ کرتے ہیں۔ لاکھوں مظلوم ہیں جنکو بندگانِ خدا مرتے وقت اپنے سروں پر لاد کر لے جاتے ہیں۔ تا یہ ہے کہ دین کو کھیل اور مذہب کو ہنسی سمجھ رکھا ہو منہ سے کہتے ہیں کہ مرنا برحق نیکوین کے ساتھ سوال و جواب کا ہونا برحق عذابِ قبر برحق قیامت برحق تم سے بعد پھر زندہ ہونا برحق رتھی رتی کا سناؤ یا برحق جنت جنتی دوزخ برحق اور کردار برحق تھو۔ سید حاضر بھیجیں تم میں قربت کا ایک تعلق ہے اور جیسا میں نے تم سے کہا تعلق سے پیدا ہوتے ہیں حقوق اور فرائض ہیں اس کو اپنا فرض تعلق سمجھتا تھا کہ تمھارے فرائض کو تم پر بالا جمال ظاہر کر دوں سو میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ یہ کہہ کر متقی بھانجے سے رخصت ہوا اور چلتے چلتے کہہ گیا کہ افسوس ہی سیدنا طے ملاقات نہوئی ان شاء اللہ پھر کسی دن آؤ گا میری متقی نے اچھے خاصے پھر سوا پھر سید حاضر کے ساتھ باتیں کیں اس تمام وقت میں سید حاضر کا یہ حال تھا کہ ماموں کے منہ پر مسکی ٹٹکی بندھی ہوئی تھی اور ہمہ تن گوش ہو کر ان کی باتوں میں مستغرق تھا جو کلفظ ماموں کے منہ سے نکلتا اُس کے دل میں کانٹا لٹکتا فی الجہت بیٹھتا چلا جاتا۔ حاضر کے کان ایسی باتوں سے مطلق آشنائے تھے اُس پر میری متقی کا بیان کہ گویا ایک دریا ہے کہ موجیں مار رہا ہے یا ریل ہے کہ فی گھنٹہ سو میل کی رفتار سے دوڑ رہی ہے یا بھری برسات میں ساون بھادوں کا بادل ہو کہ اُٹھ اچلا آ رہا ہے اور پھر باتیں گھری تھیں گھری جن میں ذرا اور بچہ بچہ نہیں دنیا کے فائدوں کی ضمانت دین کی دستی کی کفیل تھلائی کی صلاح بہتری کا مشورہ سید حاضر نے کی طرح چپ بیٹھا سنتا رہا اگرچہ گاؤں کا کام کاج کرتا تھا مگر کونسا گاؤں سید نگر جہاں کے پرچونے پٹنگاؤں کے شگمی کا شکر تعلقہ داروں کے۔ جاہل محض لیاقت شکاروں کے۔ اہل مقدمہ کیل

سید حاضر سے
میرے دل میں
ایک گہرا
تعلق ہے

مخاروں کے کان کرتے تھے مگر متقی نے اتنا کچھ کہا اور سید حاضر سے چوں کرتے نہ بن پڑی۔

دسویں فصل سید ضر میر متقی کے غلط سے تراویہ متنبہ ہو کر سب کو اس کا حق

دینے پر آمادہ ہوا اور دونوں بھائیوں کی اسی بات پر باہمی بخش

میر متقی کے چلے جانیکے بعد بھی سید حاضر و سید ظر کے عالم میں تھا اپنے یہاں کے معاملات میں سے جس معاملے پر نظر کرتا تھا کسی کو دخل فساد سے آلف حقوق العباد سے خالی نہیں پاتا تھا جن باتوں پر اس کو بڑا ناگوار تھا اب اس کی نظر میں نہایت ذلیل و پاجی پن کی دلیل معلوم ہوتی تھیں۔ وہ گھبرا ہوا اکیلا دالان میں ٹپل رہا تھا اور اس قدر بے قرار تھا کہ جاٹے کے دن اور شام کا وقت اس کو پسینے پر پسینے چلے آتے تھے اور دیکھتا تھا کہ کھانا اور پینا آوراڑھنا اور بچھونا اور ساز و سامان اور مال و متاع اور نقد و جنس جسے کہ اپنا گوشت پوست کوئی چیز بھی لوٹ حرم سے پاک نہیں پاتا تھا کہ بد کرداری اور بد معاملگی ہماری برادری اور ہمارے خاندان میں اباعن جد چلی آتی ہے۔ اگرچہ حاضر و ناظر دونوں باپ کے مرنے سے معاملات کرنے لگے تھے مگر حاضر نے احتساب کیا تو اتنے ہی دنوں میں صد ہا منظمے ان کے نامہ اعمال پر چڑھ چکے تھے اور ان میں اکثر ایسے تھے جن کا تدارک محال تھا اور تلافی ناممکن۔ ہم کو حاضر کی اتنی ہی بات قلق ہے کہ جہاں اس کو اپنے وقت کے اور بہت سے معاملے یاد آئے ان میں سے ایک معاملہ غیرہ بیگم کا بھی تھا اگرچہ غیرہ بیگم کے معاملے میں ابتداء

لے لینے یہ بطور میراث باپ دادا سے متوارث چلی آتی ہے ۱۲

تحریر ناظر کی طرف سے ہوئی اور اسی کو اس میں زیادہ اصرار بھی تھا مگر کچھ بھی حاضر کا اتنا
 قصور تو تھا کہ بڑا بھائی ہو کر اس نے ناظر کو سمجھایا نہیں غیرت بیگم کا خیال آتا تھا۔ کہ
 فوراً گھوڑا کسو اسوار ہو راتوں شہر میں ناظر کے مکان پر جا دستک دی اگلے دن
 کسی مقدمے کی پیشی تھی اور ناظر آدھی رات تک گواہوں کی تعلیم اور کاغذات
 کی درستی میں مصروف تھا ابھی اچھی طرح نیند بھری نہ تھی کہ بھائی کی آواز سُنکر چونک پڑا اور
 لگا پوچھنے خیر تو ہے آپ ایسے سویرے کیونکر آئے۔ حاضر خیر ہے مگر باطینانِ وقت
 ضرورتوں سے فارغ ہو تو میں اپنے آنے کی وجہ بیان کر دوں گھبراہٹ کی کوئی بات
 نہیں۔ تھوڑی دیر بعد جب دو توں بھائی یکجا ہوئے تو حاضر نے پوچھا چھوٹے
 ماموں آئے ہیں تم ان سے ملے۔ ناظر ماموں کا آنا تو مجھ کو معلوم ہوا مگر میں ملا نہیں اور
 ملنے کا ارادہ بھی نہیں۔ حاضر کیوں۔ ناظر میں جانتا ہوں وہ آپ کا جھگڑا ضرور نکالینگے
 اور مجھ کو کسی طرح آپ کا حقہ دینا منظور نہیں بے فائدہ باتوں ہی باتوں میں تکرار ہو پڑیگی
 حاضر کیوں بچاری غیرت نے ایسا قصور کیا کیا ہے کیا وہ ہماری حقیقی بہن اور متروک
 پیری میں عند اللہ اور عند الرسول حقدار نہیں ہے۔ حاضر کے منہ سے یہ سوال سُنکر
 ناظر کے کان کھڑے ہوئے آدمی تھا معاملہ فہم معاملہ شناس فوراً تازگیہ کہ بھائی ماموں
 سے ملے اور ماموں نے پٹی پڑھائی تو کہتا کیا ہے کہ اگر ماموں کوئی فتوے دے سکتے
 لکھو اگر لائے ہوں تو اس کو اپنی قدوری میں چپکار کھیں انکو شاید یہ معلوم ہوگا کہ یہاں
 شریف مکہ کا حکم نہیں چلتا انگریز بہادر کی عملداری ہے۔ میں نے خبر سُن لی جتو میں پر یوی کوئل
 اور عدالتہاے عالیہ ہائے کورٹ اور چیف کورٹ اور جوڈیشل کمشنر کے فیصلوں اور
 میکناٹن اور سرسرنہری لاکھی شرع محمدی سے وہ نہ نظر آورا حکام چپانٹ کر رکھے ہیں

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

کہ اگر آپا سے جہیز واپس نہ کرالوں تو سید نہیں چار حاضر کو بھی بھائی کی اس قدر خشونت
دیکھ کر نہایت استعجاب ہوا کیونکہ اُس نے آج تک حاضر کے رو در و ایسی شوخ چستی کے
ساتھ کبھی بات نہیں کی تھی اور بولا کہ تم ماموں سے ناحق بدگمان ہوئے ہو میں اُن سے
ملا بے شک اور وہ تعزیر کے لیے سید نگر تشریف لے گئے بلاشبہ مگر غیبت بگیم کا نام تک اُن
بیچے نے نہیں لیا اور افسوس ہے کہ تم نے اُن کی شان میں خرد ہو کر اس گستاخی
کی اور وہ بھی غائبانہ پس تم نے ایک بزرگ کا حق تلف کیا۔ ناظر اُنہوں نے آپا کا نام
نہ لیا ہوگا لکن ایہ بلغ من الصراحة اور فرض کیا کہ میں نے گستاخی کی تو قانون نے
صرف ایک ہی گستاخی کو مجرم قرار دیا ہے یعنی حاکم عدالت کے ساتھ گستاخی کرنا جبکہ
وہ عدالت کا اجلاس کر رہا ہو اور ظاہر ہے کہ ماموں اُس کے مصداق نہیں ہو سکتے
ناظر کے اس جواب سے حاضر کو سید متقی کی اس بات کی تصدیق ہوئی کہ حکام ظاہر کے
انتظام سے پورے طور پر حقوق العباد کی حفاظت نہیں ہو سکتی۔ سید متقی کے وعظ
سے سید حاضر کے خیالات دفعۃً اس قدر متبدل ہو گئے تھے کہ دونوں بھائیوں میں
التمام کا ہونا محال تھا۔ ناظر اپنے اسی پرانے موروثی ڈھترے پر چلتا تھا کہ قانونی
گرفت بچا کر جہان تک اور جس طرح ممکن ہو اپنا فائدہ کرنا چاہیے کسی کا حق تلف ہو تو مضا
نہیں کسی کا دل دکھے تو پروا نہیں عاقبت تباہ ہو تو کچھ حرج نہیں اور سید حاضر کو آپ
اس بلا کا اہتمام تھا کہ ایک غیبت کو بھی وہ اُتلافِ حق سمجھا غرض یہ جو سنا کرتے تھے کہ
الدنیا والدين ضرتان۔ یا ہم خدا خواہی و ہم دنیا سے دوں + این خیال ست محاست جنوں
اب وہ مٹے حل ہوا کہ حقیقت میں وہ دنیا جو دین کی دشمن ہو اور اُس کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی
لے سختی ۱۲ تب ۱۲ھ یعنی بعض اوقات صراحت اشارہ زیادہ مرثر ہوتا ہے ۱۲ھ دنیا اور دین دو سونیں ہیں ۱۲

وہ یہ دنیا ہے کہ جیسی ناظر کی تھی جس میں حلال و حرام کا امتیاز نہیں جائز و ناجائز کا
تفرقہ نہیں خدا و رسول کا خوف نہیں روز قیامت کا اندیشہ نہیں۔ ناظر کی اتنی ہی
باتوں سے حاضر کو پورا یقین ہو گیا کہ اُس کو سمجھانا یا اُس کے ساتھ بحث کرنا محض
بے سود اور لاف حاصل ہے اُس پر قانون کی پھٹکا رہے اور اُس کے سر پر ٹپچا ہو ^{سوار} جتنا
اس کیلئے زیادہ رد و کہ مناسب سمجھ کر اُس نے دو ٹوک بات ناظر کو سنا دی کہ تم اس کو مامول
کا اعوا سمجھو یا میرا حق میں تو غیرت بیگم کا حق اب ایک لمحے کیلئے بھی نہیں رکھ سکتا۔ ناظر
دیکھیے ایسا کیجیے گا تو مجھ سے آپ بگاڑ ہو جائیگا۔ حاضر۔ اگر اتنی ہی بات پر کہ میں
ایک حق دار کا حق مارنا نہیں چاہتا تم مجھ سے بگڑو تو تمہاری خوشی اگرچہ تمہارے
بگڑنے کا مجھ کو سخت افسوس ہو گا مگر اُس سے ہزار درجے زیادہ افسوس ہو گا اگر
غیرت بیگم کا حق غضباً میرے پاس ہے۔ ناظر۔ یہ آپ کی خصوصیت کیا ہے۔ حاضر۔ خصوصیت
پوچھو تو وہ ہماری حقیقی بہن ہے مگر ایصالِ حق کیلئے اُسکی مطلق خصوصیت نہیں ان ^{البتہ} ^{اگر}
سب حقداروں کے ساتھ میں ایسا ہی معاملہ کروں گا۔ ناظر۔ تو آپ سیدھی بات ہی کہیں
نہیں کہتے کہ ترک دنیا پر آمادہ ہیں۔ حاضر۔ اگر مفضوبات کا واپس کر دینا تمہارے نزدیک
ترک دنیا ہے تو مجھ کو اس سے انکار نہیں۔ ناظر۔ بیٹھے بٹھائے یہ آپ کو ہوا کیا ہے پہلے
میں مامول کو مولوی اور حاجی اور حبیب النخا نام ہے متقی سمجھتا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ تسخیر یا سحر
کے بھی عامل ہیں۔ حاضر۔ مامول کی شان میں تمہاری طرف سے یہ دوسری گستاخی اور
دوسری غیبت اور دوسرا تلافِ حق ہے۔ ناظر۔ میں آپ کو آگاہ کیے دیتا ہوں کہ یہ گھر کی
تباہی کے سامان ہیں۔ حاضر۔ جس گھر کی آبادی دوسروں کے حقوق کے غضب کرنے پر موقوف
ہو اُس کا تباہ ہونا ہی بہت ہے۔ ناظر۔ اپنے انجام کار پر ہی نظر کر لی ہے۔ حاضر۔ انجانہ کار پر نظر

کرنا ہی مجبوری اس ارادے کا باعث ہوا ہے ناظر تو آپ مجھ کو بھی اپنے ساتھ بزرگ کرتے ہیں
 کیسی کیسی محنتوں اور کیسی کیسی تدبیروں سے میں نے ملکیت کو درست کیا اب ایک ہنگ پر اچھی تھی
 تو آپ ساری عمارت کو جڑ بنیاد سے ڈھائے ڈپتے ہیں۔ حاضر کیا تم نے مجھ کو بخون قرار دیا ہے
 یا محبوط الخواس سمجھا ہر دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا ہے جو دیدہ و دانستہ اپنے پاؤں میں آپ
 کھڑی مائے یا سمجھ بوجھ کر اپنے رہنے کے مکان میں آپ لگ لگائے فرق صرف اتنا ہے کہ
 اس بات کا میں نے قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ دنیا کو دین پر ترجیح ندوں اور جس دنیاوی فائدے
 میں نے بن کا ضرر ہے اُس کی طمع نہ کروں اگر ایسا کرنے سے میری دنیا برباد ہوتی ہو تو سوہو اگر
 مجھ پر دنیاوی تباہی آتی ہے تو آئے جب میں نے دین کے خلاف دنیاوی فائدے کا لالچ
 نہ کیا تو دنیاوی نقصان کی میں کیا پروا کر سکتا ہوں ناظر میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں
 تمہارے فائدوں کو بہت ہی عزیز رکھتا ہوں مگر وہیں تک کہ وہ فائدے جائز طور پر
 حاصل کیے جائیں غصب اور ظلم اور دغا اور فساد اور اتلاف حقوق العباد کو نہ میں اپنے
 لیے جائز رکھتا ہوں اور نہ تمہارے لیے۔ ناظر یہی تو میں کہتا ہوں کہ آپ پر مومن نے جادو کیا
 حاضر۔ اگر تمہارے نزدیک یہ جادو کوئی جادو تمام پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین تمام
 اولیا تمام انبیاء تمام اتقیا کرتے آئے ہیں مگر جادو ایک مگر وہ لفظ ہر اس کا استعمال بزرگان
 دین کے حق میں سیکر نزدیک تو درست نہیں۔ ناظر۔ اچھا تو ایک کام کیجئے آپ اپنے حصے کا
 بڑا رہ کر ایچے اور علیحدہ ہو جائیے۔ حاضر۔ میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا تھا مگر اس وقت
 میں شکل یہ ہے کہ جب تک ملکیت تمام مظالم سے پاک نہ ہو میں اُس میں سو حصے نہیں
 سکتا۔ ناظر۔ آپ نے ساری ملکیت کا ٹھیکہ نہیں لیا۔ اپنے مذہب کے رو سے حصہ پوری میں سے
 جتنا حصہ آپ اپنا سمجھتے ہوں الگ کر لیجئے۔ حاضر۔ دالہ مروج کی جگہ میرا اور تمہارا اور غیرہ یکم

تینوں کا نام لکھا جانا چاہیے لِّلذٰکُمْ مِثْلُ حَظِّ الْاٰثْنَيْنِ ہم دونوں نے ناحق اور ناروا
 بہن کو محروم کر کے اپنے ہی نام چڑھوائے تو نصف نصف ہم دونوں کا ہوا پس بکری
 کا غذات میں میرا نصف حصہ لکھا ہے اس میں بھی تو غیرت بگیم کا ایک عشر شامل ہے
 جس کو میں اپنے پاس رکھنا نہیں چاہتا۔ ناظر۔ آپ بٹوارے کی درخواست میں
 لکھ دیجیے کہ اگر چہ میرے نام نصف حصہ لکھا ہے مگر حقیقت میں میرا دسواں حصہ ہوتا ہے بقدر
 کا میں بٹوارہ چاہتا ہوں۔ حاکم آپ کی درخواست تصدیق کر کے آپ کے دسواں حصہ کا بٹوارہ
 کر دیگا۔ حاضر۔ تو غیرت بگیم کا یہ ایک عشر بھی تمہاری طرف منتقل ہو جائیگا۔ ناظر۔ آپ کا
 اس میں جج کیا ہے غیرت بگیم کا مطالبہ میرے سر رہیگا۔ حاضر۔ تو اس کے یہ معنی ہیں
 کہ میں غیرت بگیم کا ایک عشر جو میرے نام ہے تمہارے نام منتقل کر دوں۔ ناظر۔ خیر معنی
 مطلب تو میں سمجھتا نہیں ایک راہ کی بات جو میں نے آپ کو بتائی اگر آپ کو مجھ سے خیرش
 نہیں ہے تو جس طرح میں نے بیان کیا درخواست لکھیے اور پیش حاکم اُس کو چل کر
 تصدیق کرائیے باقی مراتب میں دیکھ بھال لوں گا آپ کو وہی دسواں حصہ ملے گا جو آپ چاہتے
 ہیں۔ حاضر۔ غیرت بگیم کا ایک عشر میں تمہارے نام تو منتقل نہیں کر سکتا وہ بھی تو ناجائز
 ہے حقدار کو تو اُس کا حق نہ ملا ہاں اگر کہو تو درخواست میں یہ بات بے شک لکھ دوں کہ میرے
 نام جو نصف حصہ لکھا ہے اس میں دسواں حصہ میرا ہے اور ایک عشر غیرت بگیم کا ناظر۔ اس
 سے تو میری نصفی میں فتور پڑیگا۔ حاضر۔ پڑیگا تو تم جاؤ میرے اختیار کی بات نہیں
 ناظر۔ آپ کے اس اصرار سے ثابت ہوتا ہے کہ صرف تقاضاے دیداری نہیں ہے بلکہ آپ
 کے سب فساد ہیں۔ حاضر۔ تم بار بار یہ بچ کر ماموں کو اُن کی پٹھ پٹھیں برا کہتے جاتے ہو

مجبو اس بات سے سخت تکلیف ہوتی ہے میں نے تم سے کہا کہ ماموں نے غیرۃ بگیم کا نام تک نہیں لیا اور تم نے میرے کہنے کو سچ نہ جانا فرض کر دیا ماموں ہی نے مجھ کو غیرۃ بگیم کا حق منصوص واپس کر دینے پر آمادہ کیا تو کیا احتیاق حق میں کوشش کرتا خدا ہے۔ ناظر یہ کہ اگر اٹھ کھڑا ہو ابہت خوب معلوم ہوا آپ آپ کو ان کا حصہ دیکھیے اگر آپ سے دیا جائے اور وہیں اگر ان سے لیا جائے اور ماموں جس غرض سے بھانجی کی خوشامد میں لگے ہیں مجھ کو معلوم ہے بتلا بھائی کو انہوں نے دیکھ پایا ہے بھولا بیوقوف چاہتے ہیں کہ بھانجی کے نام سے بڑے ماموں کی تمام املاک پر خود قابض ہو جائیں لیکن (موجھوں پر تاؤ دیکر) اگر ناظر کے دم میں دم ہے تو ماموں کو ایسا مزہ چکھاؤں کہ سات برس بعد توجج سے پھر کر آنا نصیب ہوا اب انکو ہجرت ہی کرنی پڑے تو سہی۔ آپ کا حصہ لینا ایسا کیا ہنسنی کھیل ہے۔ حاضر بیچارہ اپنا سامنے لے کر سیدنگر واپس گیا غلگین اس کی خدا کی شان ہو کہ کل شاموں میں سیدتی کے وعظ سے حاضر متنبہ ہوا تو بہ کی تلافی مافات پر آمادہ ہوا راتوں رات بھاگا ہوا بھائی پاس آیا ابھی جی کھول کر بھائی سے باتیں نہیں کرنے پایا تھا کہ سخت امتحان میں پکڑا گیا وہ خوب واقف تھا کہ ناظر ایک سانپ ہے اس بلا کا زہریلا کہ اس کا ٹاپانی نہ مانگے اسکا ڈسا ہوا پھٹکانہ کھائے وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ ناظر اگر بگڑا اور اب اس کے بگڑنے میں کس ہی کیا باقی تھی تو کیسی زمین داری اور کس کی حصہ داری گاؤں کا رہنما دشوار کر دیگا اور اس کے ہاتھوں سے زندگی و بال دوش ہو جائیگی۔ یہ خیال کر کے وہ جی ہی جی میں اپنے آپ کو سمجھاتا تھا کہ تجھ کو بھائی کے ساتھ بگاڑنا کیا ضرور ہے اگر وہ غیرۃ بگیم کا حصہ نہیں دیتا نہ دے وہ جانے اس کا کام جانے اپنا اپنا پھرنا پھرنا غیرت بگیم کو حصہ لینا ہوگا تو آپ سے آپ نالش کریں گی۔ ہر کسے مصلحت خویش نگو مے داند میری طرف سے اتنا

میری طرف سے اتنا کافی ہے کہ ابھی سے غیرۃ بیگم کے حصے سے دست بڑا رہو جس اور اگر
 ناش ہو تو دعویٰ کی تردید نہ کروں پھر سوچتا تھا کہ اب تک جو غیرۃ بیگم حصے سے بے دخل ہیں
 اسکا وبال جیسا ناظر پر دیا مجھ پر کیونکہ ہم دونوں نے بلکہ غیرۃ بیگم کو محروم کیا بلکہ ایک
 اعتبار سے مجھ پر زیادہ اور ناظر پر کم کیونکہ میں بیٹی کا نمبر ارہوں اور بیٹی کی تحصیل
 وصول میں کراہتھوں سے ہوتی ہے علاوہ اسکے کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ ہم دونوں
 بھائی تو بے زحمت اپنے حقوق پر قابض ہوں اور غیرۃ بیگم کو ناش کرنے پر مجبور
 کریں صرف اس وجہ سے کہ وہ عورت ہے پرہ نشین اور کوئی اسکے حق کی حفاظت
 کر نہیوالا نہیں قنیا میں آنکھوں پر ٹھیکری رکھ لی تو خدا کو کیا جواب دینگے اور مانا کہ
 میں غیرۃ بیگم کے حصے سے دست بڑا رہو بیٹھا تو وہی بات پھرتی کہ میں نے نہ لیا ناظر کو لینے
 دیا غیرۃ بیگم کو تو اسکا حق نہ پہنچا علاوہ بریں آج تک تو ایک غیرۃ بیگم کا معاملہ ہو اس میں حجۃ
 ابھی تو ایسے ایسے صدامعاملے نکلتے غریب کے ضعف کے اور ایسے لوگوں کے جنگو سوا خدا کے
 کہیں پناہ نہیں اور ناظر کا نشانہ تو معلوم ہو چکا کہ وہ تو سوا قانون کے خدا و رسول کسی سے ڈرنے
 قے والا نہیں تو بکری کی لکت تک خیر منائے گی بھائی سے تو ایک نہ ایک دن بگڑے ہی
 گی اور آج اگر غیرۃ بیگم کے معاملے میں میں نے ذرا بھی اپنا ضعف ظاہر کیا پھر تو ناظر
 کی جڑ سے غرض یہ تو نازل ٹھیک نہیں بلکہ وسوسہ شیطانی ہے ۔

گیارہویں فصل سیدہ حضرت تقاضا دینداری علی غم الف سید ظرائف بہن

کو اس کا حق دلایا

ایسے ابتلا کے وقت میں خدا نے حاضری مدد کی اسکو معلوم تھا کہ ناظر کے پاس وہ شہادت

کا ایک بے آخر ڈھونڈنے سے ملا کھول کر دیکھتا ہے تو اُس میں پڑنے پچھلے سَنوں کے متروک
 قطعات ہیں سمجھا کہ ناظر نے کسی ارادہ فاسد آنکو ہم پہنچا یا ہے اس نے اٹھنی کا ایک قطعہ
 نیا سا دیکھ کر تولی لیا اور باقی اُس فساد کی پوٹ کو چولیسے میں جھونک یا جو قطعہ اُسے نکال
 لیا تھا اُس پر ایک درخواست بھی جسکی عبارت یہ تھی (نقل درخواست) کہ میں اور سید ناظر اور
 غیرت بیگم قنبول حقیقی بھائی بہن ہیں غیرت بیگم کا نام پٹی داری میں داخل ہو نیسے رہ گیا
 میں پٹی کا نمبر دار ہوں اور میرے ہاتھوں پٹی کی تحصیل وصول ہوتی ہے غیرت بیگم کے حق اور
 قبضے کو میں تصدیق کرتا ہوں اسلئے غیرت بیگم کا نام ایک خمس حصے پر چڑھا دیا جائے اور اس وقت
 درخواست کو رجسٹری کر ا حاکم برکٹ کے نام روانہ کر دیا وہاں سے معمول کے مطابق اشتہار
 جاری ہوا اشتہار کا آنا تھا کہ سید ناظر نے عذر داری کی مقدمہ لڑنے لگا کلکٹری میں نو سو سہری
 کارروائی ہوتی ہو اور صرف قبضہ دیکھا جاتا ہو چونکہ نمبر دار پٹی نے جسکے ہاتھ میں پٹی کی تحصیل
 وصول تھی غیرت بیگم کے قبضے کی تصدیق کی اس سبب ناظر کی عذر داری نامنظور اور غیرت بیگم
 کا نام ایک خمس پر داخل ہو نیکا حکم ہو گیا مگر سید ناظر محکمہ کلکٹری کو کیا مال سمجھتا تھا جو قوت
 داخل خارج کا حکم پہنچا تو اسکے مختار نے کشتی کے طور پر اُس سے کہا کہ نمبر دار کے بیان مجرور
 حکم ہو گیا ہو یہ حاکم کی رائے ہے اپیل کی بڑی گنجائش ہے ناظر نے کہا اے میاں کہاں کی
 اپیل اور کس کا مرقعہ کل تو نہیں پرسوں تمکو والد کا تحریری وصیت نامہ لا کر دیتا ہوں اسکی
 بنیاد پر اثبات حقیقہ کا دعویٰ (خاک از تودہ کلاں بردار) دیوانی میں دائر کرو تو نمبر دار حجتا
 کی ساری شخی کر کری ہو جائیگی ناظر وصیت نامہ لینے گھر وڑا ہوا آیا اور سٹامپ کے بستے
 کی تلاش میں سیدھا کوٹھڑی میں گھسا بستہ نثار داس کا ماتھا ٹھنکا معلوم ہوا کہ ایک بستہ
 تو بے نیماں کوئی ڈیڑھ مہینا ہوا اجلا چکے ہیں یسٹے ہی پیٹ بکڑ کر بیٹھ گیا۔ حاضر ناظر

کا جھگڑا تھا اسے قصے سے متعلق نہیں ہو خلاصہ یہ کہ دو لوبھاٹیوں نے ایسی چلی ایسی چلی سید
والوں میں بھی متا تھا و انتوں میں انگلی رکھ لیتا تھا۔ قاعدہ ہے کہ آلے کے ساتھ گھن بھی پس
جاتا ہے سیدناظر کے ساتھ غیرہ بیگم اور غیرہ بیگم کی لپیٹ میں میثقی کی بھی شامت آتی +

بارہویں فصل ۱۱ سیدناظر کے فسادات میثقی کی نسبت عرضی گناہ
میثقی کے سمجھانے صلاح ذات البین کا ہونا

ناظر کو شروع میں صرف اسی پر اصرار تھا کہ غیرہ بیگم کو حصہ نہ دوں سنا آپ کے بستے کا جلاتا
سُکروہ بھائی پر نہایت برا فروختہ ہوا اور اُس نے دیوانی میں سالم حقیقت پدری کا دعوے
داثر کیا اس بیان سے کہ نہ حاضر میر باقر کا بیٹا ہو اور نہ غیرہ بیگم میر باقر کی بیٹی اُس نے بات
یہ بنائی کہ میر باقر کا اکھوتا بیٹا میں ہوں میر پیدا ہونے میں یہ ہوئی تو میر باقر لے پالک کے
طور پر حاضر کی پُرس اور پرداخت کرنے لگے اور اس بیان کی تائید میں سنا آپ کے کاغذ پر
ایک صیت نامہ پیش کیا جس پر میر باقر کی مہر تھی اور اُس کا سوا و خط بھی میر صاحب کے خط سے شبہ
میثقی کی نسبت ایک گناہ عرضی لفظی میں پہنچی کہ سلطانِ روم کی طرف سے جاؤں بنا کر آئے
ہیں اور لوگوں کو چپکے چپکے جہاد کی ترغیب دیتے ہیں اور عنقریب ہندوستان میں آئے ان کے اغوا سے
فسادِ عظیم ہو نیا والا ہے سیدناظر کو جب دیوانی کے دعوے کا حال معلوم ہوا تو عرضی دعوے کی
نقل لیکر میثقی کے پاس دوڑا ہوا آیا میثقی کو اس وقت تک داخلہ حاج کے سو کچھ حال معلوم
نہ تھا دور سے حاضر کو دیکھتے ہی خوش ہو کر لگے تحمیدِ رضا کی باتیں کرنے۔ حاضر نے پاس
آکر ناظر کے عرضی دعوے کی نقل دکھائی تو انا اللہ وانا الیہ راجعون کہ مکر ایسے سنا ہے میں
لگے کہ بہت دیر ہو گئی اور بھلا یا بڑا کوئی ہی لفظ مٹے نہ نکالا تو حاضر نے خود ابتدا کی

اور کہا کہ میں اس غرض سے حاضر ہوا تھا کہ میں تو اپنے میں ناظر کے مقابلے کی طاقت نہیں پاتا عزت کو آبرو کو سچائی کو دین کو ایمان کو خوف خدا کو سب کو ایک دم سے بالائے طاقت رکھ دوں تو ناظر کے ساتھ لڑنیکا نام لوں اور یہ مجھے اب ہو نہیں سکتا ہر چند رہ رہ کر غصہ آتا ہے اور بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اس مردک کو اسی قانون سے جس پر اسکو بڑا ٹھہرنا ہے اُسکے کیے کی ایسی سزا دلوں کہ ساری عمر اسکو قید سے نجات نہ ہو اور اسکی تدبیریں تجھ میں آتی ہیں اور یہ اختیار کی بھی ہیں ناظر کتنا ہی قاعدہ دان اور ضابطہ شناس کیوں ہو مگر آخر بے تو مجھ سے چھوٹا لیکن آپ کے ارشاد کی مطابقت میں خدا سے عہد کر چکا ہوں کہ دنیا کیلئے دین کو نہیں بگاڑوں گا اب دنیا میں ایک فضیلت نہیں ہزار فضیلت آواریک نقصان نہیں ہزار نقصان کیوں نہ ہو جائیں اس عہد کو تو میں توڑ نہیں سکتا مگر ناظر کے حملے سے بچنے کیلئے میں نے ایک تدبیر سوچی ہے کہ میرا غالب کو آپ جانتے ہو گئے وہ بھی ان دنوں سیدنگر کے بڑے چلتے ہوئے پرزوں میں ہیں سیدنگر خاص میں اُنکا بھی ٹھکانہ ہے حصہ ہونکی وکالت آجکل بڑے زوروں پر ہے چند روز مجھے کہتے تھے کہ اگر کوئی حصہ بکنا ہو تو مجھکو خبر کرنا تو میں نے یہ تجویز سوچی ہے کہ اپنا حصہ اُنکے ہاتھ فروخت کر دوں جواب ترکی ترکی وہ ناظر سے سمجھ بوجھ لینگے اتنا ہی خیال ہے کہ گاؤں میں حصے تو عیال پر سوطح کی حکومت ہے مگر جس طرز پر مجھکو آئندہ زندگی کرنی منظور ہے اُس کیلئے مجھکو حکومت درکار نہیں آپ سے اتنی بات پوچھنی تھی کہ اگر آپکی صلاح ہو تو غیرت بیگم کے حصے کی بھی بات حیت میرا غالب سے کیجائے میں نہیں سمجھتا کہ غیرت بیگم کو ناظر حسین لینے دیگا میں نے سیر متقی نے کہا کہ ان معاملات کو تم مجھ سے بہتر سمجھتے ہو قرابت کے اعتبار سے بھی تم نزدیک تر ہو اور تمہارے معاملے کی سچائی کا یہی بڑا ثبوت ہے کہ تم نے بے فریاد بے نالاش غیرت بیگم

کو اُس کا حق دیا اور دلوایا اور ملک حق کی واسطے تم نے بھائی سے بگاڑی اور اُس بگاڑ کے نتائج کی پہلی قسط یہ عرضی ہے جو تم نے مجھ کو دکھائی خدا حق ہے اور وہ حق سے رضی تھا ہے اور وہی حق دار و ملکی حمایت کرنیوالا ہے اور انشاء اللہ آخر حق کو غلبہ اُلْحَقُّ یَغْلِبُ اس بات میں تم اپنی بہن سے مشورہ کر لو لیکن اگر میری رائے پوچھتے ہو تو شروع سے تم نے غلطی کی تم نے وہ کیا اور آئندہ بھی وہی کرنا چاہتے ہو جو دنیا میں سبھی راست معاملہ کیا کرتے ہیں اور بلاشبہ شرع کی رُوس و تپیر کوئی الزام نہیں مگر الزام کو عائد نہونیسے تم کسی تعین کے بھی مستحق نہیں ہو سکتے مجھ سے اگر تم نے پہلے پوچھا ہوتا تو میں یہ صلاح دیتا اور اب بھی تم کو اور غیرہ سقیم دونو کو صلاح دیتا ہوں کہ اگر کر سکو تو اپنے اپنے حق سے دست بردار ہو جاؤ ایسی کونسی بڑی ٹالسیکے خدائے مگو بہت کچھ دے رکھا ہے ناظر کو مروتی کچھ انبیاں مبارک لکیر وہی ٹپے آدمی بنیں آخر وہ بھی تو کوئی غیر نہیں گھسی کہاں گیا کھڑسی میں تین بہن بھائیوں کے پاس رہا ایک کے پاس بلاشبہ حصہ کو کو کتنا ہی جزوی کیوں نہ ہو چھوڑنا مشکل ہے خصوصاً جبکہ مروتی ہو اور اُسی گائو کا ہو جس میں رہنا سہنا ہے اور چھوڑنا بھی اس حالت میں کہ گالی گلوچ تک کی نوبت پہنچ چکی ہو لیکن تم خود کہتے ہو کہ اب بدولت فضیحت کے اسکا سنبھالنا ممکن نہیں حصہ نقل کرنے کی تجویز جو تم نے سوچی ہے صرف من بھوتی ہے آخر اسکی تحقیقات تو ہو ہی گی تمہارے مقابلے میں ہو یا خریدار کے کہ تم دونو میرا قری کی اولاد ہو جیسا کہ واقعی ہے یا نہیں ہو جیسا کہ ناظر نے عرضی دعوے میں لکھا ہے اگرچہ کامل یقین ہے کہ آخر کار مگو ناظر کے مقابلے میں ظفر ہوگی لیکن پھر ہمیشہ کیلئے وہ تم سے چھوٹ جائیگا اور تم اُس سے اور مدت اہمتر مگو باہمی خرختوں سے نجات ملنے کی امید نہیں مگر جو تدبیر میں مبتلا ہوں اُسکا انجام جہاں تک میری سمجھ میں آتا ہے انشاء اللہ یہی ہونا ہے کہ کچھ حصہ تمہارے پاس رہیگا اور تم بھائی

بہن بھرا ایک کے ایک ہو جاؤ گے تھوڑی دیر کیلئے فرض کرو کہ ناظر نے کل حصہ لیا مگر سطح
 پر کہ وہ لینا چاہتا ہے یعنی جھوٹ بول کر جعل بنا کر بھائی کو بہن کو مانگو باپ کو یعنی اپنے آپ کو
 رسوا اور فضیحت کرنا کیسا صاف صاف گالیاں دیکر تو ناظر یہ حصہ لے کر تم کو تو خیر چھوڑ ہی گیا
 مگر کیا بیوی بچے رشتہ دار کنبہ دار قبیلہ برادری خاندان دوست آشنا جان پہچان ایک دم سے
 ساری دنیا کو چھوڑ دیا ایسا تو نہیں ہو سکتا مگر سمجھتے ہو کہ دنیا اُس کو کیا کیسی لگتی تھی کہ
 بچانے اور بیگانے سب اُس کے منہ پر تھوکنے لڑکے اُس کے پیچھے تالیاں پیٹیں گے سبکی نظموں
 وہ خوار اور بے اعتبار اور نکو اور انگشت نام ہو گا درو دیوار اور کوچہ و بازار سے اُس پر پکارا
 برے لگی یہ حصہ ڈھاک کے کوئلے کا ایک ڈکھتا ہوا انگارہ ہو گا کہ وہ ہرگز اُس کو مٹھی میں سنبھال
 نہ سکے گا مشکل سے مشکل مقدمات اور پیچیدہ سے پیچیدہ معاملات میں تم ایک مختار یا کوئلے کے
 کہنے پر عمل کرتے ہو اس ایک بات میں خدا کی صلاح پر بھی چل کر دیکھو کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے خدا کی
 صلاح کیا ہے اِدْفَعُ بِاللّٰہِ ہِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا اللّٰہُ بَنٰکَ وَبَنٰی عَدَاوۃَ کَا تَدْرِیْ حَبِیْمٌ
 یعنی اگر تجھ سے کوئی بُرائی کرے تو بھلائی کے ساتھ اُس کا ٹوڑ کر اور پھر دیکھ کہ یا تو تجھ میں
 اور اُس میں دشمنی تھی یا بات کی بات میں وہ تیرے ساتھ گرم چوٹی کرنے لگا حقیقت میں جیسی
 میر تقی نے پیشین گوئی کی تھی ویسا ہی ہوا حاضر اور غیرہ یکم کی طرف سے ناظر کے دعوے کی
 کچھ تردید نہ ہوئی قاعدہ کے مطابق دعوے کی طرفہ ڈگری ہو گیا مگر کسی ڈگری کہ حاکم اور
 عملے اور اہل معاملہ اور چیرا سی اور مذکور سی سمجھی نے تو ناظر کو ملامت کی جہاں گیا اُس نے
 تاناؤ اور جس سے ملا اُس نے لتھیرا اور آخر کار ہار کر جھکا مار کر کلنگ کا ٹیکا ماتھے پر لگا کر
 جس قدر گالیاں تقدیر میں تھیں سُنکر جتنی بدنامی قیمت میں تھی بھگت کر بصد منت و ہزار
 خوشامد ماتھے جوڑ کر پاؤں پڑ کر وہی دُخمس حصہ حاضر کو اور وہی ایک خمس غیرہ یکم کو

دیا اور ساری عمر کیلئے ناحق بیٹھے بٹھائے بھائی بہن کا کٹنؤنڈا بننا پڑا سوالگ +

تیرھویں فصل میر تقی کا بتلا کو سمجھانا اور اسکی اصلاح حال میں کش کرنا

پچھلے بیانات سے بخوبی ظاہر ہو گیا ہو گا کہ غیرہ بگیم کے جتنے معاملات تھے سبھی تو خدائے میر تقی کے ہاتھ سے درست کر لئے اور کیسی عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ کہ نہ لڑائی نہ جھگڑا نہ قصہ نہ فساد نہ غل نہ شور نہ خواہیں بھی جاری ہو گئیں مکانات اور دکانات کا بھی انتظام ہو گیا ناظر جیسے موزی کے پنجے سے حصّہ زمیندار بھی چھٹا جسکے چھوٹے کا کیسوسان گمان بھی نہ تھا مگر ابھی غیرہ بگیم کا سب سے بڑا معاملہ باقی تھا یعنی اُس کے شوہر بتلا کی اصلاح اُس کی والدہ کا علاج اُس کی بدھوی کی روک تھام عورت جب بیاہی گئی تو میاں ہی سے اُس کا عیش ہے اور میاں ہی سے اُس کا آرام میاں ہی سے اُس کی توقیر ہے اور میاں ہی سے اُس کا اعزاز و احترام۔ آپس میں پیارا خلاص ہو تو دنیا کی ساری مصیبتیں جھیلی جاسکتی ہیں اور جہاں دلوں میں محبت نہیں پہننے میں مزہ اور کھانے میں لذت نہیں مل میں امنگ نہیں سنگھا میں بہار نہیں چھو لو نہیں باس نہیں تہندی میں ناگ نہیں میر تقی کچھ اس سو غافل تھے مگر بتلا کے بارے میں انکو بڑی مشکل یہ پیش آرہی تھی کہ انہیں اور بتلا میں کتنی سب سے جھگڑا اور واشدگی کا ہونا ممکن تھا اول تو رشتہ کہ میر تقی بتلا کے چچا باپ کی جگہ دوسرے عمر و نکی بڑائی چھٹائی کہاں میر تقی بچا سن بچپن برس کے بڑھے اور کہاں بتلا بس سن کا چھٹا تیسرے بتلا کے ہوش میں میر تقی کو دہلی آئے ہوئے تیسرا بچہ اچھا اسی صورت میں اجنبیت تو ہونی ہی چاہیے جو تھے صغیرات میں خیالات میں ایک کو دوسرے سے مطابق مناسبتہ نہیں پس حال یہ تھا کہ میر تقی مرنے میں ہیں تو بتلا زنان خانے میں آکر دھڑ میر تقی نے زنان خانے میں قدم رکھا اور بتلا

آہٹ پاتے ہی جھٹ باہر نکل آیا رات دن میں صرف دو بار چچا بھتیجے بصرور کھانیکے لیے دسترخوان پر جمع ہوتے تھے وہ بھی کس طرح کہ مبتلا نے چچا کے سامنے جانیکے لیے ٹوپی اور کپڑے اور جوتی سب چیزیں ساوہ بھلے ہاتھوں کے استعمال کی الگ کر رکھی تھیں۔ کھانے کیلئے طلبی آئی اور اس نے جلدی جلدی رگڑ رگڑ کر کمرہ دھویا مچھو نگوچن پر سائے سائے دن ناش برتی تھی بل نکال کر سیدھا کیا پٹپو نکو اُبھارا بالوں کی سبج دھج کو کچاڑا۔ کھانیکے نہیں چچا کے سامنے جانیکے کپڑے پہنے اور گریمپکس بنکر جھکے ہوئے نیچی نظر موڈ بستر خوان پر جا بیٹھے پھر میر تقی کا کھانا کوئی انگریزی ڈز تو ہوتا ہی نہ تھا کہ کھانا میز پر آیا اور جتنے کھانیوالے تھے اپنی اپنی کرسیوں پر چرغے لگے دنیا بھر کی بکواس شروع ہوئی اور یہ بھی نہیں کہ کھانیکے ضمن میں باتیں کرتے جاتے ہوں بلکہ یوں کہو کہ باتوں کے ضمن میں کھانا بھی کھاتے جاتے ہیں میر تقی مولوی آدمی دُور سے کھانا آتا ہوا دیکھ کسی شغل میں ہوں چھوڑ چھاڑ پھینچوں تک ہاتھ دھو بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر کڑوں ہو بیٹھے کھانا کھایا مگر اس کو بھی عبادت سمجھ کر خیال یہ کہ آداب اطعام میں سے کوئی ادب متروک نہ ہو پس ان کے دسترخوان پر بات چیت کا کیا موقع میر تقی مستعجل کہ کم کھاؤں مبتلا منتظر کہ اٹھ جاؤں الغرض ایسا کوئی موقع نہیں پڑتا تھا کہ چچا بھتیجے میں جی کھول کر باتیں ہوں مگر میر تقی بلا کے تاڑنے والے تھے انہوں نے اتنی ہی دیر کی صحبت میں مبتلا کی حرکات و سکنات سے اسکی نشست و برخاست سے اس کی طرز عادات سے اتنا جان لیا اور ایسا پہچان لیا کہ مبتلا کے لنگوٹے یا ر اور اس کے بھیدی اور رازدار بھی اتنا ہی جانتے ہوں گے مبتلا اگرچہ چچا کے سامنے اپنے آپ کو بہت مضبوط کیے رہتا تھا مگر اسی دن کے لیے کہتے ہیں کہ آدمی بُری لکٹ نہ ڈالے اور عادت کو بگڑنے نہ دے۔ مبتلا کو خبر تک نہیں ہوتی تھی۔

اور بے خیالی میں اوبدا کر چپا کے سامنے اُس سے کوئی نہ کوئی حرکت ایسی سرزد ہو جاتی تھی کہ ہر روز اُن کی نظروں میں اُس کی قلمی کھلتی رہتی تھی مثلاً بیٹھے بٹھائے خود بالوں پر ہاتھ چاڑھا اور عادت کے مطابق نگاہیں پٹیاں بچائے پھر جو کچھ ہوش آیا چچا کو کون آنکھوں سے دیکھ ٹھجانی کے حیلے سے بالوں کو بگاڑ سیدھا ہو بیٹھا یا کھائے کھاتے ایک تہہ انگڑتے کی چولی کے شکن نکال لگاتن کر سینے کو دیکھنے اتنے میں چچا پر نظر جا پڑی اور جلدی سے پھر جھٹک کر ہو بیٹھا ایک مرتبہ تو اُس نے کیا غضب کیا کہ خدا جانے کس خیال میں متفرق تھا کہ آپ ہی آپ لگا لگانے لگے میر تقی نے اس کو ایسے طور پر نال دیا کہ گویا سنا ہی نہیں۔ مبتلا اپنے دل کو یوں سمجھا لیا کرتا تھا کہ چچا نے دھیان نہیں کیا یا اگر کیا تو آدمی سے ایسی لہجہ کرتیں ہوا ہی کرتی ہیں اتنی ہی باتیں اُن کا ذہن اس طرف کیوں منتقل ہونے لگا کہ پٹیاں جمانا یا اگر نایاگانا میری عادت ہے لیکن یہ اُس کی غلطی تھی میر تقی کی آنکھ کبھی کسی چیز پر اُچھتی ہوتی پڑتی ہی نہ تھی وہ جس چیز کو ایک نظر دیکھ لیتے اسکی یہ تک پہنچ جاتے اور اس کے لہجہ کو دریافت کرتے میر تقی نے مبتلا کی حرکت کا آخر یہ استنباط کیا کہ اُس میں شے عجیب بہت بڑے ہیں۔ اول یہ کہ مذہب سے اُس کو مطلق شکر نہیں یہ جانتا ہی نہیں کہ خدا بھی کوئی چیز ہے اور آدمی اُس کے بندے ہیں اُس کو خبر ہی نہیں کہ آدمی کو کھانے اور سو رہنے کے سوا دنیا میں کچھ اور بھی کرنا ہے۔ دوسرے اُس پرستی کہ اُس کے نزدیک۔ دولت۔ شرافت۔ حسب نسب۔ علم۔ بہر۔ سلیقہ۔ اخلاق۔ دینداری۔ عزت دنیا کے سارے کمالات ہیچ ہیں صرف ایک حُسن صورت قابلِ قدر ہے اور بس میر تقی کا ایک قاعدہ اور بھی تھا کہ بڑے دھیمے آدمی تھے جب کسی خاص شخص کو نصیحت کرنا منظور ہو تا مدتوں اُس کے حالات کی تفتیش میں لگے رہتے اور جب معلوم کر چکے

جس قدر معلوم کرنے کی ضرورت تھی تو مفتوں غور کرتے کہ کس پرائے سے اور کیسے وقت اُس کو نصیحت کروں کہ موثر ہو اور یہی سبب تھا کہ ان کی نصیحت کبھی خالی گئی ہی نہیں۔ اگر ایک شخص تارک الصلوٰۃ ہو اور انہوں نے اُس کو نماز کے لیے نصیحت کی تو پھر سفسہ یا مرض یا دنیا کی کوئی کیسی ہی ضرورت کیوں نہ ہو اُس نے مدۃ العمر نماز کو قضا نہیں کی دیا یا اگر کوئی شخص منہیات شرعی میں سے کسی کا مرتکب ہے اور انہوں نے وعظ کہا تو پھر توبہ ہی کرا کے چھوڑا۔ غرض میر تقی نے ایک دن موقع پا کر جو بنیلا کھانا کھا کر جانا چاہتا تھا اُس کو روکا اور کہا ذرا بھڑکھڑاؤ مجھ کو تم سے کچھ کہنا ہے۔ بنیلا سمجھا کہ آج نماز گلے پڑی بیٹھ گیا تو میر تقی نے فرمایا (وعظ) اگرچہ مجھ کو تمہارے حالات بالتفصیل معلوم نہیں مگر جس قدر معلوم ہیں اُن سے میرا خیال یہ ہے کہ تمہاری تعلیم جیسی درستی کے ساتھ ہونی چاہیے تھی نہیں ہوئی تمہاری تعلیم کا عمدہ حصہ وہ ہے جو مدرسے میں ہوا۔ مدرسے کی تعلیم اس اعتبار سے کہ جو چیزیں پڑھائی جاتی ہیں دنیا میں بکار آمد ہیں بلاشبہ مفید ہیں مگر افسوس بڑے افسوس بڑے سخت افسوس کی بات ہے کہ مذہب کی طرف بھول کر بھی کوئی توجہ نہیں کرتا۔ مذہب کو سلسلہ درس اس طرح نکال کر پھینک دیا ہے جیسے دودھ میں سے کھجور سے لوگوں پر ثابت ہوتا ہے کہ مذہب ایک فضول اور لائقِ حیرت چیز ہے اور دنیا میں اس کی مطلق ضرورت نہیں۔ پس مدرسوں کی تعلیم کا نتیجہ کیا ہے کہ نوجوان لڑکے فارغ التحصیل فضیل کے خطاب اور لیاقت کی سندیں لے کر مدرسوں سے نکلتے ہیں اُن کو تمام ملکوں کی نئی پرانی تاریخیں خوب تحضر ہوتی ہیں جغرافیے میں شاید ان کی معلومات اس درجے کی ہو کہ سمندر کی مچھلی ہیں یا پہاڑی کوئے یا افریقہ کے ریچھ یا آسٹریلیا کے لنگور یا امریکا کے بن بلس یا تبت کے دُبنے یا تاتار کے مینڈھے یا عرب کے بدو یا یورپ کے فرنگی یا ہندوستان

فصل کا دستور

کے بھیل وہ انگریزی شاید اسی عمدہ لکھ سکتے ہوں گے کہ گویا اُن کی مادری زبان ہے
 ریاضی میں وہ شاید وقت کے بطلیموس ہوں علمِ ہنیا میں وہ اپنے زمانے کے فیثاغورس
 فلسفے میں افلاطون غرض اُن میں علومِ دنیا کی اسی جامعیت ہوگی کہ شاید اُن کا نظیر نہ ہو
 مگر وہ مذہب کے متفقہ خدا کے بندے نہ رسول کی امت نہ بادشاہ کی رعیت باپ کے
 بیٹے نہ بھائی کے بھائی نہ دوست کے دوست نہ قوم کے ساتھی نہ برادری کے شریک
 نہ وضع کے پابند نہ رسم کے مقلد۔ ذرا نظرِ انصاف سے اس بات کو دیکھو کہ فی الحقیقت بت
 کی تعلیم میں ایسے خیالات پیدا کرنا کچھ آسان ہو یا نہیں۔ ہر اور ضرور ہر اور اس کا سبب
 ظاہر ہے کہ مختلف مذاہب کے نوجوان لڑکے ایک جگہ جمع رہتے ہیں اپنے اپنے عقائد
 سے سب کے سب بے خبر عمروں کے تقاضے یہ کہ جہاں اُدھنسی کی باتیں کہتے ہیں اُن میں
 ایک مذہب کا استخفاف بھی سہی اگرچہ اپنا ہی مذہب کیوں نہ ہو مدرسے کے حاکم یا مدرس
 کچھ مذہب کی پروا کرتے ہی نہیں طالبِ علموں کیلئے تو سب کیونکہ ان کا فرضِ خدا
 نہیں اپنے لیے بھی بعض یا اکثر اس لیے کہ خود کسی مذہب کے قائل نہیں و تکلیف یا
 انعام یا دوسرے موجبات ترغیب مذہب پر کسی کا انحصار نہیں۔ علوم جو پڑھائے جاتے
 ہیں اکثر جدید زمانہ حال کے ایجاد کوئی مسئلہ نہیں جس میں متقدمین کی غلطی... جس
 میں سابقین کی خطا ظاہر نہ کی جاسے اور ایک بڑی خرابی اگر یہ پڑی ہو کہ بہت سنی باتیں
 ہیں تو علومِ دنیا سے متعلق مگر لوگوں کی غفلت یا بے مبالائی سے دخلِ مذہب گئی ہیں اب
 جو ان کی غلطی ثابت ہوتی ہو تو طالبِ علموں کو جو مذہب سے ہیں کو سہ معلوم ہوتا ہو کہ ان کے
 باپ دادا جو مذہب اسی لغو اور بہودہ باتوں کو تسلیم کرتے چلے آئے نہ جتن تھے
 اور ان کا مذہب ہی سرسبز بیج اور پونج ہو ایک خرابی اور ہو کہ علومِ جدیدہ جن کلاس میں

بڑا زور شور ہو سب ہیں از قسم بدہیات مشابہت پر مبنی اور تجربات پر متفرع۔ ایسے علم پڑھتے پڑھتے طالب العلموں کو اس بات کی عادت پڑ جاتی ہے کہ وہ ہر چیز کا ثبوت ایسا ہی ڈھونڈنے لگتے ہیں جیسا اوقلیدس کے دعووں کا اور مذہبی باتوں کیلئے ایسا ثبوت نہ ہوا ہے اور نہ ہونا ممکن ہے۔ حضرت موسیٰ سے بھی یہود ایسی ہی بیجا فرمائشیں کرتے تھے کہ تُو مَن لَکَ حَاشِی تَرَای اللہ جَھَرَّہُ ہم تو جب تک خدا کو کھلے خزانے نہ دیکھ لیں تجھ پر ایمان لانے والے ہیں ہمیں۔ لیکن مذہب کے لئے ایسے ثبوت کا نہ ہم پہنچ سکتا ضعیف مذہب کی وجہ سے ہمیں ہو بلکہ انسان کی ضعیف خلقت کے سبب۔ کیا اگر موسیٰ خدا کا دیدار یہود کو نہ دکھا سکے تو اس سے لازم آگیا کہ خدا ہمیں ہو۔ نہیں خدا تو ہو مگر وہ آدمی کی آنکھ میں آنے کی چیز نہیں ہے۔ مدرس کی ساری تعلیم بلکہ سچ پوچھو تو علمداری کا خلاصہ ہے آزادی بلاشبہ آزادی ہر ایک فرد بشر کا ایک ضروری حق ہے۔ مگر آزادی کی بھی کوئی حد ہونی ضرور ہے۔ آدمی کی بناوٹ اس طرح کی واقع ہوئی ہے اور آدمی فی حد ذاتہ اس طرح کا مخلوق ہے کہ آزادی مطلق تو اس کو حاصل ہونی ممکن نہیں اور مناسب بھی نہیں کیا آزاد ہو سکتا ہے وہ بندہ ناچیز جس کا ہونا اور نہ ہونا اس کے اختیار میں نہیں غیروں کا محتاج دوسروں کا دست نگر تھپنے میں ٹکانے میں پینے میں مرنے میں جینے میں چند منٹ کے لیٹے ہوئے ملے تو ہلاک۔ ایک وقت خاص تک غذا نہ پہنچے تو فنانہ قافے کی دھوپ کا تحمل نہیں کرے گا کی مرضی کی برداشت نہیں۔ حالت تو اس قدر خستہ و خراب اور اس پر آزادی کا پر سرخاب وہی مثل ہے جھوٹے کارہنہا اور محلوں کے خواب۔

نکات

باندھتے نہیں سرو کو آزاد اور وہ پابگل * کیسی آزادی کہ یاں یہ حال ہے آزاد کا

میں اس میں لڑکوں کا زیادہ قصور نہیں پاتا سارا قصور ان کی تعلیم و تربیت کا ہے گھڑی جو ہمارے جیب میں ہو اس میں فولاد کی ایک کمائی گنڈی کے طور پر تہہ کی ہوتی موجود ہے کتنی کے زور سے کمائی کی تہوں کو خوب کس دیتے ہیں اسی کو کوکنا کہتے ہیں۔ کوکنا سے کمائی میں ایک قوت پیدا ہوتی ہے۔ کمائی چاہتی ہے کہ کھلے اور اپنی اصلی حالت پر خود کرائے اگر کوئی چیز مانع نہ ہو تو کمائی ستر سے دم کے دم میں پھیلی پڑ جائے اور وہ قوت جو اس میں پیدا کی گئی تھی اکارت ہو۔ اس کے روکنے کے لیے گھڑی میں ایک پُرزا لگا دیا جاتا ہے جب کا نام ہے رگیو لیٹر اور جس کی وجہ سے کمائی بتدریج انضباط کے ساتھ کھلتی جاتی ہے اور اس قوت کے وقت کی شناخت کا عمدہ کام لیا جاتا ہے۔ یہی حال ہر انسان کا کہ اس میں بھی ایک حالت کے مناسب خدا کی دی ہوئی چند قوتیں ہیں اگر ان قوتوں کا کوئی روکنے والا رگیو لیٹر نہ ہو تو یہ تمام قوتیں بے کار ہیں بلکہ بجائے مفید ہونیکے الٹی مضر۔ انسان کا رگیو لیٹر ہے مذہب جو اس کو اندازہ مناسب اور حد اعتدال سے گھٹنے بڑھنے کرنے اُبھرنے نہیں دیتا۔ مدرسوں کی تعلیم کوکے اور رگیو لیٹر نہ دارو۔ پس اس کا ضروری نتیجہ ہے کہ آزادی کا خیال دماغ میں سماتے ہی لوگ ہر طرح کے قیود سے بچنے کی خواہش کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ قیدِ عبودیت سے بھی سر سے مدرسے کی تعلیم کے اصول ہی غلط ہیں کہ صرف دنیاوی علوم کے پڑھا دینے سے آدمی دنیا کے کام کا ہو جاتا ہے اس سے تو یہ بات نکلتی ہے کہ دنیا اور دین دو چیزیں ہیں جدا گانہ ایک کو دوسرے سے کچھ تعلق نہیں ہم نہیں جانتے کہ جو لوگ ایسا خیال کرتے ہیں دین سے کیا مراد رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک بلکہ تمام اہل انبیاء کے نزدیک دین کے معنی ہیں انسان کی صلاح اور اس کے دو حصے ہیں صلاحِ معاش اور صلاحِ معاد پس دین اور دنیا میں

اگر ایک طرح کی منطقی مغایرت ہے جیسے عموماً کل اور جزو میں ہو اگر ترقی ہو اس کو بتائیں یا چھین پانچا فرمائیے تعلقی سے تعبیر کرنا مغالطہ دہی ہو۔ گتتا پڑھا و جب انسان میں میں نہیں تو اس کو خوف خدا نہیں اور خوف خدا نہیں تو اس میں راستی نہیں قیامت نہیں غایت نہیں حقیقت نہیں مروت نہیں محبت نہیں خلاصہ یہ کہ انسانیت نہیں اس پر بھی اگر آدمی دنیا کے کام کا ہے تو اس دنیا کو خیر باد ہو اور اس کام کو سلام ایک بات تعلیم کے متعلق اور بھی سوچنے کی ہے کہ انسان کو دوسرے حیوانات کے ایک حیوانیت یا زہ بھی ہے کہ حیوانات کو جتنی عقل دی گئی ہو فطری ہو تجلے یا امتداد عمر و اس میں ترقی نہیں ہوتی مثلاً بٹا گھوٹا بنا بنا کر کیسا عمدہ کہ انسان اس کی اگر پوری پوری نقل کرنا چاہے تو نہیں بن پڑتی مگر جیسا گھوٹا بنا ایک بٹا بنانا ہو جو اپنی عمر میں بڑھتی جیسے گھوٹا ہو گا جیسے لیا ہی گھوٹا پہلی بار ایک جوان بنانا یا گریہ خلاف انسان کے کہ اس کی عقل تجلے اور عمر کے ساتھ کمال حاصل کرتی جاتی ہو اس مضمون کو سعدی نے کیا قائل و دل طور پر ادا کیا ہے۔

| | |
|-----------------------------------|----------------------------------|
| مرنگ از بیضہ بردن آید و روزی طلبد | آدمی زادہ نداد و خرد و عقل و تیر |
| آں بنا گاہ کہ گشت بچیک نہ رسید | وین بیکین فضیلت بگزشت از بچیز |

اس لیے انسان کی تعلیم و تربیت کا قاعدہ یہ ہے کہ ہر چیز اس کی عمر کا ایک مناسب وقت بیکھ کر سکھاتے ہیں مثلاً غیر ملک کی بولی ضرور ہے کہ بچپن میں سکھائی جائے ورنہ بڑے ہو کر زبان مشکل سے ٹوٹی ہو چھوٹے بچے کو اگر منطق کے پیچیدہ مباحث سمجھانا چاہو تو سعی لا حاصل ہو اسی طرح دین کی تعلیم کے لیے بھی ایک وقت مناسب بنانا چاہیے اور وہ نہیں ہے مگر سن طفولیت کیونکہ آدمی کی عمر جوق رٹری ہوتی جاتی ہو اسی قدر فطرت سے دور اور اسی قدر اس کا دل لوٹ دنیا سے آلودہ اور رنگ اعراض

سے تیرہ ہوتا چلا جاتا ہے پھر شاید ایک وقت ایسا آئے کہ اُس کے دل میں صفت اللہ یعنی دین کا رنگ اٹھانے کی قابلیت باقی نہ رہے نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ مَثَرُومِ الْقٰسِيْنَ اَوْ مِمَّنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا اسی حالت کی نسبت قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ كَذَّبَ بَلَّ رَاٰنَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا اَكْبِسُوْنَ اور کچھ بات نہیں ان کے دلوں پر ان کی بدکرداریاں ختم کٹی ہیں۔ دنیا میں اُوں بھی ہزاروں لاکھوں اللہ کے بندے ایسے ہیں جن کو دین کی طرف مطلق توجہ نہیں مگر بے توجہی دو طور کی ہے ایک وہ جس کا سبکدلی اور غفلت اور مسابقت ہو دوسری وہ جو دین کے استغناء سے پیدا ہو یہی بے توجہی ہے جو نہایت خطرناک اور نہایت مذموم ہے اور یہی بے توجہی ہے جس کو مدارس کی تعلیم پھیلاتی چلی جا رہی ہے لیکن دین مذہب لوگوں کی تسلیم اور قدردانی کا محتاج نہیں۔ ہتالیہ پہاڑ اپنی جگہ سے سرک جائے تو سرک جائے گنگا پورب کو بہتے بہتے پچھم کو بہنے لگے تو بہنے لگے مگر خدا کی باتیں نہ کبھی ٹلی ہیں اور نہ کبھی کسی کے ٹالے ٹلیں گی۔ دین تم سے چاہتا کیا ہے صرف اتنی بات کہ خدا نے تم کو آدمی بنایا ہے آدمی بنکر رہو تم کو آنکھیں دی ہیں اور دیکھتے ہو کان دیئے ہیں اور سننے ہو زبان دی ہے اور بولتے ہو غرض ہر قوت سے وہ کام لیتے ہو جو اُس کے کرنے کا ہے۔ قوتوں میں سب قوی اور سب عمدہ عقل ہے اس نے تمہارا ایسا کیا قصور کیا ہے کہ اُس کے کرنے کا کام اس سے نہیں لیتے روئے زمین پر خدا کی جتنی مخلوق ہے سب میں اعلیٰ اور افضل اور اشرف الشان ہے اور اُس کی برتری اسی سے ظاہر ہے کہ دوسری مخلوقات پر حکم رانی اور اُن میں مامکانہ تصرف کرتا ہے۔ دیکھو انسان کی بنائی ہوئی عمارتیں اُس کے بسائے ہوئے شہر اُس کے

لے ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اپنے نفسوں کی شرارتوں اور اپنے اعمال کی بدیوں سے ۱۲

لگائے ہوئے باغ۔ تہریں۔ پٹریں۔ پل۔ ریل۔ تار۔ دُغانی باد بانی جہاز۔ انواع و اقسام کی
 کلیں۔ زندگی کے ساز و سامان۔ مگر یہ برتری جو انسان کو تحقیقاً حاصل ہے۔ کیوں ہے
 اُس کی جسمانی قوتیں تو حیوانات کی قوتوں سے بہت ضعیف ہیں مثلاً اُس کی نظر سے
 گدھ کی نظر کہیں تیرے سے اُس کے شاتے سے شکاری کتوں کا شامہ کہیں قوی۔ وہ
 اگر ذائقے سے چیزوں کا صرف مزہ پہچانتا ہے تو بعض جانور مزے کے سوا خاصیت
 طبی کی شناخت بھی کر لیتے ہیں۔ توانائی کے لحاظ سے تو ہاتھی اور شیر وغیرہ کے سامنے
 وہ ایک بے ضعیف سے بھی زیادہ کم زور ہے۔ پھر انسان کی بڑائی کس چیز میں ہے عقل
 میں۔ اب یہ کہنا چاہیے کہ عقل کا کام کیا ہے یہ سمجھنا کہ عقل ہم کو صرف اتنے واسطے
 دی گئی ہو کہ کھانا پینا کپڑا اسکان ساز و سامان ہم پہنچانے میں مدد کرے عقل کو بیل
 اور بے قدر کرنا ہے یہ تو عقل کے نہایت تبذل کام ہیں جانور جن کے جتنے ہمارے
 جوتوں سے بہت بڑے اُن کی جھوک پیاس ہماری جھوک پیاس سے کہیں زیادہ ہے
 ہماری جتنی عقل نہیں رکھتے اور ہم سے زیادہ آسٹکی کے ساتھ زندگی کیے ہیں
 ساتھ شتر بے کی زندگی اور محدود کچھ ضرورتوں کیلئے ایسی عقل جو ماضی اور مستقبل کے
 قلابے ملائے اور زمین سے آسمان تک پاؤں پھیلائے کسی بڑے اور عمدہ کام کے
 لئے دی گئی ہو اور وہ نہیں ہو مگر یہ کہ مخلوق سے خالق اور فانی سے باقی اور دنیا سے آخرت
 کو پہچان کر اُس گھر کے لئے تیاری کریں جہاں ہماری روح کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہے۔
 لیکن قرعہ نہ کہ وہ ہم ان خیالات کو اپنے ذہن میں نہ لے دیں اور آنکھیں بند کر لیں
 دنیا و مافیہا سے جس کا ایک ایک ذرہ ہستی صالح اور لیا ایک اقد و جو سبب پر دلالت
 کر رہا ہے تو اس سے واقعات کا بطلان تو نہیں ہو سکتا خدا ہی اور ہمیشہ کو رہے گا ہم

اُس کے بندے ہیں اور کسی طرح اُس کے فرمان کا پاب نہیں ہو سکتے ہم کو مرنا ہے اور جو کچھ دنیا میں کیا ہے اس کی جواب دہی کہنی ہو۔ عمل اچھے ہیں تو تسلی ہو اور امن ہو اور عافیت ہو اور سکون ہو اور قرار ہو یعنی یہ کہ بیڑا پار ہو جئے ہیں تو صبر ہے اور فوس ہو اور ندامت ہے اور کھٹکار ہو اور دھتکار ہو یعنی یہ کہ دکھ کی مار ہے کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اصل میں تو ہوتی ہو غفلت اور اونگھتے کو ٹھیلے کا بہانہ اختلاف مذاہب ہے تو جی کا باعث ہو جاتا ہے آدمی دیکھتا ہے کہ دنیا میں سیکڑوں ہزاروں مذاہب ہیں ہر ایک صرف اپنے آپ کو برسر حق سمجھتا ہے اور باقی سب کو گمراہ اور کافر اور مردود اور ملعون اور جہنمی تو یہ دیکھ کر خواہ مخواہ اس کے دل میں خیال آتا ہے کہ پہلے ان ہزاروں مذاہب کے معتقدات کے واقفیت حاصل کروں پھر ان کے سوال و جواب بنوں پھر ان میں محاکمہ کروں اس لئے میں کیا میری تو دس نسلوں کی عمر میں بھی کفایت نہیں کر سکتیں اس سے بہتر ہے کہ ہر ایک کی پہلی کھوکھلی کا پتہ لگتا کچھ نہیں سوچو ہی مت لیکن یہ بھی ایک دوسو شہ شیطانی ہے اور انسان کے لاندہب ہونیکے لئے حجت نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں جتنا تک مذاہب کو دنیا سے تعلق ہے سب کا مقصود اصل ہو آدمی کی اصلاح۔ اور اختلاف اگر ہے تو ملکوں کی آپ ہو لوگوں کی طبائع اور عادات اور ضرورتوں کے اختلاف کی وجہ سے اور فروع میں ہونہ اصول میں جزیئیات میں ہونہ کلیات میں پس تم جیسے لو جو ان اصول کیلئے اس سے بہتر صلاح کی بات نہیں کہ جو جس شان میں ہو اسی شان میں ہو کر پابندی مذاہب کو نہ چھوٹے اس سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ نیکی کا خیال دل میں راسخ ہو جائیگا خدا سے لگاؤ پیدا ہو گا اور حق کی تلاش میں اس کو مزہ ملیگا آدمی اگر اتنا کرے اور اس سے زیادہ کر ہی کیا سکتا ہو تو ضرور خدا کی رحمت اسکی دست گیری کریگی وَاللّٰہُ جَاہِلٌ

۷۰
جن لوگوں
نے جاسے
انہ کو شش
کی جہان
سراپنی راہی
دکھا جن سے
۷۱
۷۲
۷۳
۷۴

اور بعض تغیرات کے بھی نہیں بلکہ حادثات عام سے اور بعض حادثات عام سے بھی متنبہ نہیں ہوتے تا وقتے کہ خود ان پر کوئی آفت نازل نہ ہو اور بعض حلول مصیبت پر بھی کہنے کے محتاج گویا پل ہیں کہ آ رہی گھیبو ڈ اور ساتھ منہ سے بھی ٹشکاری دو تب ان کو خبر ہو کہ چلنا چاہیے۔ آئے میرے پیارے بھتیجے آئے مرحوم کے یادگار آئے مغفور کی ثانی مجھ کو بھائی کے مرنے کا اتنا رنج نہیں ہوا جتنا تمہارے دین کی تباہی کا۔ بھائی اگر مرے تو عمر طبعی کو پہنچ کر مرے اور ایک دن مرنا ضرور بھائی نے اپنی موت کے لئے دعا تو نہیں مانگی اس واسطے کہ موت کے لئے دعا مانگنا منع ہو مگر سات برس عرب میں آ کر کوئی دن ایسا نہیں گزرا کہ میں نے اس سر زمین میں اپنے دفن ہونے کی تمنا کی ہو مگر خدا کی مبارک مرضی یوں تھی کہ میں یہاں پھر آؤں اور بھائی کا مرنا سنوں جب سے میں نے بھائی کا مرنا سنا ہر روز بلکہ دن میں کئی کئی بار (دعا نہیں) دل میں تمنا کرتا ہوں کہ الہی اگر عرب کی مٹی سے میرا خمیر نہیں ہو تو مجھ کو با ایمان دنیا سے اٹھا کر اس شخص کے پہلو میں جگہ دے جو مجھ کو دنیا میں سب سے زیادہ عزیز تھا یعنی میرے بڑے بھائی اور تمہارے والد مرحوم۔ میں نہیں جانتا کہ یہ تمنا بھی پوری ہو یا نہ ہو مگر بھائی کے مرنے کے بعد اب زندگی بے مزہ ہو اور اس ملک میں رہنا اس سے زیادہ بے مزہ۔ یہ بت سمجھو کہ آدمیوں کے باہمی تعلقات اس زندگی تک کے تعلقات ہیں نہیں ہیں۔ یہ تعلقات روحی تعلقات ہیں اور چوں کہ روحوں کو فنا نہیں ان کے تعلقات کو بھی نقطہ نہیں یقین جانو کہ تمہاری اس طرز زندگی سے بھائی کی روح کو ایذا ہوتی ہو۔ کیونکہ ان کو اس زندگی میں بھی تمہاری تکلیف کی برداشت نہ تھی۔ اور اس طرز زندگی کے ماحقوں تم پر چوخت بلاناازل ہونیوالی ہے۔ میں اس کو عقل سے جانتا ہوں اور تمہارے باپ اس کو آنکھوں سے

دیکھ رہے ہیں۔ باپ ہو سکتا ہے کہ بیٹے کو کنویں میں گرتا ہوا دیکھے اور پروا نہ کرے باپ کے ممکن ہے کہ بیٹا جلتی ہوئی آگ میں کودے اور وہ کھڑا تاشا دیکھے۔ مروجہ لوگوں کی نظروں میں سلامت روی نیک وضعی اور بھلنا بہت جوابدہت قرار دیا گیا تھا۔ تم ہی اپنے دل میں انصاف کرو کہ تم نے اس کو بڑھایا یا گھٹایا۔ روشن کیا یا مٹایا۔ ایسے چاہنے والے ایسے شفیق ایسے مہربان ایسے دل سوز باپ کے احسانات کا یہی معاوضہ تھا ان کے سلوک اسی پاداش کے قابل تھے جو باتیں میں تم سے کہہ ماہوں تکو شاید پہلی بار ان کے سننے کا اتفاق ہوا ہو گا مگر میری ساری عمر ان ہی غوروں اور فکروں میں گزری ہے اس کو میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ شروع سے مجھ کو اچھے لوگوں کی صحبت رہی۔ ہندوستان سے لیکر عرب تک ہزار ہا علما اور شیوخ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ملا اور جس سے جتنا فیضانِ قلمت کا تحفہ حاصل ہوا۔ الحمد للہ علی ذلک۔ تم دیکھتے ہو کہ میں دین کے کاموں میں بھی جہالت مجھ سے ہو سکتا ہے اور افسوس ہے کہ قدر واجب کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہو سکتا لگا پٹا رہتا ہوں اس پر بھی جب خدا کی عظمت اور اس کے جلال پر نظر کرتا ہوں تو مجھ کو اپنی نجات کی طرف سے بالکل ناپوسی ہوتی ہے اور تنہائی میں خصوصاً رات کے وقت جب دنیا کی بے ثباتی قیامت کے حساب اور اپنی بے بصاعتی کے افکار ہجوم کرتے ہیں تو مجھ کو اس قدر وحشت ہوتی ہے کہ تمکو اس کا اندازہ سمجھنا مشکل ہے صرف اس کی رحمت کے انتہائی توقع اس وقت دست گیری کرتی ہے جس سے دل کو تسلی ہوتی ہے یہ زحمت جو مجھ کو دین کے کاموں میں اٹھاتے ہوئے دیکھتے ہو اگر اسکو زحمت سے تعبیر کرنا درست ہو تو اتنی مدد کرتی ہے کہ امید واری رحمت کی ڈھارس بندھاتی ہے۔ اگر خدا عقل میں راستی دے تو دنیا کی سب باتوں سے دین کی تعلیم نکلتی ہے۔ دنیا

میں جس کو جس پر کسی طرح کی حکومت کی جیسے شوہر کو بی بی پر یا باپ کو اولاد پر یا بادشاہ کو رعایا پر اگرچہ دنیا کی ساری حکومتیں عارضی اور ضعیف ہیں اس پر بھی کوئی حاکم کسی محکوم کی کسی نافرمانی سے درگزر نہیں کرتا کیا عقلیتیں ہیں کیا مفکریاں ہیں کیا مغالطے ہیں کیا بے مناسبتی ہے کہ بندہ بے حقیقت و ناچیز نافرمانی کیسی اُس قادرِ ذوالجلال کے اوامرو کا استحقاق کرے گویا اس کا مد مقابل ہو اور پھر درگزر کی توقع کیا سیکڑی ہے مغفرت کی امید کیا بے حیاتی ہے۔ تم کو جہاں اکثر باتوں میں مغالطہ واقع ہوا ہے دوستوں کے بارے میں بھی تمہاری رائے غلطی سے محفوظ نہیں رہی یہ لوگ جو تمہارے آگے پیچھے پڑ پھرتے ہیں اور ہر وقت تم کو گھیس کر رہتے ہیں جہان تک میں نے خیال کیا ہے ایک کو بھی تمہارا خیر خواہ نہیں پاتا ان کے کچھ مطلب ہیں بہبودہ اغراض ہیں فاسدہ تم کو دیکھ پایا عقل کے کوتاہ گانٹھ کے پورے آپ بنے شکاری اور تم کو گردانا ٹٹھی اور بگے تمہاری آڑ میں ٹپکتے چلانے غرض مندانہ رابطے عموماً اور خاصہ جبکہ اغراض خمیس ہوں نہایت بے ثبات ہوتے ہیں اور میراج الانقطاع تجھ کو توقع یہ ہے کہ تم نے خود اس کا تجربہ کر لیا ہو گا ورنہ میرا اس وقت کا کہنا چاہو لکھ رکھو کہ تمہارے اتنے دوست ہیں ان میں سے کسی ایک کے ساتھ دو برس تک بھی صحبت یوں ہی چلی جائے تو جاننا کہ بہت چلی خیال کو اور وسعت دو تو یہی حال ہے دنیا کے تمام جہانی تعلقات کا غیروں کی کیا شکایت دوسروں کا کیا گلہ اپنے ہی اعضا و جوارح اور اپنی ہی قوتیں کب تک کی سکتی ہیں۔ دیکھو مجھ جیسے پوڑھوں کو ایک بھارت سے معذور ہے تو دوسرا عقل سمع سے مجبور کسی کی بھوک تھکی ہوئی ہے اور کسی کے ہانسنے میں فتور۔ پیری و صد عیب زندہ و رگور۔ دنیا کی یہی بے ثباتی دیکھ کر جن کی عقلیں سلیم ہیں فانی لذتوں کے گرد وید اور عارضی منفعتوں

کے فریفتہ نہیں ہوتے جس قدر میں نے تم سے کہا اگرچہ ضرورت سے بہت کم کہا مگر مجھ کو تمہاری طینت کی پاکیزگی سے امید ہے کہ انشاء اللہ رائیگاں نہ جائیگا اور خدا نے چاہا تو میں دعا بھی کروں گا کہ تمہارے دل میں سوچنے اور غور کرنے کا شوق پیدا ہو مگر قاعدہ ہے کہ دنیا میں کوئی مبتدل سے مبتدل فائدہ بھی بے طلب نہیں ملتا سچ ہے کہ جب تک بچہ روتا نہیں ماں بھی دودھ نہیں دیتی پسین کے عمدہ اور اڑائی فائدہ بدرجہ اولیٰ طلب پر موقوف اور پے روی پر منحصر ہونے چاہئیں اور وہ تمہارے کرنے کا کام ہے۔ دین کے کام میں تو دل سے متعلق اور کوئی شخص دوسرے کے خیالات یعنی دلی حالات پر مطلع ہو نہیں سکتا مگر خیالات کی اصلاح سے ارادے کی اور ارادے سے افعال کی طرز تمدن کی وضع کی گفتگو کی نشست و برخاست کی حرکات و سکنات کی سبھی چیزوں کی اصلاح ہوتی ہے یعنی انسان کا ظاہر حال اُس کے دل کا ترجمان ہوتا ہے۔ پس تم کو یہاں نہ کہ خود بہ خود منکشف ہوتا رہے گا کہ جس راستے پر میں نے تم کو لگا دیا ہے تم نے اس میں چلنا شروع کیا یا نہیں۔

چودھویں فصل مبتلا پر میر تقی کے وعظ کا کہاں تک اثر ہوا

مبتلا کو جب چچا نے پکڑ کر نصیحت کرنے کے لئے بٹھایا تھا تو خواہ مخواہ اس کی طبیعت میں از خود ایک ضد سی آگئی تھی تاہم تھوڑی دیر ادب کی وجہ سے دم نہ مار سکا اور پھر تو میر تقی کی باتوں پر ایسا ریجھا کہ آنکھیں اور منہ دونوں کھلے کے کھلے رہ گئے اور جب تک میر تقی نے بات کو ختم نہیں کیا مبتلا کو کوئی دیکھتا تو کیا معلوم ہوتا کہ بس حیرت کا ایک پتلا جو چچا کے پاس سے چلے جانے کے بعد بھی کئی دن تک ہبہوت سارا اس کے دل تو مان گیا

تھا کہ چپائے جو کچھ کہا ٹھیک کہا مگر حیات کی آن پڑ گئی تھی اُس کو بدلتے ہوئے اُس کا
 جی ہچکچاتا تھا۔ آوارگی اُس کی طبیعت میں یہاں تک سارہی تھی کہ ترک وضع کرتے ہوئے
 اس کو عار آتی تھی وہ سوچتا تھا کہ چپا کے کہنے پر چلوں تو دوست آشنا کھانا پہننا سیر
 تماشا تفریح تمامی مشاغل سب کو یک دم سے چھوڑ دوں یعنی ترک دنیا کر دوں تو پھر چپا
 کیونکر آفرض کیا کہ جبراً قہراً میں نے ترک دنیا کیا بھی تو لوگ مجھ کو کیا کہیں گے آخر
 پرہیزگاروں تو پورا پورا بانوں جیسے چپا۔ زربفت کی ٹوپی خلاف ثقات تو اب میں پہننے
 سے رہنا چار شملہ۔ ڈوپٹا۔ عمامہ باندھنا پڑیگا اور اس کی زد میں بابوں کی جیسی گت
 بنے گی ظاہر تو ضرور ہوا کہ سب سے پہلے سر منڈاؤں منڈے سر پر یہ خشنی ششی ڈاڑھی او
 چڑھی ہوئی موچھیں کیا بھلی لگیں گی تو لازم آیا کہ ڈاڑھی چھوڑ دوں اور موچھوں کو
 سیدھا کروں پھر ایسی مقطع صوت پر گلے میں کرتہ نہ ہو تو خیر نیچی چولی کا انگرکھا اور مانگول
 میں ایک برکا گھٹنا اس وضع سے کیا منہ لیکر مازار میں بکھوٹا۔ ساری عمر کبھی مہر میں
 جاتیکا اتفاق نہیں ہوا اب جو ایک دم سے جا کھڑا ہوں تو جتنے غازی ہیں سب بکھیر
 پھاڑ پھاڑ کر مجھ کو گھورینگے غرض جن کو چھوڑتا ہوں اور جن میں جا کر ملتا ہوں سبھی کا
 انگشت نامونا پڑیگا۔ مبتلا اسی پس پیش میں تھا کہ میتقی ایک ن اس کو وضو کر اکیڑے ملوا
 اپنے ساتھ جمعے کی نماز میں لے گئے اور اس کے بعد سے جب تک ہے جب نماز کو جاتے مبتلا کو
 گھر سے ساتھ لیکر نکلتے۔ غرض مبتلا کی وہ چھپک تو جاتی رہی اور اس کی وضع میں بھی
 رفتہ رفتہ اصلاح آتی چلی۔ اگر میتقی کا دو تین مہینے بھی اور رہنا ہو جاتا تو مبتلا کے دست
 ہو جانے میں کوئی کسر نہ تھی ابھی میتقی نے کیا ہی کیا تھا مبتلا کو صرف ایک وعظ سنایا
 صرف اتنی غرض سے کہ اس کی غفلت کو تازیانہ ہو۔ دیندار بھلا مانس بنتے ہوئے و

جھپٹا تھا اس کی شرمندگی مٹا دی۔ اگر زیادہ رہنے کا اتفاق ہوتا خدا جانے کتنے دھڑکے اور کتنے اور کیا کیا اس کو سکھاتے سمجھاتے وہ تو اچھی طرح جانتے تھے کہ برسوں کے جسمے ہوئے زنگ ہیں یہ کیا ایک ٹکڑے سے چھوٹنے والے ہیں جن پرستی کا وہ بڑا سخت عیب بھی جو گویا مبتلا کی گھٹی میں داخل تھا میتقی موقع پا کر اس کا علاج کرتے کرتے مگر مبتلا کو تو اپنے اعمال کی شامت بھگتنی تھی :-

پندرھویں فصل میتقی کا دفعتاً بے وقت امپور روانہ ہونا اور مبتلا کو سپردِ حاضر اور عارف کے سپرد کر جانا

میتقی نے مبتلا کی صلاح پر توجہ شروع کی تھی کہ اتنے میں چپکے چپکے اس گناہِ عرضی کی تحقیقات ہونے لگی جو ناظر کی شرارت سے میتقی کی شکایت میں گورنر کے پاس پہنچی تھی اور تو کچھ حال نہ کھلا مگر خلافِ عادت پولیس کے لوگ وقت بے وقت کوئی دغٹ سننے کے بہانے سے کوئی نماز کے حیلے سے آمدورفت کرنے لگے۔ ان میں جو زیادہ شہرت تھے بٹے بٹے کر ٹیڑھے ٹیڑھے مسئلے پوچھتے تھے۔ مثلاً یہ کہ کیوں حضرت ہندوستان آچکے نزدیک دارا سحر سے یا نہیں۔ انگریزوں سے اور ہندو سے سود لینا روا ہے یا نہیں۔ انگریز اگر کابل پر چڑھائی کریں اور ایک پلٹن کو امیر کے مقابلے میں لڑنیکا حکم دیں اور ایک مسلمان اُس پلٹن میں پہلے سے نوکر ہو تو اس کو کیا کرنا چاہئے۔ ہندو جنہوں نے مصر میں خرچ کیا ہر ہمدی موعود میں یا نہیں اور ان کو مدد دینا از رو شرع شریف کیا حکم رکھتا ہے۔ انگریزی دواؤں کا استعمال درست ہے یا نہیں کچری سے برابر سود کی ڈگریاں ہوتی ہیں اس سود کا دنیا گناہ ہے یا نہیں! انگریزوں کے ساتھ کھانا

اور لباس اور طرز تمدن میں اُن کے ساتھ تشبہ کیا حکم رکھتا ہی میر تقی جہاں یہ آدمی
 نکلے ان باتوں کو دیکھ کر اُن کے کان کھڑے ہوئے اور سمجھے کہ ضرور دال میں کچھ
 کالا ہے، کو تو ال شہر سے معرفت اور زور کی صاحب سلامت تو تھی ہی ایک دن جمعہ
 کی نماز کو جاتے ہوئے راہ میں کو تو ال سے آشنا سا مسنا ہو گیا میر صاحب نے کہا مجھ کو
 آپ کچھ کہنا ہی وقت فرصت معلوم ہو تو میں آپ ملتا چاہتا ہوں۔ کو تو ال نے کہا
 آج بعد نماز مغرب میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ غرض کو تو ال کے بھٹا تھلیہ ہوا
 تو میر صاحب نے فرمایا کیوں کو تو ال صاحب ماجر لے گیا ہے کہ چند روز سے پولیس کے لوگ
 میری نگہبانی کرنے لگے ہیں۔ میں نے کبھتا ہوں کہ جتنی دیر میں جا رہا ہوں پولیس کا ایکٹ
 ایک آدمی ضرور موجود ہوتا ہو سکتا ہے پوچھتے ہیں تو چیدار باتیں کرتے ہیں تو اُکھڑی ہوتی
 ہیں نے دھوپ میں ڈاڑھی سفید نہیں کی یہ لوگ مجھے چھپاتے ہیں اور میں سب
 سمجھتا ہوں مجھے پردہ کرتے ہیں اور میں اُن کے تیور سے پہچانتا ہوں۔ آپ کو معلوم
 ہو کہ میں یہاں کا رہنے والا نہیں سات برس بعد سفر حجاز سے واپس آیا رامپور جانا چاہتا
 تھا میں نے کہا کہ لاؤ لگے ہاتھ بھائی سے ملتا جاؤں یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ بھائی کا انتقال
 ہو چکا ہے اُن کے معاملات خانہ داری کو دیکھا سب کے سب بترنا چار ٹھیرنا پڑا۔ اکثر معاملات
 خدا کے فضل سے درست ہو گئے ہیں بعض باتیں باقی ہیں۔ اگر کسی کمال سے تعرض
 نہ بھی کیا جائے تاہم تین چار مہینے سے زیادہ مجھ کو ٹھیرنا منظور نہیں اور ٹھیرنا بھی
 نہیں لیکن اس نظر بندی کی حالت میں تو میں ایک دن نہیں رہ سکتا بے اطمینانی
 کیوجہ سے وہ مطلب بھی فوت ہوتا ہو جس کی وجہ سے میں ٹھیرا ہوں میری سمجھ میں نہیں
 آتا کہ میں نے بہر کار کا ایسا کونسا قصور کیا ہے۔ درس میں نہیں دیتا کہ میرے

ساتھ طالب علموں کا ہجوم ہو صاحب سلسلہ میں نہیں کہ مرید و کا گروہ میر کے پاس جمع رہے خطایا قصور اگر ہو تو یہی کہ جو کوئی اللہ کا بندہ پاس آ بیٹھتا ہے تو نصیحت کی دو چار باتیں اُس سے کہہ دیتا ہوں اور یہ کام ایسا ہے کہ دنیا کی حکومت کیسی ہی قاہرہ کیوں نہ ہو مجھ کو اس سے باز نہیں رکھ سکتی نصیحت تو لوگوں کو میں نے کی ہے اور کرتا ہوں اور آئندہ بھی جہاں رہوں گا وہاں ضرور کروں گا اگر یہ بغاوت ہے تو میں پکارے کہتا ہوں کہ میں باغی۔ سرکار کو اختیار ہے مجھے قید کرے مگر انشاء اللہ وہاں بھی قیدیوں کو نصیحت کرتا رہوں گا۔ سرکار شاہنشاہ زبردست اور میں اُس کی ایک ادلے رعیت میں رہنے سے ایسی کارروائی کی کیا ضرورت ہے اگر کچھ اشتباہ پیدا ہوا ہے مجھ کو علی رؤس الاشهاد طلب کرے میں جواب دہی کو اور اگر قصور ثابت ہو تو سزا کو حاضر ہوں۔ مگر ابناے جنس کی نظر میں ناحق نہ کہونا نامتہ بٹھیرانا شیوہ انصاف سے بہت بعید ہے۔ کو تو ال یہ سب باتیں چپ بیٹھا ہوا سنتا رہا اور آخر بولا تو یہ بولا کہ میں ارادت مند نہ تھا یہی کہہ سکتا ہوں کہ جب حضرت کا ارادہ تین چار مہینے بعد خود رامپور روانہ ہو چکا ہو اگر ابھی قصہ فرمائیے تو مناسب ہے۔ یہاں کا اگر کوئی کام مجھ کو سپرد کر جائیے انشاء اللہ اُس کا سرانجام خاطر خواہ میرے ذمے میر تقی نے سمجھا کہ اب ٹھیرنا مصلحت نہیں اور زیادہ کاوش کرنے سے بھی کچھ حاصل نہیں فوراً سفر رامپور کا ارادہ کر دیا غیر تکبر باپ کے مرنے پر تو کیا روٹی تھی جیسا کہ چچا کے جانے کا اُس نے ماتم کیا۔ بتلا کے خیالات میں بھی تھوڑے ہی دنوں میں اتنا فرق پڑ گیا تھا کہ اُس کو بھی یکا یک چچا کے چلے جانے کا رنج ہوا میر تقی نے ہر ایک کو اس کی جگہ تسلی دی۔ چلتے چلتے بتلا سے اتنا کہ گئے کہ سید حاضر کے خیالات بہت راستے پر آ گئے ہیں اگر تم ان سے مشورہ لو گے تو امید ہے

کہ نیک صلاح کے دینے میں دریغ نہیں کریں گے یا میاں عارف جن کو تم میرے پاس اکثر دیکھتے تھے تمہارے مدرسے ہی کے طالب العلم ہیں بڑے اچھے دل کا لڑکا ہے تو تمہارا ہمعمر مگر متعدد اور علوما کے اعتبار سے پورا مولوی ہے بڑی خوبی اُس میں یہ ہے کہ اُس کے خیالات حکیمانہ اور شگفتہ ہیں میں نے اس سے بھی تباکید کہدیا ہے اور وہ خود ہفتے میں ایک دو بار تمہارے پاس آیا کریں گے تم بھی اُن سے رابطہ بڑھا لینا اُن سے تم کو سب طرح کی مدد ملے گی۔

سو پلوں فصل میر تقی کے چلے جانے کے بعد بتلا کس رنگ میں رہا

بتلا کی تو اس وقت بعینہ ایسی مثال ہو گئی کہ ایک مریض مرض ہلک میں گرفتار ایک طبیب حاذق نے اُس کا علاج شروع کیا ارادہ تھا کہ منضج ہوں منضجوں کے بعد ہل مسہلوں کے بعد تدریجاً معجونات کا استعمال کرایا جائے ابھی منضج بھی پوسے نہ ہونے پائے تھے کہ طبیب صاحب تشریف لے گئے میتہ حاضر اگرچہ اس کا بھوپھی زاد بھائی تھا مگر رشتہ داری کے جھگڑوں کے سبب ایک دوسرے کے ساتھ اُنس نہ تھا رہ گئے میاں عارف مولوی تھے حکیم تھے شگفتہ خیال تھے سب کچھ تھے مگر بتلا کے چچا تو نہ تھے بتلا کو انکا کیا لحاظ اور انکو بتلا کا کیا درد بچہ بھی بیچا ہے نے خدا انکو جزاے خیر دے میر تقی کے کہنے پر اتنا تو کیا کہ پیر کے پیر جمعے کے جمعے بتلا کے پاس آتے اور گھنٹے دو گھنٹے بیٹھ کر چلے جاتے اسی طرح بتلا بدھ کے بدھ اور اتوار کے اتوار عارف کے گھر جایا اور یوں ایک لڑیچ دو نوکی ملاقات کا سلسلہ بندھ گیا اس سے اتنا تو ہوا کہ بتلا کے پرانے یار دوستوں کو اس پر احاطہ کرینکا موقع نہ ملا اور جس دھڑے پر چچا نے اس کو گادیا تھا اس پر پھوٹا چلا سست چلا بدیر چلا مگر چلا۔ دینداری میں اگر سچ پوچھو تو بتلا نے ترقی

نہیں کی مگر اُس کا اتنا سنبھلا رہنا بھی غنیمت ہوا کہ پھر اُس نے آوارگی نہیں کی وہ نماز بھی پڑھ لیتا تھا مگر گنڈے دارابین کی باتوں کا اگر ہتھام نہیں کرتا تھا تو پہلے کی طرح اُن پر ہنسنا بھی نہ تھا اُس کی ظاہری وضع میں بھی اگلی سی سخافت باقی نہ تھی جب سے باب مرے اُس گھر میں سونا باہکل چھوڑ دیا تھا چچا کے آنے سے وہ پھر گھر میں سونے لگا تو اُن کے چلے جانے کے بعد وہی معمول رکھا غرض مبتلا دینار نہیں تو ایک خانہ اربھلا آدمی بن گیا تھا جیسے اکثر لوگ ہوتے ہیں مگر حسن پستی کی ٹھک ہر روز دو ایک بار اُس کو ابھرتی رہتی تھی

سترِ خوں حسن صورت پرست متلا اور عارف کا مباحثہ

ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ عارف کے آنے کا وقت تھا اور مبتلا بیٹھا ہوا اُن ہی کی راہ دیکھ رہا تھا بیٹھے بیٹھے اُسی حسن پستی کے خیال میں ایسا محو ہوا کہ عارف سر پر اکھڑے ہوئے اور اُس نے عادت کے مطابق نہ تو اُن کا استقبال کیا اور نہ کھڑے ہو کر اُن کو تعظیم دی جب عارف نے مجھ کو السلام علیکم کہا تب سٹپٹا کر کھڑا ہونے لگا مگر عارف بیٹھ چکے تھے انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اپنی برابر بیٹھا لیا اور پوچھا کہ خیر ہے آج کس خیال میں مستغرق تھے مبتلا نے مالنا چاہا عارف نے اصرار کیا کہ نہیں کوئی بات تو ضرور ہے جس کو تم اس قدر غور کے ساتھ سوچ رہے تھے مبتلا غور کے بارے میں تو چچا نے مجھ پر بڑی سخت تاکید کی ہے عارف بلاشبہ اُن کا فرمانا درست ہے غور کے معنی کیا ہیں عقل سے کام لینا اور انسان نے اگر عقل ہی سے کام نہ لیا تو اُس میں اور دوسرے حیوانات میں کوئی مابالائیا نہیں مگر پوچھنے سے میز پر غرض پیتی کہ اگر وہ بات مجھ پر ظاہر ہو تو جہانناک مجھ سے ممکن ہو تمہاری مذکروں میں سے چچا نے جن کو میں اپنے والد کی جگہ سمجھتا ہوں تم سے غور کر سکیو کہا

اور مجھ سے تمہاری مدد کر نیکیوں پس اگر تم اُن کے کہنے کے مطابق غور کرتے ہو تو اُن ہی کے ارشاد کے موافق مجھ سے مدد بھی لو۔ بتلا جس بات کو میں سچ رہا تھا اکثر سوچا کرتا ہوں مگر ابھی تک کچھ سمجھ میں نہیں آیا تاہم اتنا تو جانتا ہوں کہ آپ کے اُس میں کچھ مدد ملنے کی توقع نہیں۔ عارف جب تک تم اُس بات کو مجھ سے بیان نہ کر لو اور میں جواب دے دوں کہ میں کچھ نہیں کر سکتا اُس وقت تک تم کو میری مدد سے ناامید ہونیکا کوئی محل نہیں۔ بتلا۔ اچھا تو آپ مدد کر نیکا وعدہ کسے کرتے ہیں۔ عارف۔ اُجیبتے کیا وعدہ کروں گا میں تو وعدہ کر چکا ہوں جناب میری حق صاحبے۔ بتلا۔ اُس خاص بات کا اس وقت تک کچھ مذکور نہ تھا۔ عارف۔ مجھ سے جناب میر صاحب نے کسی بات کا مذکور نہیں کیا عام طور پر تمہاری مدد کر نیکی فرمایا اور میں نے اُس کو تسلیم کیا اس سے بڑھ کر اور وعدہ کیا ہوگا۔ بتلا۔ آپ کو میرے خانہ داری کے حالات معلوم ہیں۔ عارف جس قدر حالات جناب میر صاحب کو معلوم تھے مجھ کو بھی معلوم ہیں۔ بتلا۔ بھلا چاہا وائے آپ میری خانہ داری کے بارے میں کبھی کچھ کہا تھا۔ عارف۔ اکثر اس بات کا سخت افسوس کیا کرتے تھے کہ بی بی کے ساتھ تمہارا معاملہ درست نہیں۔ بتلا۔ نا درست معاملہ سے اُن کی کیا مراد تھی۔ عارف۔ مراد یہ تھی کہ تم کو بی بی کے ساتھ آتش نہیں تجبت نہیں۔ بتلا۔ بھلا اسکا کچھ سبب بھی انہوں نے بیان کیا تھا۔ عارف۔ ہاں یہ فرماتے تھے کہ تمہارے مزاج میں وارگی ہو جس پرستی کے منے پٹے ہوئے ہیں دل میں یہ خیبط سمارا ہو کہ میں حسین ہوں بی بی نظر میں بھرتی نہیں۔ بتلا۔ کیا چاہا وائے اس بارے میں بھی کچھ کرنے کو تھے۔ عارف۔ بیشک فرماتے تھے کہ مطالب کو تو میں نے اپنے ذہن میں ترتیب دے لیا ہے اب موقع کی تاکی میں ہوں۔ بتلا۔ شاید اُن کا ارادہ تھا کہ اسپر بھی کوئی وعظ اکمیں مگر بھلا ہوا کہ اسکی نوبت نہ آئی

ورنہ چارونا چار مجھ کو مخالفت کرنی پڑتی۔ عارف کچھ تم نے پہلے وعظ کی مخالفت کی ہوگی کہ اس کی کرتے۔ مبتلا۔ پہلے وعظ میں چچا باوا نے کسی بات میں واقعات کی مخالفت نہیں کی اس سے میں نے اُن کی مخالفت نہیں کی مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ خوبصورتی کے بارے میں وہ کہتے تو کیا کہتے۔ عارف میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا کہتے مگر اتنا اُنہوں نے ضرور کہا تھا کہ جس قدر اُس کو حسن کے ساتھ فریفتگی ہے انشاء اللہ اسی قدر نفرت کرنے لگے تو سہی۔ مبتلا۔ (خچنک کر) میں اور حسن سے نفرت تو یوں کہتے کہ میرے سر دماغ کو دماغ سے عقل اور عقل سے سلامت کو سب کو سب کر لینے کے فکر میں تھے۔ بھلا آپ چچا باوا کے اس ارادے کی نسبت کیا خیال کرتے ہیں۔ عارف میں تو جناب میر صاحب کی شان کو اس سے بہت ارفع سمجھتا ہوں کہ غلط بات اُن کے منہ سے نکلے یا اُن کے کلام میں مبالغہ ہو۔ اُن کو خدا نے علم کی دینداری کی خلوص کی۔ خیر خواہی خلافت کی۔ گویائی کی بہت سی قوتیں دی ہیں میر عقیدہ تو یہ ہے کہ انہوں نے چھٹانک بھر کو کہا تو میں بھر کر دکھائے مگر افسوس ہے کہ بیکار اُنکا چلنا چھڑ گیا۔ مبتلا۔ آپ بھی تو اُن کے شاگرد رشید ہیں حسن سے نفرت نہیں تو خیر اتنا ہی کہیے کہ کسی طرح میری یہ شورش تو فرو ہو کہ مجھے اس تصور میں رات کو نیند نہ نہ دن کو قرار ہے۔ یہ کیا بلا میرے سوار ہے۔ عارف کبھی متنے اس بات پر غور کیا ہے کہ حسن کیا چیز ہے اور لوگوں کو اس قدر فریفتگی حسن کے ساتھ کیوں ہے۔ مبتلا۔ یہ تو کوئی غور کرنے کی بات نہیں ہے۔ مردہ عورت۔ بوڑھا۔ جوان۔ شہری۔ دیہاتی۔ خواندہ۔ ناخواندہ ہر شخص جانتا اور سمجھتا ہے کہ خوبصورتی اسکو کہتے ہیں تفصیل پوچھیے تو تمام شاعروں نے معشوقوں کے سراپا لکھے ہیں آپ کی نظر بھی تو ضرور گزرے ہونگے۔ رند کھنوی کا سراپا مع خوبی میر نزدیک سب سے بہتر ہے۔

اس سراپا میں کئی باتیں خاص ہیں۔ اول تو سر کے گرد ناخن پاتا تک کسی عضو کو نہیں چھو
دوسرا مردوں کا سراپا الگ ہے اور عورتوں کا الگ تیسرے اعضا کی ساخت کے علاوہ
ان کی حرکات کی خوبیاں بھی بیان کی ہیں۔ چوتھے حسنِ خلقی اور حسنِ مصنوعی کا تفرق بڑے
عمدہ طور پر دکھایا ہے۔ غرض جو کچھ شعر کے سراپاؤں میں ہے وہی حسن ہے۔ اور یہ جو آپ نے
پوچھا کہ لوگوں کو اس قدر فرشتگی حسن کے ساتھ کیوں ہے تو یہ میری نزدیک انسان کی
طبیعت کا خاصہ ہے۔ اور اس کی واسطے سوائے اس کے کہ آدمی کی طبیعت ہی خلقِ حسن
کی طرف راغب واقع ہوتی ہے اور کوئی وجہ درکار نہیں۔ آپ کا یہ سوال مجنبہ اُسی طور کا ہے
جیسے کوئی پوچھے کہ گہر یا گھاس کو اور مقاطیس لہے کو کیوں کھینچتا ہے یا آگ کیوں جلاتی ہے۔
عارف شعر اُسنے جو خیالات سراپاؤں میں ظاہر کئے ہیں آپ کی سمجھ میں آتا ہے انکا ماخذ کیا
ہے۔ مبتلا میرے نزدیک ان تمام خیالات کا ماخذ وہی طبیعتِ انسانی ہے جو حکم کرتی ہے کہ اس
عضو کو اس وضع اور اس ساخت اور اس انداز کا ہونا چاہیے۔ عارف۔ ہاں۔ لیکن اگر یہ خیالات
طبعی ہوتے تو ضرور تھا کہ سب آدمیوں کے ایک ہی طرح کے ہوں کیوں کہ آدمی آدمی
انسانیت میں سب یکساں ہیں تو اس کے یہی معنی ہیں کہ طبیعتِ انسانی سب میں یکساں ہے۔
اور طبیعتِ یکساں ہوتی تو چاہئے کہ سب کے تقاضے یکساں ہوں۔ مگر ہم دیکھتے ہیں جو ایک
کے نزدیک مطبوع ہے دوسرے کے نزدیک مکروہ مثلاً بڑی خوب صورتی رنگ کی ہے کہتے
بھی ہیں ایک رنگ ہزار ڈھنگ لیکن رنگ کے بارے میں مذاق اس قدر مختلف ہیں کہ گویا
سرخ و سفید گندم گوں۔ بلج چمپتی۔ وغیرہ کتنی قسم کے رنگ ہیں جن کے پیچھے ہر
ملک کے لوگ سر دھنتے ہیں۔ لیکن فرض کر و کہ ان رنگوں میں سے کسی رنگ کا آدمی
افریقہ میں جائے تو وہاں اس کی کیسی قدر ہوگی جیسی کہ ہمارے یہاں جذامی کی

یامبروص کی افریقہ کے باشندے بھی آدمی ہیں اُن کی طبیعتوں میں بھی ایسے ہی جوش اور ایسے ہی دلوائے پائے جاتے ہیں عشق و محبت اُن میں بھی ہو اُن میں بھی حسین ہیں مگر اُن کے سراپا تھامے سراپا سے بالکل مختلف۔ خاص خاص اعضا کی نسبت بھی مذاقوں کے اختلاف کا ہی حال ہو۔ ہم پسند کرتے ہیں بالوں کی سیاہی جس کو چار کے شعرا تشبیہ دیتے ہیں شب و یحور سے کالی گھٹا سے مار سیاہ سے عاشق کی تیرہ سنجی سے ٹکلا سے۔ اور اہل یورپ چاہتے ہیں بھوسے پال سونے کے ہم رنگ اور سونا بھی ہندوستان کا نہیں کیلیفورنیا کا پیتلی۔ ہم ڈھونڈتے ہیں آنکھ موتی جو حبیبی شل سیاہ ہو۔ صاحب لوگ نیلی کرنجی چینیل کی نسبت مشہور ہے کہ کمانیاں چڑھا چڑھا آخر ناک کو بٹھا چھوڑا کیوں کہ اُن کے نزدیک ناک کی اٹھان سے چہرہ ناہموار ہونا کھانا عورتوں کے پاؤں کو ایسا شکنجے میں کسا کہ کھڑے ہونے سے اُٹکا کر کڑھل ہی ٹھکائے پر نہیں رہتا ناچار گر گر پڑتی ہیں۔ ہمارے ہاں انتوں کا وصف ہے صفائی اور چمک۔ چینیلوں میں تیرگی اور سیاہی۔ افریقہ میں عورتیں دانتوں کو سونہ کر کے آڑے کا ہم شکل بناتی ہیں۔ انگریز میں ساری دنیا کی عورتوں پرستی ہیں کسی کے گہنے پر کسی کے لباس پر کسی کے بالوں کی بندش پر کسی کے بناؤ سنگار پر اور خاص کر چینیلوں پر اور ان کا کہنا یہ ہے کہ انسان کی اصلی خوبصورتی اس کی قدرتی بناوٹ میں ہو مگر جس وقت اپنی ہمنوں پر جو دوسرے ملکوں کی رہنے والیاں پہنچتی ہیں اُن کو اپنی کمرہا نہیں سیتی مختلف ملکوں کی تاریخیں و جغرافیے پڑھو تو معلوم ہو کہ حسن کی نسبت لوگوں کے خیالات کس قدر مختلف ہیں۔ قومی اختلافات اُتر کر شخصی اختلافات پر آؤ تو ہر جگہ وہی معاملہ ہو کہ مع لیلی راجیشم محبوں بایں دیدہ غرض جہاں تک غور کیا جاتا ہے حسن کا کوئی مفہوم نہیں

۹۶
پر نہیں
رہتا
ناچار
گر گر
پڑتی
ہیں

نہیں ٹھہرتا پس مفہوم حسن کو انسان کا طبعی خیال سمجھنا غلط ہے بلکہ وہ ایک شخصی خیال ہے۔ مبتدا۔
یہ تو ایک لفظی بحث ہے حسن کی نسبت میرا خیال طبعی ہو تو اور شخصی ہو تو نتیجہ واحد ہے کہ مجھ سے
بدون حسن کے صبر نہیں ہو سکتا۔ عارف۔ واہ واہ لفظی بحث کی بھی خوب ہی حاجی حضرت یہ تو علم
اخلاق کا ایک بڑا ضروری مسئلہ ہے جتنی باتیں طبعی ہیں یعنی تقاضائے طبیعت انسانی سے
سرزد ہوتی ہیں کسی کے روکے رک نہیں سکتیں ان کی تبدیل میں کوشش کرنا محض لاجل ہے
اور مطلق بے سود۔ مگر جن کو میں نے شخصی سے تعبیر کیا ہے ضرورتیں ہیں ادعائی حاجتیں
ہیں کلہی جن کو آدمی عموماً نہیں بلکہ افراد خاص اپنے اوپر لازم کر لیتے ہیں۔ اگرچہ ان
ادعائی ضرورتوں کا تقاضا کبھی طبعی ضرورتوں سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے مگر کبھی بھی
چونکہ تقاضائے طبیعت نہیں ہے اس کی شورش کو فرد اس کی تیزی کو مدھم کرنا ممکن ہے
مثلاً مطلق کھانا پینا تقاضائے طبیعت انسانی ہے اور کسی تدبیر سے یہ خواہش دفع نہیں
ہو سکتی مگر خاص قسم یا خاص ذائقے یا خاص کیفیت کے کھانیکا التزام تقاضائے طبیعت انسانی
سے خارج ہے۔ جو لوگ شراب یا آفیون یا دگ یا چٹاویا گانجے یا چرس یا تاتری یا تھقے
یا کسی قسم نشے کی عادت ڈال لیتے ہیں اس کی طلب میں ایسے بے قرار ہو جاتے
ہیں جیسے جھوٹیل میں مچھلی تاہم یہ ایک ضرورت ہے جس کو ان کی طبیعت شخصی تقاضا
کرتی ہے نہ طبیعت انسانی۔ اسی طرح خداوند تعالیٰ کی حکمت کا ملہ نے نوع انسان کے بانی
رہنے کے لئے ایک قاعدہ ٹھہرا دیا ہے کہ دو طرح کے آدمی بنائے مرد اور عورت اور دونوں
کے لئے عمر کا ایک وقت مقرر کر دیا کہ جب اس حد پر پہنچیں تو دونوں میں از خود ایک دوسرے
کی طرف رغبت پیدا ہو بس یہاں تک اور صرف یہیں تک تو تقاضائے طبیعت انسانی
ہے جیسے مطلق غذا اور اس سے بڑھ کر کہ جس کی طرف رغبت کرتا ہے پورا یا اچھا

راسخ ہو گیا جب خود جوان ہوئے اس خیال کا پیرایہ بدل گیا۔ شعر

عاشق ہوئے ہیں آپ بھی ایک شخص پر | بارے ستم کی کچھ تو نکافات چاہیے

مبتلا۔ آپ مولوی ہو کر داب منظرہ کا لحاظ نہیں رکھتے آپ کا دعوئے یہ ہے کہ حُسن کی نسبت لوگوں کے خیالات طبعی نہیں بلکہ شخصی ہیں اور اس دعوئے کے اثبات میں یہ میری خاص حالت سے استدلال کرتے ہیں دعوئے عام ہو اور دلیل خاص۔ دنیا میں ہزار ہا آدمی حن پرست ہیں تو کیا سب کی حن پرستی کا یہی سبب ہو سکتا ہے کہ میری طرح وہ بھی حین ہیں۔ عارف۔ تم نے اچھی طرح خیال نہیں کیا جیسا میرا دعوئے عام ہو ویسی ہی میری دلیل بھی عام ہو اور تمہارا تذکرہ تمثیلاً تھا نہ استدلالاً میری دلیل یہ ہے کہ حن کی نسبت مختلف ملک کے باشندوں اور مختلف قوموں اور مختلف شخصوں کے مذاق مختلف ہیں اور اگر طبعی ہوتے تو مختلف نہ ہوتے۔ مبتلا۔ آپ کی دلیل کا خلاصہ یہ کہ اقتضائات طبعیات انسانی تمام دنیا میں یکساں ہیں مگر میرے سمجھنے میں تو یہ بات درست نہیں معلوم ہوتی تیس دیکھتا ہوں کہ روئے زمین کے مختلف قطعات میں مختلف طور کی آب ہوا اور مختلف طور کی پیداوار ہو اور آب ہوا اور پیداوار کے اختلاف باشندوں کے طبائع کا مختلف ہونا ضرور ہے چنانچہ بعض ملکوں کے لوگ آرام طلب ہوتے ہیں اور بعض کے جفاکش بعض کے غصیلے زور درج بعض کے متحمل بردبار بعض کے بہادر و دلیر بعض کے بزدل ڈرپوک بعض کے سیدھے سادے بعض کے مفسد چالاک اور بااں ہر اختلافات یہ سب خصائص طبعی سمجھے جاتے ہیں اسی طرح حن کی نسبت لوگوں کے مذاق مختلف ہیں۔ مذاق حن پھر بھی طبعی ہی کہا جائیگا۔ عارف۔ جن خصائص کے تحت پر تم مذاق حن کے اختلاف کو قیاس مع الفارق کرتے ہو وہ خصائص طبعی اور کیمیائی

ہیں آب و ہوا اور غذا کی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یہ پوست خون پر اثر کرتی ہے گرم ملکوں کے لوگوں کے مسامات کشادہ خون گرم اور رقیق اور اس کی گردش تیز اور سرد ملکوں میں اس کے بالکل خلاف اور یہی وجہ ہے کہ گرم ملکوں کے لوگ آرام طلب غصیلے اور بزدل اور ذہین ہوتے ہیں لیکن آب و ہوا اور غذا کو اس طرح کا مدخل مذاق حن میں ہونہیں سکتا اور اگر ہو تو اس کا ثابت کرنا تمہارا کام ہے ہاں اگر یہ کہو کہ بعض گرم ملکوں کے لوگوں میں تو الد تناسل کی رغبت جلد پیدا ہوتی ہے یا وہ لوگ اس رغبت پر زیادہ حریص ہوتے ہیں تو میں اس کو ماننا ہوں کیونکہ مطلقاً اس رغبت کا طبعی ہونا مجھ کو تسلیم ہے رہی عجلت اور حرص و نون حرارت کے اتنا کیمیائی ہیں مگر یہ بھڑکے وہی بات آتی کہ اس رغبت طبعی کو شاعروں کے سراپا سے کہ وہی حن ہے کیا تعلق میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی شخص دوسرے شخص کے کسی عضو کو بے سبب بے غرض بے مطلب کیوں اچھایا بُرا کہہ سکتا ہے مثلاً تمہاری ناک سے اگر کسی کی کوئی غرض متعلق ہو سکتی ہے تو وہ تم ہی ہو کہ تم اس سے سونگھتے یا سانس لیتے ہو اگر تمہاری ناک تمہارے کام چھپی طرح دیتی ہے تو وہ اچھی ہے مگر تمہارے لیے میرا کون سا مطلب تمہاری ناک سے اٹکا ہو کہ میں اسکو اچھا یا بُرا سمجھوں اور یہی حال ہے تمام سراپا کا جس کے پیچھے رند نے جزو کے جزو سیاہ کیے ہیں غرض تم کو دو باتیں ثابت کرنی چاہئیں اول یہ کہ مذاق حن تقاضائے طبیعت انسانی ہے۔ دوسرے یہ کہ تو الد تناسل کی رغبت طبعی ہیں اسکو مدخل ہے مبتلا ابھی تو میں اسی بات کو سوچ رہا ہوں کہ لوگوں میں مذاق حن مختلف کیوں ہیں۔ عافیت میں نے ان باتوں کو برسوں سوچا ہے آخر اس بات کے دل کو تسلی ہو گئی کہ حن صوت فی نفسہ کوئی چیز نہیں پھر یہ خیال پیدا ہوا تو کہاں پیدا ہوا پہلے ذہن اس طرف منتقل ہوا تھا

کہ شاید جن کا ماخذ علم قیافہ ہو یعنی انسان کی روح اور جسم میں ایک تعلق ہی ایسا کہ اعضا کی ساخت اور وضع سے اس کے دلی خیالات اور اخلاق پر استدلال کیا جاتا ہو۔ لوگوں نے تجربے سے اس تعلق کو دریافت کر کے جمع کیا تو علم قیافہ مدون ہو گیا۔ جو لوگ علم قیافہ کے بڑے ماہر ہوتے ہیں آدمی کے اعضا کی بناوٹ سے اس کے خصائص طبیعت کو پہچان جاتے ہیں عجب نہیں کہ اعضا کی جو وضع محاسن اخلاق پر دلالت کرتی ہو اس کو اچھا سمجھنے لگے ہوں لیکن جن لوگوں کے حسن کا بڑا چرچا ہو ان کو دیکھا تو من حیث الاءلاق سب بدتر پایا معلوم ہوا کہ علم قیافہ تو حسن کا ماخذ نہیں ہو سکتا۔ آخر غور کرتے کرتے یہ بات سمجھ میں آئی کہ جس طرح اب لوگوں میں اعلیٰ اور ادنیٰ اور شریف اور وضع اور خواص اور عوام کا تفرق ہے ایسا ہی ابتدائے دنیا میں سب لوگ تو یکساں حالت میں نہیں رہے ہونگے جسمانی قوت یا اعوان و انصار کی کثرت یا کسی دوسری وجہ سے بعض لوگ ضرور اکابر قوم سمجھے جاتے ہونگے اور قاعدہ یہ ہو کہ جب کو انسان اپنے سے بہتر اور برتر سمجھتا ہے اس کی سبھی باتیں اس کو بھلی معلوم ہوتی ہیں۔ یوں سب پہلے حسن کا خیال پیدا ہوا نہ تو عجب نہیں اور پھر تو مثل دوسرے خیالات کے یہ خیال بھی ابابعد متواتر ہوتا چلا آیا۔ اور یہی سبب ملکوں میں مذاق حسن کے مختلف ہونیکا کہ ہر ملک میں جو شخص سب سے بہتر اور برتر تھا لوگوں نے اس ہی کو نمونہ حسن قرار دے لیا۔ تم نے نہپولین شاہ فرانس کی تصویر تو دیکھی ہوگی اس کی ڈاڑھی تھی چمکی اور ڈاڑھی کی خوبصورتی ہی بھری ہوئی گول مگر نہپولین کے دیکھا دیکھی سارے فرانس نے اپنی ڈاڑھیاں چمکی کر لیں اور اسی کو شعار خوبصورتی بھیر لیا اور چمکی ڈاڑھی کا نام رکھا اپیریل بیرڈ یعنی شانہ ڈاڑھی۔ ہم لوگوں میں جو انگریزی وضع کھانے میں پیتے میں لباس میں نشست

وہ خواست میں طرز تمدن میں ہر چیز میں وہاں کی طرح پھیلتی چلی جا رہی ہو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ انگریز ہیں وقت کے حاکم ان کی تمام ادا میں خوشنما لگتی ہیں۔ اور ہم لوگوں کے مذاق ہیں کہ یوگایو ما انگریزی طور کے ہوتے چلے جاتے ہیں تغیر خلقت تواضیٰ بات نہیں مگر رفتہ رفتہ مہندی اور دسے کے عوض ہمارے یہاں کے پڑھے انڈے کی زر دی کا خطاب تو ضرور کرنے لگیں گے جن کی نسبت شخصی مذاقوں کی تادیل چنداں مشکل نہیں ایک شخص میں تمام محاسن صورت کا جمع ہونا تو کمیاب ہے اکثر یونہی ہوتا ہے کہ بڑے سے بڑے حسینوں میں بھی دو چار نقص ضرور ہوتے ہیں اب یہ پسند کر نیوالے کی تجویز مختصر رہا کہ چاہے جس پہلو کو ترجیح دے۔ بعضے رنگ پر مرتے ہیں اور بعضے نقشے کی نزاکت پر نظر کرتے ہیں بعضے حسن و ادا کے خریدار ہیں اور بعضے دام زلف کے گرفتار۔ مبتلا جن اگر صرف خصائص انسانی سے ہوتا تو جو ماخذ آپ نے بیان کیا بلاشبہ قابل تسلیم تھا۔ مگر جادات بنائات حیوانات غرض تمام موجودات میں کوئی چیز جن سے خالی نہیں والد مرحوم زندہ تھے کہ ایک مقدمے کی پے روی کے لئے انہوں نے ناظر بھائی کو گرمیوں کے دنوں میں مینی تال بھیجا اور بچھکواؤں کے ساتھ کیا یوں تو پہاڑ دھند دھند لاکٹی منزل سے نظر آتا تھا مگر تین چار کوس کے فاصلے سے تو ہم اُس کو اچھی خاصی طرح سمو چا دیکھنے لگے وہ صبح کا وقت اور پہاڑ کی چوٹیوں پر سفید براق برف گویا سنگھار میز پر براق آدم آئینہ لگا ہوا کہ آفتاب سوتا اٹھ کر پہلے شبنم سے منہ دھوئے اور پھر اپنا چہرہ اُس آئینے میں دیکھے اور جب چوٹیوں کے گرد اگر دشتوں کی سرخی اور دامان کوہ کی سبزی پر آنکھ پڑتی تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک نازنین گلابی دوپٹا اوڑھے اور ہری لپٹا از پہننے غور سے کھڑا ہوا

اُس پاس کی چیزوں کی سیر دیکھ رہا ہو شروع میں تھوڑی دیر تک تو اس کا شعور تھا کہ واقع میں پہاڑ ہو اور ہماری قوت تخیل نے اُس کو نازنین شفق و سبز کو اُس کا لباس رنگین بنالیا ہو مگر آفتاب کی کرن نکلتے ہی اوپر برف کے کنارے اور نیچے ندی نالے سارے جگہ گاتھے جیسے عین بین سچا گویا آب تو جو خیال تھا وہ حقیقت الحال ہو گیا۔ قوت نامیہ کا ہر طرف یہ زور شور کہ ایک چپا بھر جگہ سبزہ خواہ سے خالی نہیں۔ شاعر تو سبزے کو خوابیدہ باندھتے ہیں مگر وہاں کا سبزہ بیدار ہو کر کے جھکولوں سے ہرقت ہمتوج بلا تصنع اُس وقت تو یہی خیال میں آتا تھا کہ ہوا کے گدگدانے سے پہاڑ کے پیٹ میں سہمی کے مارے بل پڑ پڑ جاتے ہیں۔ دونوں تھوڑے سے پگڑی سنبھال کر درختوں کو دیکھو تو ایسا شبہ ہو کہ آسمان کی چھت بہت پرانی ہو چلی تھی شاید اُس کی اڑواڑیں ہیں۔ رنگ برنگ کے جانور پھدک پھدک کر ادھر سے ادھر ادھر سے ادھر اُس طرح اڑنے پھرتے تھے کہ گویا جگہ جگہ چوتھیاں کھلی جا رہی ہیں غرض ہر چیز پر ایک قدرتی جو بن تھا کہ جی بے اختیار لوٹا چلا جاتا تھا۔ ایسے کسی موقع پر آپ کے جانیکا اتفاق ہو تو آپ کو معلوم ہو کہ حق ایک کیفیت خدا داد ہے ہر جگہ ہو اور ہر چیز میں ہے۔ اسی مینی تال کے رستے میں ایک ندی ملی تھی اُس میں پتھر کی ہڑاڑیاں تھیں اُن میں بھی جو سڈول تھی نہایت بھلی معلوم ہوتی تھی۔ دنیا کی تمام صنعتیں تمام دست کاریاں کس غرض سے ہیں صرف اتنی بات کیلئے کہ چیزوں میں حق پیدا ہو کسی انگریزی شاپ (دکان) میں میسک ساتھ چلیے تو میں آپ کو دکھا دوں کہ صرف مکان کی آرائشی کیلئے کیسا کیسا اسباب انگریزوں کی ولایت سے بنکر چلا آرہا ہے۔ زندگی کے تمام ساز و سامان میں کون سی چیز ہے جس میں خوبی نہیں اور یوں آدمی

آنکھوں پر ٹھیکری دھر لے اور بدہمت کا انکار کرے تو اس کا علاج نہیں جس کو
تقاضائے طبیعت ماننا آسان ہو یا ایک عالم کو مجنون اور مبتلا سے خطبہ عارف بات
کو بہت طول ہوتا جاتا ہے اور محبت اور تقریر سے کبھی کسی بات کا تصفیہ ہوا نہیں اور
بدت احمر کے جیسے بچے خیال کا دفعہ دل سے نکلنا بھی مشکل میں تم کو اتنی نصیحت کرتا ہوں
کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو مختلف اوقات میں تم خود سوچو اور میں نے بھی یہی کیا تھا
کہ مدتوں خود غور کرتا رہا یہ تو میں نہیں کہہ سکتا کہ آخر کار تم میری راے کے ساتھ اتفاق
کر دے گے یا نہ کرو گے مگر اس کا تو مجھ کو پورا یقین ہے کہ انشاء اللہ تمہاری یہ شورش تضرع
فرد ہو جائیگی جس طرح تم دوسری چیزوں کا امتحان کرتے ہو یعنی مثلاً مینی تال کی
سیر سے تمہاری طبیعت کو ایک طرح کی تفریح ہوئی اگر اسی طرح کی تفریح تم کو خوبصورت
آدمی کے دیکھنے سے ہو تو اس میں میرے نزدیک کوئی اعتراض کی بات نہیں بلکہ
اس امتحان کو تم تقاضائے طبیعت بھی سمجھو تو چنداں مضائقہ نہیں مگر دل میں انصاف
کر دو کہ اس امتحان کو اس امتحان کے ساتھ کیا مناسبت۔ اور فرض کرو کہ امتحان
مردم یعنی حسن پرستی جیسا تم کہتے ہو تقاضائے طبیعت انسانی ہی سہی تو طبیعت انسانی
کے اوپر بہت سے تقاضے ہیں مگر چاروں چاروں کو روکنا اور ضبط کرنا پڑتا ہے
سب میں زیادہ شدید تقاضا غذا کا ہے تاہم بعض اوقات طبیب حکم دیتا ہے کہ فاقہ
کرو اور فاقہ کرتے ہیں یا غریب آدمی کو ایک وقت کھانا میسر نہیں آتا اور وہ انٹریوں
کو سوس کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح تقاضائے حسن پرستی مطلق العنان تو رہ نہیں
سکتا جس کی باب اور اس کے خواہاں بہت معشوقوں کے غمزہ واداسے شہید
ہونے کا انتظار بھی نہ کریں آپس ہی میں قیامت کی وجہ سولٹر میرا اور مشکل یہ ہے

کہ کیا بی ٹھیری شرط حسن کیونکہ اگر حسین کثرت سے ہوں تو حسن بے قدر ہو جائے کوئی اس کی طرف رغبت بھی نہ کرے پس حسن پرستی فی نفسہ ایسی خواہش ہے کہ ہزار خواہشوں میں ایک کی کامیابی کی بھی توقع نہیں۔ تو کیوں آدمی اسی لت اپنے پیچھے لگائے کہ اس سے سوائے رنج کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے۔ موقع پر آئی ہوئی بات کہنی ہی پڑتی ہے کہ مکمل طور پر کہ واقعی اور دعائی ضرورتوں کی شناخت کیا ہے قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز جس قدر زیادہ سہولت سے آسکتی ہو بس جان لو کہ ہم کو اُسی قدر زیادہ اُس کی حاجت ہے مثلاً ہوا اور پانی اور غلہ سب ضرورت ہی کی چیزیں ہیں غلے سے زیادہ پانی اور پانی سے زیادہ ہوا۔ مگر ہوا سب سے زیادہ سہل الحصول ہے پانی اُس سے کم اور غلہ اُس سے بھی کم اسی طرح لوہا اور چاندی اور سونا اور موتی اور جواہرات۔ سب سے زیادہ کارآمد لوہا ہے اور اسی کی زیادہ افراط ہے پس حسن اگر حقیقت میں ہم کو درکار ہو تو ضرور تھا کہ اس کی افراط بھی ہوتی اور افراط ہوئی تو پھر حسن کہاں۔ جن تو اُسی وقت تک حسن ہے کہ اُس کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی ہوں۔ مثلاً۔ آپ کا یہ فرمانا بالکل ٹھیک ہے کہ حسن کیا ہے اور جو ہے اُس پر دست رس کا ہونا مشکل اور میں اسی سوچ میں بیٹھا تھا کہ آپ تشریف لائے۔ مگر دنیا کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں بھی شکلیں پیش آتی ہیں اور یہ تو وہ لذتیں ہیں کہ دنیا کے سارے منے اس کے آگے ہیج ہیں بلکہ میں تو ایسا سمجھتا ہوں کہ جب تک لذت حسن کا شمول نہ ہو دنیا کی کسی چیز میں کوئی مزہ ہی نہیں تو ایسے عمدہ مطلب کے حصول میں اگر جان تک کی بھی جو کھوں ہو تو کیا مضائقہ اتنا خدا کا شکر ہے کہ دوسروں کو محال ہے اور مجھ کو آسان۔ عارف کیوں تم میں خصوصیت کیا ہے کیا تم کہیں کے حاکم ہو یا تمہارے یہاں کچھ دولت چھٹ

پڑی ہو۔ مبتلا پس آپ کے نزدیک تو دنیا میں حکومت اور دولت دو ہی چیزیں ہیں۔
 اچھی حضرت میں جن کی دولت رکھتا ہوں۔ اب چند روز ہوئے چچا باوا کے لحاظ سے
 میں نے آنا جانا چھوڑ دیا ورنہ شہر میں ایسا کون نا زمین ہو جو مجھ کو پیار نہیں کرتا ذرا
 میرا رخ دیکھیں تو گلے کی ہار ہو جائیں مجھ کو جن کی کیا کمی آج چاہوں تو ایک پلوٹ
 پال لوں۔ عارف۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم حیرا میں تو سمجھا تھا
 کہ تم کچھ عقل رکھتے ہو اب معلوم ہوا کہ عقل اور حیا اور غیرت اور عزت اور آب و
 اور مذہب کسی چیز سے تم کو بہرہ نہیں اور تمہاری حالت بڑی خطرناک حالت ہے
 تم تو جناب میر تقی صاحب کے پاس برسوں رہو تب کہیں جا کر آدمی بنو تو بنو۔
 تمہاری عقل کا تو یہ حال ہے کہ ابھی تک خوبصورتی کا خط تمہارے سر سے نہیں
 نکلا تم بات بات میں اس طرح منہ بھر بھر کر اپنے تئیں حسین اور خوب صورت کہتے
 ہو کہ گویا حسن صوت بڑا جو بہرہ ہو کہ تم کو عورتوں کے ہنر پر ناز کرتے ہوئے
 شرم نہیں آتی خوبصورتی کے خیال سے کچھ تم ہی اپنے دل میں خوش ہوتے
 ہو گے۔ مگر غیرت مندوں کی نظر میں تو اس گورے چڑے نے تمہارے سائے خان
 کی عزت کو ڈبو دیا اور تم کو دنیا اور دین دونوں کے کام سے کھو دیا اور خیر جو ان ہوئے
 پیچھے وہ کمبخت خوبصورتی گئی گزری ہوئی تھی تو بچپن کے اس خیال کو جانے دیا
 ہوتا نہیں۔ وہ خط ہو کہ بدستور تازہ ہو منہ پر ڈاڑھی نکل آتی چہرہ پتلا کیمخت ہو گیا وہ
 رنگ رخن وہ نرمی و نزاکت کوئی چیز باقی نہیں رہی مگر خدا جانے وہ تمہاری خوبصورتی
 کس چیز سے عبارت ہے کہ اسی میں فرق نہ آیا شہر کے نازنینوں کا حال تو معلوم
 نہیں مگر مدرسے میں جو تمہارے چاہنے والے تھے وہ تو تمہارے رہتے ہی

ایک ایک کر کے تم سے بے رخی کرنے لگے تھے اور کیا تم کو اس کا امتیاز نہوا ہو گا اور جب تمہاری وہ لڑکپن کی کیفیت بدل گئی کہ خیر وہ ایک طرح کی خوبصورتی تھی بھی تب بھی مرد خدا تم کو تنہا نہ ہوا کہ کیا ایسی بے ثبات اور ناپائے دار چیز کے ذریعے ہونا جو آج ہر اور کل نہیں۔ کیفیت جو تم میں ہے اگرچہ اس کو خوبصورتی سمجھنا تمہاری ہی ادعا ہے مگر میری یا کھلی جیسی ہر آنکاش اس کو قیام ہو جس نے تم کو بچپن میں دیکھا ہے اسے چار برس بعد پہچاننے کا بھی تو نہیں کہ یہ وہی مبتلا ہو یا دوسرا شخص ہو۔ میرے نزدیک تو خوبصورتی کا دعویٰ اب بھی تم کو زیب نہیں دیتا۔ مگر ایک وقت آنیوالا ہے اُس کو آیا ہوا سمجھو جبکہ تم خود پکار اٹھو گے۔ دُرینا کہ عہد جوانی برفت۔ جوانی مگر زندگی برفت۔ ذرا خیالات کو اونچا کر و نظر کو بڑھاؤ۔ یہ خواہشیں جن کا تم اس قدر اہتمام کر رہے ہو خدا نے گدھے۔ کتے۔ بندر۔ سور۔ ذلیل سے ذلیل جانوروں کو بھی دی ہیں بلکہ جانوروں میں یہ قوتیں آدمی سے بہت زیادہ ہیں۔ کیا آدمی کے لیے شرم کی بات نہیں کہ جانوروں کی ریس کرنے پر حریف ہو۔ تم کو اس بات پر بڑا گھمنڈ ہے کہ نازنینان شہر یعنی بازاری عورتیں تم کو پیار کرتی ہیں یہ جھوٹی رکابیاں یہ چوڑی ہوئی ٹڈیاں یہ کھائی ہوئی قلعیاں کسی پھلے مانس کی غیرت تقاضا کر سکتی ہے کہ ان کو منہ لگائے یا پاس بٹھائے نرمی خوبصورتی کو اگر ہو بھی لے کر کیا آگ لگاتی ہے جبکہ اُن میں شرم و حیا نہیں مہر و وفا نہیں عفت و عصمت نہیں غیرت و حمیت نہیں۔ مبتلا۔ میں نے تو ان لوگوں کا تذکرہ آپ سے صرف اس غرض سے کیا تھا کہ میں جن کی خواہش کروں تو غالباً میسر کر لے اس کا ہم پہنچنا کچھ دشوار نہ ہو گا۔ کیونکہ میں ان لوگوں کو اپنی طرف بھی مائل پاتا ہوں مجھے دوسرا ذریعہ تقریباً

درکار نہیں جس نے چچا باوا شریف لائے میں نے ان لوگوں سے ملنا جلتا قطعاً موقوف کر دیا اور آئندہ بھی میرا ارادہ ان لوگوں سے ملنے کا ہرگز نہیں چچا باوا کے آنے کا تو مجھ کو ایک حیلہ ہاتھ لگ گیا ورنہ میں نے تھوڑے ہی دنوں کے اختلاط میں ان لوگوں کو خوب آزمایا یک گیا ہر باد ہو گیا چچا باوا نہ آئے ہوتے تو فاقوں پر نوبت پہنچ چکی تھی۔ مگر حقیقت میں عجیبے مروت قوم ہے چندے کے بندے اور دام کے غلام۔ اس میں شک نہیں کہ مجھ کو پیار بھی کرتے ہیں مگر اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ لے بھی مرتے ہیں۔ عارف۔ الحمد للہ میرا جی یہ سنکر بہت خوش ہوا کہ تم کو اس لائق گروہ سے توفرت ہوئی اور میں تو بھائی اس کو خباب میر صاحب کا تصرف سمجھتا ہوں مبتلا۔ خیر جو کچھ ہو مگر حسن پرستی کی گنسک میسہ دل میں باقی ہو وہ نہیں نکلتی۔ عارف اب بہت دیر باتیں ہوئیں آدمی کے دل کا حال ہر وقت یکساں نہیں رہتا انشاء اللہ پھر کسی دن موقع دیکھ کر گفتگو کرینگے اس اشار میں تم بھی وقتاً فوقتاً سوچنا اور غور کرنا اگر خدا کو منظور ہو تو خود تمہارے ہی دل سے کوئی نہ کوئی بات ایسی پیدا ہوگی کہ اس سے تمہاری تسکین ہو جائیگی اتنی بات تمہارے کان میں اُور ڈالے دیتا ہوں کہ دنیا کے تمام معاملات کا مدار خیالات پر ہے شاعر بر خیالے صلح شان و جنگ شان بر خیالے نام شان و رنگ شان ایک شخص کو دیکھتے ہیں کہ ایک غرض کے پیچھے دیوانہ بن رہا ہے اور اُسی جیسے ہزاروں لاکھوں آدمی ہیں کہ اس غرض سے مطلق سروکار نہیں رکھتے۔ زندگی کے دن پورے کر نیکو گنتی کی چند چیزیں دگر ہیں ورنہ ہم پہنچانے کیلئے کچھ زیادہ زحمت اٹھانے کی ضرورت نہیں صاحب نے کیا خوب کہا ہے شاعر۔ حرص قانع نیست صاحب نہ اسباب جہاں۔ آئینہ من کا درامہ ہیشہ درکار نیست

اور جب دوسرے لوگ ہمارے ہی ابنائے جنس ایک چپکے زبدون خوش و خرم رہ سکتے ہیں تو اس سے بخوبی ثابت ہے کہ حقیقت میں وہ چیز داخل ضروریات زندگی بلکہ داخل تفریحات بھی نہیں جو ان لوگوں نے ایک طرح پر خیال کیا اور اس چیز پر غالب آئے اور ہم نے دوسری طرح پر سوچا اور مغلوب ہو گئے تو سوچنے اور غور کرنے کو ہزاروں باتیں ہیں مگر تمہاری حالت کے واسطے موت کا تصور کرنا بالآخر صہ مفید ہے۔ اگر دن رات میں تھوڑی دیر کے لیے بھی آدمی اپنے تئیں مرتنا ہوا فرض کر لیا کرے اور یہ تو یقینی ہے کہ ایک نہ ایک دن سچ مچ اُس کو مرنا ہوگا تو دنیا کی بہت سی ترغیبات سے محفوظ رہ سکتا ہے اور چونکہ دینداری کے خیالات ابھی تمہاری طبیعت میں راسخ نہیں ہوئے موجبات ترغیب کے پاس نہ پھٹکنا ورنہ سارا کیا کر ایام کے دم میں اکارت ہو جائے گا۔

اٹھارھویں فصل بتلا کا ایک عورت کے دم محبت میں مبتلا ہونا

عارف تو یہ کہہ کر اُس وقت رخصت ہو گیا بتلا کے شیاطین برابر اُس کی لگات میں لگے ہوئے تھے میر تقی کا جانا سنتے ہی سب نے چاروں طرف سے یورش شروع کی۔ بتلا۔ تو ایک مدد سے ادھار پر عیاشی کر ہی رہا تھا سیکڑوں روپے اُن لوگوں کے اُس پر چڑھے ہوئے تھے پہلے کے ہلے ہوئے خدا جانے میر تقی کے رہتے بھی انہوں نے کیونکر صبر کیا ہوگا۔ میر تقی کا اگر جانا نہ ہوتا تو آخر ایک نہ ایک دن اُس قرض کا جھگڑا اُن کے روبرو پیش ہوتا پر ہوتا اور اُن کے روبرو پیش ہوتا تو وہ عمدہ طور پر فیصلہ بھی کر دیتے اب اُن نے پونے کیسے سوائے ڈیوڑھے کی قسط بندی پر تو قرضے کا چکنا

ہوا اور ان لوگوں کے پاس آکر بیٹھنے بات کرنے سے مبتلا کی طبیعت جو میر تقی اور عارف کے سمجھانے سے کسی قدر سنبھل چلی تھی پھر بگڑی۔ سامان تو ایسا بندھا تھا کہ مبتلا کچھ بڑے سابق آوارہ مزاج ہو جائے۔ مگر ادھر تو نصیحت کے خیالات تھے تازہ اور ادھر اداسے قرض کی وجہ سے مبتلا کو ان لوگوں سے ہوئی ایک طرح کی ناخوشی اور تو کسی کے پاؤں نہ جھے مگر اسے کوئی تین چار برس پہلے کا مذکور ہر مبتلا کے والد ان لوں زندہ تھے اسی محلے میں مبتلا کے گھر سے ذرا فاصلے پر ایک عورت کراہیہ کے مکان میں آکر رہی وہ تھی تو لکھنؤ کی کوئی خانگی پر اس نے اپنے تئیں بیگم مشہور کیا باوجودیکہ حقو ہی دنوں کی آئی ہوئی تھی مگر سارے محلے میں اس کی خوبصورتی اور لیاقت کا غل مجھیا عیاش مزاجوں میں جو جس ڈھب کا تھا اپنے شوق کی چیز میں بیگم کا مداح تھا۔ شاعر کہتے تھے فی البدیہہ شعر کہتی ہو۔ ستار بجا نیوالوں میں چرچا تھا کہ بول خوب بجاتی ہو تاش گنجفہ جو سر شطرنج کھیلنے والے ان تمام کھیلوں میں اس کے کمال کے قائل تھے ضلع جگت پھبتی حاضر جوابی پسلی مگر فی نسبت میں سب مانتے تھے کہ اپنا جواب نہیں رکھتی۔ اس کی خوبصورتی میں لوگ کچھ کلام کرتے تھے مگر اس کے جامہ زیب ہونے پر سب کو اتفاق تھا۔ مبتلا تو خود ایسی خبروں کی ٹوہ میں لگا رہتا تھا اس کو بیگم کا حال سب سے پہلے معلوم ہوا ہوگا۔ لیکن باپ کے رستے محلے کے محلے میں بیٹھی نہیں کر سکتا تھا نہ جاسکا۔ باپ کے مے پیچھے جب مبتلا کھل کھیلتا تو جہاں اس نے اور نالائقیاں کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ بیگم سے ملا۔ شاعری اور ستار شطرنج اور کیا اور کیا یہ تو سب مبالغے تھے مگر اس میں شک نہیں کہ عورت تھی بڑی گویا اس کی زبان کہے دیتی تھی کہ خواہی یا مصاحبت یا کسی دوسرے طور پر اس نے بادشاہی محلات۔

میں ضرور تربیت پائی ہو یا کیا عجیب کہ جیسا وہ کہتی تھی خود یکدم رہی ہو۔ لسانی کے علاوہ اُس کا سلیقہ مجلس بھی بہت ہی دل کش تھا وہ نہایت جلد آدمی کے دل کو ٹول لیتی اور ہر ایک کے ساتھ اُس ہی کے مذاق کی باتیں کرتی یہ عمل تھا جس کے ذریعے سے وہ لوگوں کے دلوں کو مسخر کرتی تھی ورنہ صورتِ شکل کے اعتبار سے وہ کچھ چنداں قدر کی چیز نہ تھی۔ بتلا کے ساتھ آنکھیں دو چار ہوتے ہی وہ پہچان گئی کہ یہ کوئی نیا مرد و ابنا ہے اُس نے بتلا کو دور سے کھڑے ہو کر ایسے انداز کے ساتھ سلام کیا جیسے کوئی ہندو آفتاب کو ڈنڈوت کرتا ہو۔ اور گاؤں تک یہ جس سے لگی ہوئی بیٹھی تھی چھوڑ اپنی جگہ بتلا کو بٹھایا اور آپ موڈ سانسے ہو بیٹھی۔ بتلا نے چاہا کہ اُس کو اپنی برابر بیٹھا مگر وہ ایاز قدر خود ہنساں کہہ کر پہلو پر نہ آئی۔ بتلا تو تہید کلام ہی سوچتا رہا کہ اتنے میں وہ آپ ہی بولی ایک مدت سے دلی کی تحریفیں سن کر جی پھر لکتا تھا اور دل میں ارمان تھا کہ اگر پرہوتے تو اُڑ کر جاتی اور ایک نظر دلی کو دیکھ آتی بارے سان نہ گمان خود بخود ایسا اتفاق پیش آیا کہ خدانے دلی میں لا بٹھایا اور جیسا تھا اُس سے ہزار حصے بڑھ کر پایا چشم بد دور لکھنؤ میں دولت کی افراط ہو اور لوگ بھی مال کے بڑے زندہ دل ہیں جن کی جو قدر و منزلت آج ہمارے لکھنؤ میں ہو کسی دوسرے شہر میں کم ہوگی اور یہی سبب ہے کہ ملکوں ملکوں سے حسن کھنچ کر سب لکھنؤ میں سمٹ آیا ہے اور میرا رہنا بھی ایسی ہی جگہ ہوا ہے کہ اس کو حسن کا اکھاڑ اکھٹا چاہیے مگر اپنا شہر ہی تو ہونے دو بات تو سچی ہی کہی جائیگی ماشاء اللہ آپ کی صوت کا آدمی بھی میری نظر سے تو نہیں گذرا۔ بتلا یہ تو سب تمہاری مہربانی ہو چونکہ تم نظرِ محبت سے دیکھتی ہو تو کمو میری صوت بھی کھلی معلوم ہوتی ہے تم مردوں کی صورت اگر اچھی ہوتی بھی تو کیا بے مصرف صورتیں

تو تم لوگوں کی ہیں کہ ایک عالم تمہاری ان صوتوں ہی کے چھپے ویوانہ ہو رہا ہے۔ میں نے بھی تمہاری صفت و ثنا بہت کچھ سنی تھی اور تمہارے دیکھنے کیلئے دل بے قرار تھا مگر موقع نہیں بن پڑتا تھا۔ اب جو تم کو دیکھنا تو معلوم ہوا حقیقت میں لکھنؤ کی خراش تراش اور وضع واری کو دلی والے نہیں پاسکتے۔ مگر یہ تو کہو کہ گھر تمہارا ٹھہرا لکھنؤ ہیال دلی میں تمہارے قیام کا کیا بھروسہ یا بیگم۔ ہم لوگوں کا کیمخت اس طرح کا بُرا پیشہ ہے کہ قرآن کا جامہ پہنیں تب بھی تو کوئی اعتبار نہیں کرتا آپ کو یقین آئے یا نہ آئے میں ایک عزت دار خاندان کی بیٹی ہوں خدا جانے یہ بھی کرم میں کیا لکھا تھا کہ ایسے بُرے احوال سے پردیس میں پڑی ہوں میرا حال اس قطعے کا مصداق ہے **قطعہ**

| | |
|---------------------------------------|--|
| رہے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو | ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو |
| پڑیے گریہ تو کوئی نہ ہو تیسرا دار | اور اگر مر جائے تو نوہ خوال کوئی نہ ہو |

میں جس وقت لکھنؤ سے نکلی دل میں یہ ٹھکان کر نکلی کہ اب اس شہر کو پیٹھ دکھائی ہے جیتے جی نہ نہیں دکھاؤنگی جس حالت میں آپ مجھ کو دیکھتے ہیں جس قدر مجھے اس سے نفرت ہے بس خدا ہی کو خوب معلوم ہے۔ مگر موت اپنے بس کی نہیں۔ شاد و بایز ریتن ناشاد و بایز ریتن۔ آج اگر کوئی بھلا آدمی خدا اُس کے دل میں رحم ڈالے اور میری دست گیری کرے تو مجھ کو چرخہ کا تنا منظور چلتی پسینی قبول میں اُس کی کفش بڑاری کو حاضر ہوں مگر مان نہ مان میں تیرا مہمان زبردستی کس کے سر ہو جاؤں آپ سے آپ کس کے ساتھ لگ لوں۔ ہر چند مبتلا کی آوارگی اُن دنوں بڑے زور دل پر تھی مگر اُس کے دل میں کسی عورت کے ساتھ تعلق لازمی پیدا کرنے کا خیال کبھی نہیں آیا تھا یہ بیگم کی سحر بیانی تھی کہ ابھی اُس کی تقریر پوری نہیں ہوئے پائی کہ مبتلا نے

اُس کو گھر میں ڈال لینے کا پہلے پہل کچھ یوں ہی سا ارادہ کیا بیگم میں وہ باتوں کی کمی تھی ایک تو اُس کی صورت کچھ بہت عمدہ نہ تھی بنائے سنوارنے سے وہ اتنی بھی نظروں میں جھپتی تھی دوسرے گانا ناچنا جس کی ان دنوں مبتلا کو چاٹ لگی ہوئی تھی اُس کو مطلق نہیں آتا تھا تاہم اُس نے اپنی نشانی سے مبتلا کو پہلی ہی ملاقات میں اتنا تو گرویدہ کر لیا کہ شام کا گیا گیا ڈیڑھ پہرات کی توپ اُس کو وہیں بیٹھے بیٹھے چل گئی اس اثنا میں بیگم نے خوب مزے مزے کی گلیاں اپنے ماتھے سے بنانا کر مبتلا کو کھلاتیں دو دو رچاے اور کافی کے چلے۔ مبتلا اگر ایک جلسے میں مدعو نہ ہوتا تو اس سے رات کا رہ پڑنا بھی کچھ تعجب نہ تھا بارے مکان پر سے آدمی آیا کہ صاحب جلسہ خود آپ کو لینے آتے ہیں ناچار اٹھنا پڑا اور جلسے کی سن کر بیگم کو بھی اصرار کر نیکو کوئی قہ نہ تھا مگر چلتے چلتے بیگم نے اتنا عمدہ تولے ہی لیا۔ کہ جلسے کے سواے اپنے یہاں ہوا کئی وست کے یہاں بلاناغہ ہر روز ملاقات ہوا کرنگی اور میر تقی کے آئے تاک ایسا ہی ہوتا رہا اور اتنے دن میں بیگم نے مبتلا کے دل میں بخوبی اپنی جگہ کر لی میر تقی کی ماحول سے جہاں اور شیطان بھاگ کھڑے ہوئے تھے اُن میں ایک بیگم صاحب بھی تھیں۔ میر تقی کے رہتے بھی بیگم نے بہت سی ڈھب لگائے کہ مبتلا زیادہ نہیں تو کبھی کبھار کھڑے کھڑے صورت دکھایا کرے مگر مبتلا خود ان دنوں ہتے سے اکھڑا ہوا اٹھا آنا جانا تو درکنار زبانی سلام و پیام تک کا بھی تو وہ روادار نہ ہوا۔ مبتلا بے چارے کے حال پر خیال کر کے کس قدر افسوس آتا ہے۔ **شعرا** قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہوئی کندہ دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رنگیا ہر قریب تھا کہ بیگم اس کو صبر کر کے بیٹھ رہے اتنے میں تو میر تقی کو سنا کہ تشریف لے گئے بیگم تو اس خبر کو سنتے ہی مارے خوشی کے اچھل پڑی اور سیو قہ گئی مبتلا

انتظار میں بار بار مڑ مڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے ایک دن گزرا و دن گزرتے میں دن گزرے مبتلا کا پتہ نہیں سمجھی کہ چچا نے ضرور بھتیجے کو کچھ پٹی پڑھاٹی آخر جب اپنے اہل برادری کو سنا کہ حساب کتاب کے لیے آنے لگے تو اس نے بھی کسی کے ہاتھ ایک تھ بھیجا (مراقبہ) جان من۔ یا بال شورا شوری دیا بایں بے نیکی۔ اس قدر بے مردتی ایسی بے وقافتی کچھ قصور کوئی خطا۔ دل کے ایسے بودے اور ارادے کے اتنے کچے تھے تو اتنا ربط بڑھانا ایسا گہرا اختلاط کرنا کیا ضرور تھا۔ ازبرائے خدا چند لمحے کے لیے تشریف لاؤ اور اپنی حقیقت مجھ کو سناؤ میں خدا خواستہ کوئی بلا نہیں کہ چٹ جاؤنگی آپ کوئی بچے نہیں کہ پھسلاؤنگی اور اگر آپ کو آنا منظور نہیں تو مجھ سے ہاں پہنچا کچھ دور نہیں شعرا تم جاؤ غیسے جو تمہیں راہ و رسم ہو

ہم کو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

مبتلا یہ رقعہ پڑھ کر غوط میں تھا کہ عارف اُس کے سر پر آکھڑے ہوئے تھے عارف کے چلے جانے کے بعد مبتلا نے رقعے کو پھر کئی بار پڑھا وہ اُس وقت جانے میں ہچکچاتا تھا مگر پھر اُس نے سوچا کہ اگر میں نہ گیا تو بیگم خود چلی آئیگی اس سے تو میرا ہی جانا بہتر ہو۔ غرض دل کو خوب مضبوط کر کے بیگم کے گھر گیا مگر افسوس ہو کہ کچھ ایسی گھڑی کا گیا کہ بس اُسی کے گھر کا ہو رہا۔ بیگم نے جو کئی مہینے کے بعد مبتلا کو دیکھا تو نہایت تپاک سے ملی بس اس کا وہ تپاک ایک جادو تھا کہ مبتلا کی تو کیا حقیقت تھی اُس کے چچا باوا میر تقی صاحب بھی ہوتے تو پھسلتے نہیں تو لڑکھڑا ضرور جاتے دیر تک آپس میں گلے شکوے ہوتے رہے آخر مبتلا نے شروع سے آخر تک میر تقی کا آنا اور امور خانہ داری کی اصلاح اور اُن کی نصیحت اور ناظر کی ضیعت اور میر صاحب کا تشریف لے جانا اور عارف سے معرفت کرنا اور عارف کا سمجھنا اور ارباب نشاط کا حساب کتاب ذرا ذرا بیان کیا

بیگم نے بہت ہی توجہ سے بتلا کے قصے کو سنا اور کہا کہ اتنے دن برابر جو آپ کا آنا نہ ہوا اس سے مجھے بڑی آزر دگی ہوئی تھی اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ آپ کے اخیر دو دو باتیں کر کے ضرور اس محلے سے اٹھ جاؤں گی مگر اب جو آپ ساری حقیقت معلوم ہوئی میرا جی بہت خوش ہوا اور اگر میں جانتی ہوتی تو ضرور میرا صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتی سبحان اللہ اچھوں کی اچھی ہی باتیں ہوتی ہیں انہوں نے باپ سے بڑھ کر آپ کے ساتھ سلوک کیا ان کے فرمانے پر چلو تو دنیا اور دین دونوں میں سُرخ و سفید میں تو خود آپ کہنے والی تھی کہ ان میو اول سے ملنا اور یوں پیسے کو برباد کرنا اور یہ ہر جاتی پن اچھا نہیں۔ بتلا۔ مشکل یہ آکر ٹپری ہو کہ بی بی کی طرف تو مجھ کو رغبت نہیں پھر اب کسی طرح زندگی بسر بھی کروں یا نہ کروں۔ بیگم۔ بیاہتا بی بی سے اگر مرضی نہیں ملتی تو ایک اپنی مرضی کی بی بی کر لو خدا نخواستہ تم کچھ غریب نہیں ہو کہ دو بیبیوں کا خرچ نہ چلا سکو گے مردوں پر تو خدا نے تنگی نہیں کی ایک ایک کو چار چار نکاح کا حکم ہے۔ بتلا۔ تم مجھ سے نکاح پڑھانے پر راضی ہو۔ بیگم۔ میں تو خود تم سے کہہ چکی ہوں کہ میں اس حالت میں رہنا پسند نہیں کرتی میں تو کوئی دن جاتا ہوں کہ کسی نہ کسی کا دامن پکڑ کے بیٹھ رہوں گی اور اگر تم میری دست گیری کرو تو زہے قسمت مگر تم کو بہتیری مجھ سے بہتر ملیں گی نکاح کرو تو ایسی کے ساتھ کرو کہ پھر بی بی کی تنہا باقی نہ رہے بلکہ مناسب تو یہ ہے کہ نکاح مت پڑھاؤ چندے کسی کو آزاؤ۔ بتلا۔ میں تو فکر کرتے کرتے تھک گیا اور سوچتے سوچتے میرا سر دھکنے لگا۔ چچا باوا اور میاں عارف کی تو مرضی یہی کہ میں ساری عمر رنج و غم میں گھل گھل کر مر جاؤں۔ بیگم۔ نوج دور پارتھیپ ٹھناں رنج کرے تمہاری بلا اور غم اٹھائے تمہاری پاپوش دنیا میں بار بار جنم لینا نہیں اور جانی

کی عمر بھی چلتی چھائوں ہو۔ جب اپنا ہی جی خوش نہ رہا تو دنیا کو لے کر کیا چوٹے میں لے آنا ہو۔ مبتلا۔ دل پر تو قابو نہیں چلتا اس بی بی سے ممکن نہیں کہ مجھ کو اُس ہو چارو بنا چا دوسری بی بی تو کرنی پڑے ہی گی۔ اچھا تو آج کے آٹھویں دن بیگم۔ بلکہ نپڑھیں دن ملک ایک شرط سے کہ ہست و نیست جو کچھ کہنا ہو تم خود آکر مجھ سے کہنا ایسا نہ ہو کہ پہلے کی طرح بیٹھ رہو۔ مبتلا۔ نہیں کچھ ہی کیوں نہ ہو میں ضرور خود آؤں گا بلکہ ہو سکا تو بیچ میں بھی ایک دو پھرے کر ڈنگا۔ بیگم قسم کھاؤ۔ مبتلا۔ تمہاری جان کی قسم۔ بیگم۔ میری جان تو تم ہو۔ مبتلا۔ اپنے سر کی قسم۔ یہ عہد و پیمان ہو کر مبتلا بیگم سے رخصت ہوا مگر بیچ پوچھو تو آج ہی کا جلسہ جلسہ نکاح تھا۔ بیگم ایک ہلاکی عورت تھی اور اُس کو بسترے سے دل حالات کے معلوم کر لینے کا بڑا ملکہ تھا آج کی ملاقات میں اُس کو پورا یقین ہو گیا کہ مبتلا پر اُس کا جادو چل چکا ہے اور اسی بھروسے پر اُس نے آپ مہلت دی ورنہ وہ ایسا ڈھنگ ڈالتی کہ بے نکاح پڑھائے مبتلا جانے کا نام نہ لیتا۔ بیگم کے پاس یہ آج کا جانا مبتلا کے حق میں غضب ہو گیا اس کو میر تقی نے ایک حالت پر پایا اور انہوں نے اور عارف نے اس کو ٹھیل ٹھیل کر کچھ دوسرے کا یا آج وہ پھر اپنی جگہ پر عود کر آیا۔

انیسویں فصل۔ مبتلا اور عارف کا مباحثہ تعدد نکاح کے بارے میں

عارف نے اس خیال سے کہ اس کو اچھی طرح بطور خود غور کر لینے دو ایک ہفتے تک اُس کی خبر نہ لی پھر جو ملاقات ہوئی تو مبتلا کا تیور ہی بدلا ہوا تھا پوچھا کیوں صاحب تم نے کچھ سوچا غور کیا۔ مبتلا۔ جی ہاں دوسرے نکاح کی ٹھیل آئی ہو۔ عارف۔ (چونک کر)

تَسْتَطِيعُوْنَ اَنْ تَعْدُوْا اَبْنَیَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمْدِلُوْا اَكْلَ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا
 كَالْمُعَلَّقَةِ یعنی تم بہتیرا چاہو مگر تم سے یہ ہو ہی نہ سکیگا کہ عورتوں میں برابری کر کے
 پس سارے کے سارے بھی ایک طرف کو مت جھک جاؤ کہ اس بے چاری کو
 ادھر میں لٹکتا ہوا چھوڑ دو اب ان دونوں باتوں کو ملاؤ کہ برابری نہ کر سکو تو ایک
 کرو اور ہمارے کیے برابری ہو ہی نہ سکے گی۔ ایک شخص نے حال میں حرمت تحریر
 نکاح پر ایک کتاب لکھی ہو اس کے نزدیک ان دونوں آیتوں کے ملانے سے نتیجہ
 نکلتا ہے کہ اس ایک بی بی کرو۔ بتلا۔ ایسی ہی ایسی تفسیریں کہے کہ تو لوگوں کے دین میں خنہ ڈال
 ہیں پیغمبر صاحب اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور تمام بزرگان دین
 سب متعدد بیہیاں کرتے چلے آئے ہیں ان کو بھی یہ دونوں آیتیں معلوم تھیں اور
 قرآن کو بھی سب بہتر سمجھتے تھے اور ان کا تدبیر بھی بہت زیادہ تھا مگر کسی نے
 تعدد نکاح کی ممانعت کا نتیجہ نہیں نکالا اور وَلَوْ تَسْتَطِيعُوْنَ اَنْ تَعْدُوْا اَبْنَیَ النِّسَاءِ
 وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمْدِلُوْا اَكْلَ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ سے صاف معلوم ہوتا ہے
 کہ جس برابری کی نسبت ارشاد ہے کہ تم سے ہو ہی نہیں سکے گی وہ پوری پوری برابری
 ہو یعنی عدل حقیقی کیونکہ مطلق عدل سے قاعدے کے مطابق فرد کامل مراد یعنی
 ہوتی اور وہ نہیں ہو مگر عدل حقیقی اور اسی لئے فرمایا ہے کہ تم سے عدل حقیقی تو نہیں
 سکے گا تو ایسا بھی تو غضب مت کرو کہ ایک ہی طرف کے ہو رہو اور دوسری کو لٹکا
 رکھو کہ وہ بے چاری بیچ میں پڑی جھولا کرے اس سے معلوم ہوا کہ عدل حقیقی کے
 علاوہ کہ وہ اعلیٰ درجے کا عدل ہو اور انسان سے اس کا ہونا ممکن نہیں ایک ادنیٰ
 درجے کا عدل مجازی بھی ہے کہ انسان صرف ایک ہی کانہ ہو بلکہ دوسری کی بھی خبر گیری

کرتا رہے۔ چچا باوا کے رہتے میرے دل میں اس بات کا کھٹکا تھا کہ ایک نہ ایک دن ضرور مجھ کو لوکیں گے تو میں نے مولوی محمد فقیہ سے اس مسئلے کی خوب تحقیق کی تھی پیری سمجھ میں تو یوں آتا ہر کہ پہلی آیت **وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُعَدِّلُوا فَوَاحِشًا** میں عدل سے عدل مجازی مراد ہو کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہو کہ تم ادا نہ کرے گے کا عدل بھی نہ کر سکو گے اور بالکل ایک ہی کے ہو رہو گے تو ایسی صورت میں تم کو ایک ہی بی بی کرنی چاہیے اور اگر تعدد نکاح میں عدل حقیقی مشروط ہو تو فی الواقع جیسا آپ کہتے ہیں ممانعت یعنی تعلیق بالحال اور اگرچہ اس آیت میں بھی مطلق عدل ہو اور چاہیے کہ یہاں بھی عدل حقیقی مراد ہو مگر دوسری آیت **لَنْ تَسْتَطِيعُوا** قرینہ صارف موجود ہے اور اگر خدا کو تعدد نکاح کی ممانعت منظور ہوتی تو تعلیق بالحال کا پیرا یہ اختیار کرنا کیا ضرور تھا صاف صاف کہہ دیتا تھا کہ بس ایک بی بی کرو نہ یہ کہ اگر عدل حقیقی نہ کر سکو تو ایک کو کیونکہ یہ تو معلوم ہی تھا کہ عدل حقیقی مقدور نہیں۔ اگر **وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُعَدِّلُوا** سے ممانعت تعدد نکاح مراد ہو تو معاذ اللہ اس آیت کی ایسی مثال ہوگی کہ پوچھیں ناک کہاں ہو اور جواب میں باتیں کان سے شروع کر کے گڈی کی طرف سے داہنی جانب ہاتھ لاکر بتایا جائے کہ یہ ہے۔ عارف۔ اس میں شک نہیں کہ مولوی محمد فقیہ نے اس مسئلے کی اچھی تحقیقات کی اور تم نے جو کچھ سمجھا میرے نزدیک نہایت درست سمجھا مگر پیغمبر صاحب سے جو تم نے استشہاد کیا اُس کو میں نہیں مانتا یہ دونوں آیتیں عام مسلمانوں کے واسطے ہیں پیغمبر صاحب کے نکاح ان میں داخل نہیں پیغمبر صاحب کے لیے سوہنہ ہوا میں ایک پورا رکوع موجود ہے **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي فِي الْأَيْتِ أَجُورَهُنَّ** الخ پیغمبر صاحب کے لیے چار بیبیوں کی قید نہ تھی اور اگرچہ اُن حضرت

۴
 عارف کا مباحثہ
 تبار اور عارف کا مباحثہ
 فصل ۱۹
 محضات

ازواجِ طاہرات میں اپنی طرف سے عدل فرماتے تھے مگر خدائے اُن پر اس کو بھی لازم نہیں کیا تھا چنانچہ اُسی رکوع میں یہ آیت تَرْجَى مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَيُؤْتِ اِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ وَمَنْ اَتَّبَعْتَ يَمُنْ عَمَّا فَلَاحٌ حَافِظٌ عَلَيْكَ یعنی اپنی پیرویوں میں سے جس کو چاہو اپنے سے جدا رکھو اور جس کو چاہو اپنے پاس جگہ دو اور جس کو چاہو ہٹا کر پھر بتلاؤ تو تم پر کچھ گناہ نہیں اسی طرح پیغمبرِ صاحبِ کوبلا مہر بھی نکاح کر لینا جائز تھا اور یہ باتیں خصائصِ نبوی میں سے ہیں۔ اور کیا مصلحتیں پیغمبرِ صاحبِ کوبلا ذاتی معائنات میں مضمخ ہیں اس کی تفصیل ہو جس کے بیان کرنے کو بڑی فرصت چاہیے اسی طرح صحابہ وغیرہ سے بھی استہزاء کر نیکو میں درست نہیں سمجھتا۔ بتلا۔ از برائے خدا کہیں جلدی سے فرما بھی چکو کہ تعددِ نکاح کے مؤید ہو یا مخالف۔ عارف۔ سخت مخالف۔ بتلا۔ مذہباً یا عقلاً۔ عارف۔ یہ تو تم نے عجیب لغوبات پوچھی اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مذہب اور عقل دو چیزیں ہیں اور ممکن ہے کہ دونوں کی دوراہیں ہوں حالانکہ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ مذہب مخالف عقل باطل عقل مخالف مذہب گم راہ۔ بتلا۔ جس چپکے جواز کے لئے نص قرآنی موجود ہے اس سے آپ کو مخالفت کرنیکا سبب عارف۔ بات یہ ہے کہ شارع نے مردوں اور عورتوں کی معاشرت کے قاعدے ٹھیکر دیے ہیں نکاح اور مہر اور نفقہ اور طلاق اور خلع اور لعان اور ظہار اور رجعت اور رضاع وغیرہ جتنے معاملات ہیں سب کے واسطے احکام ہیں۔ اگر ان احکام کی پوری پوری تعمیل ہو تو کسی قوم اور کسی مذہب کے زن و شوہر میں اس سے بہتر معاشرت ہو سکتی مگر خرابی کیا کر پڑی ہے کہ ہندوستان کے مسلمان نے رسم اور مذہب دو چیزوں کو ملا کر اپنے طرزِ معاشرت کو آدھا تیترا اور آدھا بٹیر بنا لیا ہے مثلاً پردے سے چلو

بلاشبہ اسلام کا حکم ہے کہ بیبیاں پردہ کریں اور اس میں بھی شک نہیں کہ ایک پردے سے ہزار مفسدوں کا انسداد ہوتا ہے مگر جس سختی کے ساتھ ہم لوگوں نے پردے کو لازم کر لیا ہے افراتہ ہے حد شرع سے متجاوز پردہ نہیں ہے مگر قید اور قید جس قدر سخت اُسی قدر زیادہ نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی زندگانی کی کامیابی اور ناکامی کی راحت اور تکلیف خوشی اور ناخوشی اسی پر موقوف ہے۔ معاہدہ تو ایسا مہتمم بالشیان اور معاہدہ کرنے والے جن کو اس کا نباہ کرنا ہے اور جن پر اس معاہدے کا اثر مرتب ہوگا اُس سے بے تعلق کیوں کہ اکثر تو معاہدہ نکاح ایسی چھوٹی عمروں میں ہو جاتا ہے کہ فریقین میں سے کسی کو بھی اُس کے نتائج کے سمجھنے کی اہلیت نہیں ہوتی اور اگر شاذ و نادر ہوئی بھی ہے تو اظہارِ رائے کر کے بے شرم اور بے حیا اور بے غیرت اور منہ بولا گون کہلائے پس معاہدہ نکاح تو کرتے ہیں مثلاً زید اور سہندہ اور ایجاب و قبول کرتے ہیں اُن کے ولی۔ کھلم کھلا پوری آزادی تو نکاح کے معاملے میں مرد و عورت کسی کو بھی نہیں۔ رہ گئے دبے دبائے اشائے کناشے وہ بھی مردوں کیلئے بدنامی ہے اور عورتوں کے لیے فضیحت اور رسوائی۔ سب سے بڑا ظلم جو ہم نے اپنی عورتوں پر کر رکھا ہے یہ ہے کہ بیوہ کو دوسرا نکاح نہیں کرنے دیتے ہزارہا اللہ کی بندیاں ہیں کہ انہوں نے شوہر کا منہ تک نہیں دیکھا اور نصیبوں پر ایسے پتھر پڑے کہ رانڈ ہو گئیں ہندوؤں کی طرح سستی ہو کر ایک بار کا جل مرنا ساری عمر کے جلاپے سے ہزار درجے بہتر تھا مگر حرام موت سستی کیونکر ہوں۔ دنیا میں ناک کتنی ہے دوسرا نکاح کس طرح کریں غرض جیتی ہیں تو لطیف حیات نہیں اور مرنی ہیں تو اپنے اختیار کی بات نہیں۔ تو اس کا مطلب کیا نکلا کہ شارع نے جو حقوق عورتوں کو دیئے تھے وہ تو پورے پورے ہم نے

اُن کو لینے نہ دیئے اور اپنے حقوق میں سے رتی بھر چھوڑنا نہیں چاہتے تو جو نسبت
مرد اور عورت میں شارع کو رکھنی منظور تھی کیونکر باقی رہ سکتی ہو اور وہ نسبت کیا تھی
اس کے لینے میں تمہارے آگے قرآن کی دو آیتیں پڑھتا ہوں سورہ بقورہ
وَلَكُمْ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْكُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ يَعْنِي جیسے عورتوں
کی ذمہ داریاں ہیں ویسی ہی راست معاملگی کے ساتھ اُن کے حقوق بھی ہیں اور
مردوں کو عورتوں پر برتری ہو۔ پھر سورہ نسا میں ہُوَ خَالِقُكُمْ وَهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ
فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكُنَّ حُوشًا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا عورتوں سے راست
معاملگی کے ساتھ برتاؤ کرو پس اگر وہ تم کو بھلی نہ لگیں تو عجب نہیں تم کو ایک چیز بھلی
نہ لگے اور خدا اُس میں بہت سی بہتری کر دے۔ اب فرمائیے کہ تعدد نکاح جائز
ہے یا نا جائز۔ مبتلا۔ میں تو مذہب کا کوئی بڑا محقق نہیں مگر اسی طرح جو روئیں اگر زبردستی
ہمارے گلے مڑھی جائیں گی تو جو حالت آپ نے بیوہ عورتوں کی بیان کی اُس سے بڑے
ہماری ہوگی۔ بیوہ عورت کو تو خیر صبر کرنے کیلئے ایک بات بھی ہو کہ شوہر نہیں ہو نہ یہی
یہ کیا مصیبت ہے کہ ایک عورت کو آنکھ بھر کر دیکھنے کو جی نہیں چاہتا بات کر نہ کی طرف
طبیعت رغبت نہیں کرتی اور آپ کہتے ہیں کہ زبردستی اُس کے ساتھ عاشقی کرو اگر
خدا کے یہاں اسی ہی ہیکڑی ہو تو اُس کو اختیار ہو ورنہ میں ڈالے جہنم میں جھونکے
بندگی و بے چارگی مگر میں تو آپ سے صاف صاف کہتا ہوں کہ اسی مجبورانہ عاشقی مجھ سے
ہوئی ہو نہ ہوگی۔ عارف۔ بلاشبہ تم مغلوبِ طبیعت ہو رہے ہو اور جب تک تمہاری
یہ حالت رہے گی حقیقت میں تم سے خلافِ طبیعت کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ مبتلا۔
اسی میں تو میں آپ سے مدد چاہتا تھا کہ طبیعت پر غالب آنے کی کوئی تدبیر بتائیے۔ عارف

جو تدبیر مجھ کو معلوم تھی اور معلوم کیا تھی وہی ایک تدبیر ہے میں نے تو اُس کے بتانے میں
 دریغ نہیں کیا۔ پھر بھر تک تمہارے ساتھ اپنا مغز خالی کیا تم لا جواب ہوئے اور
 چلتے چلتے تم سے کہتا گیا کہ تم ان تمام باتوں کو فرصت سے سوچنا اور موجباتِ ترغیب کے
 پاس نہ جانا۔ تم یوں سمجھو کہ حسن پرستی مرض ہو سوچنا دو اور موجباتِ ترغیب کے دور
 رہنا پرہیز بھائی مرض جہانی بھی اگر مرض نہ ہوتا تو اس سے جلد صحت نہیں ہوتی
 اور بعض صورتوں میں برسوں علاج اور ساری عمر کے لیے پرہیز کرنا پڑتا ہے یہی حال
 ہے امراضِ روحانی کا جن کا دوسرا نام ہے بُری لت۔ بدعادت۔ تمہارا علاج تمہارا
 ہی ہاتھ میں ہو کر دو تو تم اور نہ کرو تو تم۔ مبتلا۔ آپ تو تعددِ نکاح میں چند در چند طرح کے
 خدشات پیدا کرتے ہیں اور بزرگانِ دین میں کوئی بھی اس سے خالی نہ کھتا۔ عارف
 جب ایک بات کی صراحت ہم کتابِ مثنوی میں پاتے ہیں تو ہم کو کسی بزرگ کے قول و
 فعل پر نظر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ایک۔ اور دوسرے معاملات ہیں شخصی جب تک
 کسی کی طبیعت کیفیتِ حالت ضرورت کا کچھ حال معلوم نہ ہو ہم بھلی یا بُری کوئی رائے ظاہر
 ہی نہیں کر سکتے اور سب سے بڑی بات تو یہ ہو کہ جو لوگ اپنے لیے اس آزادی کو عمل
 میں لاتے تھے وہ عورتوں کی آزادی میں بھی مضائقہ نہیں کرتے تھے ہماری طرح
 اُن کا معاہدہ نکاح مرنے بھرنے کا معاہدہ نہ کھاتا اور اسی ناموافقیت ہوئی مرد نے
 طلاق دے دی یا عورت نے خلع کر لیا۔ تھوڑے تھوڑے مہر ہوتے تھے اُن کو معاہدہ
 نکاح کا فتح کر دینا ایک بات تھی نہ طلاق کا عیب نہ دوسرے نکاح کی عار تو اُن کی آزادی
 حق بجانب ہم کیا اُن کی ریں کر سکتے ہیں کہ ہماری بیبیاں کونڈیوں سے بڑھ کر بے اختیار
 دائمِ اجس ناک چوٹی گرفتار اور پھر تعددِ نکاح سے جو بے لطفیاں اور بد مزگیاں

خانہ داری میں پیدا ہوتی ہیں ہم دیکھتے ہیں تو بزرگانِ دین کو بھی اس سے نجات نہ تھی اُتھات المؤمنین یعنی پیغمبر صاحب کی ازواج طاہرات میں باوجودے کہ دنیا کے عیش و آرام کسی کو میر نہ تھے تاہم فقر و فاقے میں بھی باہم ویسے ہی محاسبات تھے جیسے سوکنوں میں ہوتے ہیں اور ہونے چاہئیں سنی شیعہ کا لفرقہ جو تم دیکھتے ہو کہ دونوں گروہوں کا خدا ایک رسول ایک قرآن ایک اور پھر آپس میں اس رُجے کی عداوت اگر سچ پوچھو تو متفرع ہی ان ہی محاسبات پر حضرت پیغمبر صاحب کی سب سے پہلی بی بی حضرت خدیجۃ الکبریٰ جن کے بطن پاک سے حضرت فاطمۃ الزہراء پیدا ہوئیں۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پاس اُن کے پہلے شوہر کا بڑا سرمایہ تھا جس کو انہوں نے تجارت میں لگا رکھا تھا اُن کو ضرورت تھی ایک دیانت دار اور ہوشیار کارنسے کی انہوں نے (بعثت سے بہت پہلے کا مذکور ہی) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت امانت راست بازی کا حال سُنکر اُن کو اپنی تجارت کے کام میں لگایا اللہ نے حضرت کی نیک نیتی سے تجارت میں بڑی برکت دی۔ حضرت خدیجہؓ نے حن کارگزاری سے خوش ہو کر اُن کے ساتھ نواحِ پُرحالیا آس نکاح کی وجہ سے جو لوگ بڑے دنیا دار تھے البتہ حضرت کی زیادہ وقعت کرنے لگے پھر جب حضرت کا زمانہ بعثت نزدیک آیا تو خوارقِ عادت پیش آنے لگے کبھی آسمان پر فرشتوں کو دیکھتے کبھی درخت اُن کو سلام کرتے کبھی غیب سے آواز آتی۔ ان واقعات کو دیکھ کر اُسے اور حضرت خدیجہؓ پر اس تمام حقیقت کو ظاہر کیا حضرت خدیجہؓ تھیں بڑی باخدا بی بی۔ اور اُن کے گھر میں صحیفہ انبیاء اور تورات کی تلاوت کا بڑا چرچا تھا انہوں نے سُنکر حضرت کی بڑی تسلی کی کہ تم خدا ترس آدمی ہو بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں پر رحم اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرتے ہو ایسا

تو نہیں ہو سکتا کہ خدائے جیسے آدمی کو ضائع کرے اور حضرت کو اپنے بھائی کے پاس لے گئیں جو تو نرات کے بڑے عالم تھے پیغمبر آخر الزماں کی پیشین گوئیاں تو آسمانی کتابوں میں موجود ہی تھیں اور لوگ دن گن رہے تھے انہوں نے جو حضرت کو دیکھا اور ان کی ساری حقیقت سنی تو پہچان گئے اور صاف کہہ دیا کہ آپ پیغمبر ہونے والے ہیں۔

جب تک حضرت خدیجہ زندہ رہیں پیغمبر صاحب نے دوسرے نکاح کا قصد تک بھی تو نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد پیغمبر صاحب نے متعدد وسیلے کیے جن میں سب سے زیادہ عزیز اور سربہ آوردہ حضرت ابوبکر کی بیٹی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ تھیں۔ رشتے میں ماں اور عمر میں حضرت فاطمہ سے بھی چھوٹی ہیں انکار کرنا بدہمتیے انکار کرنا اور واقعات کا جھٹلانا ہے کہ حضرت عائشہ کا تعزیت تمام ازواج طاہرات پر شاق تھا اور اسی طرح حضرت فاطمہ پر بھی جو اپنے تئیں اپنی والدہ حضرت خدیجہ کی جگہ سمجھتی تھیں اور جن کو پیغمبر صاحب کا معاملہ اپنی والدہ کے ساتھ اپنے کانوں کا سنا اور آنکھوں کا دیکھا سب یاد تھا۔ یہ بی بی الاصل سنی اور شیعہ کی بنیاد۔ جنہوں نے یہ سمجھا کہ پیغمبر صاحب کو دنیا میں حضرت فاطمہ کے سوا کسی کے ساتھ کچھ اُس نہ تھا وہ شیعہ ہو گئے باقاعدہ یعنی تفصیلی اور نصیری اور کیا اور کیا خراج ٹوٹ کر سیمپوں کی طرف داری کرنے لگے۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ بی بی بی بی کی جگہ۔ اور بی بی بی کی جگہ۔ یہاں تک درست ہے۔ مگر آگے چل کر انکار کرنے لگتے ہیں۔ کہ خاندان نبوت میں کسی کو کسی سے کسی طرح کا ملال نہ تھا بس سنیوں کی یہ بات دل کو نہیں لگتی تیس بھی سنی ہوں۔ مگر میرے نزدیک پھوٹا اور نا اتفاقی بے شک تھی تاہم اس سے ان بزرگوں کی مذہبی شان میں کچھ بھی فرق نہیں آتا یہ تقاضائے

بشریت ہے اور کیوں کسی کی دینداری میں بشریت بٹانے لگے گا جب کہ پیغمبر صاحب نے اپنی شان میں فرمایا ہوا **أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ** اِکے میں بھی تو تم جیسا بشر ہوں فرق صرف اتنا ہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ غرض اس طویل مقال سے یہ ہے کہ جو بے لطفیاں تعدد نکاح کو لازم ہیں خاندان نبوت بھی اُن سے محفوظ نہیں ہا دوسرا کس گنتی میں ہو۔ بتلا۔ اب بھی مجھ کو کون لطف حاصل ہو۔ عارف۔ تم آگ کے جلے ہوئے کو سینکے ہو یعنی ایک بے لطفی کو دوسری بے لطفی سے دبا نا چاہتے ہو مگر ممکن ہے کہ یہ دوسری بے لطفی آخر میں اس پہلی بے لطفی سے زیادہ شاق ہو۔ بتلا۔ اُس وقت جیسا موقع ہوگا دیکھا جائیگا میں ابھی سے فکر مستقبل کر کے اپنی زندگی کو کیوں تلخ کروں۔ عارف۔ تو اب حقیقت میں میری تمہاری ملاقات لا حاصل ہو مگر میں اتنا کہہ دیتا ہوں کہ تم اپنے حق میں اچھا نہیں کرتے افسوس ہے کہ تم نے مجھ کو جناب میر تقی صاحب سے شرمندہ کیا یہ کہہ کر عارف بجمال نارضا مندی اٹھ کر چلا گیا۔

فصل بیسویں بتلا کا دوسرا نکل اور اُس کی دوسری بی بی ہیرالی کا ماما بن کر گھر میں اخل ہونا اور نکالا جانا اور پھر واخل ہونا

بتلا کے سر پر اُن دنوں ایسا جن سوار تھا کہ اُس کی عقل ہی ٹھکانے نہ تھی۔ عارف سے پیچھا چھڑا وہ پھر بیگم کے گھٹنے سے جا لگا وہ تو پہلے ہی سے اس کے لیے جال پھیلا بیٹھی تھی جانا تھا کہ اس پر چھا گئی بیگم بالطبع زیادہ تر اس بات کی طرف راغب تھی کہ بتلا آشنائی کے طور پر اُس کو گھر میں ڈال لے مگر میر تقی اور عارف کی تعلیم کا بتلا پر اتنا اثر ہوا کہ اُس نے نکل بیگم کے ساتھ تعلق رکھنے کو پسند نہ کیا پاس تھی مسجد

دو طالب علموں کو بلا بھیجا نکاح پڑھا جانے لگا مہر میں اختلاف مبتلا نے چاہا مہر شرع
 محمدی بیگم نے کہا جو غیرت بیگم کا مہر وہ میرا مہر جیسی نکاحی بی بی وہ ویسی نکاحی بی بی میں
 دیر تک اس میں تکرار ہوتی رہی آخر مولوی صاحب جو نکاح پڑھاتے تھے لڑے
 جانے دو مہر مثل رکھو۔ مبتلا تو نیم راضی ہو چلا تھا مگر بیگم مہر مثل کے نام سے جھپٹتی
 تھی کیونکہ سارے خاندان میں کبھی کسی کا نکاح ہوا ہو تو مہر مثل ہو دو اوی اور پھوپھیاں
 ساری عمر خیرچیاں کما تی رہیں مہر مثل آئے تو کہاں سے آئے ناچار مہر شرع محمدی
 ماننا پڑا اور بات یہ بتانی کہ وہ بھی کیا بی بی ہے جو میاں پر مہر کا دباؤ ڈال کر گھر کے
 ہم تو بڑا مہر مرد کے دل کو سمجھتے ہیں دل مٹھی میں آیا تو جانو سب کچھ بھر پاپا۔ وہ کیا
 غضب کے دو انچھے تھے کہ ادھر ٹپھے گئے اور اُدھر فکروں نے آگھیرا۔ بیگم نے
 نکاح کے بعد پہلی بات جو کی وہ یہ تھی کہ یہ مکان جس میں میں رہتی ہوں تم کو معلوم
 ہے کہ کرائے کا ہے اور جتنا ساز و سامان تم یہاں دیکھتے ہو یہاں تک کہ میرے
 ہاتھ کان کا گھنا اور گلے کے کپڑے کوئی چیز میری نہیں۔ میری سگی خالہ میرے
 ساتھ ہیں یہ سب انکا مال ہے اُن کی ہر گز مرضی نہ تھی کہ میں نکاح کروں اب جو میں
 نے اُن کو ناراض کر کے کیا ہے تو ادھر کی دنیا اگر ادھر ہو جائے خالہ بندی میرے
 پاس ٹھیکے لگوالی نہیں اور مجھ کو اس وقت کہیں لے چلتے ہو تو میں طیار ہوں
 اپنی آب رو کا پاس کر کے گھنا کپڑا تم بہتیرا پہناؤ گے اور میں پہنوں گی مگر لے چلنا
 ہے تو مجھ کو اپنے یہاں کے کپڑے پہنا کر لے چلو اور دو چار دن کیلئے یہاں ٹھہر نیکی
 صلاح ہے تو جا کر خالہ سے اجازت لو میں ان کے سامنے نہیں جاسکتی۔ مبتلا نکاح
 کیلئے تو بڑا مستعجل تھا مگر احمق نے پہلے سے اتنا بھی تو نہ سوچا کہ کہاں دوسری بی بی کو کیا

رکھوں گا اور کیونکر اس نئے گھر کا انتظام ہوگا۔ اب جو ذوق اُس کو معلوم ہوا کہ بیگم بڑے سامان محض بہیک بینی و دو گوش اس کے سر پر پی تو بہت سٹ پٹایا اور جتنا اختلاط وہ معمولی ملاقاتوں میں کر لیا کرتا تھا طبیعت کو اُس کے لیے بھی حاضر نہ پایا۔ حقیقت تھی اُس خواہش کی جس کے پیچھے مبتلا اس قدر دیوانہ بن رہا تھا کہ دنیا اور دین کچھ اُس کو نہیں سوچتا تھا اب ایک ذرا سا تردد پیش آگیا تو کہیں اُس خواہش کا پتہ نہ تھا۔ میسٹری اور عارف اُس کو یہی تو سمجھاتے تھے کہ کس فکر خسیں میں پڑے ہو فکر کرنے کی باتیں دوسری ہیں عمدہ۔ اونچی اور ضروری اگر اُن میں دل لگاؤ تو اس فکر بیہودہ سے نجات پاؤ۔ بیگم پر اپنی در ماندگی ظاہر کرتے ہوئے تو اُس کو شرم آتی آخر وہ یہ کہہ کر اٹھ آیا کہ ابھی تھوڑی دیر میں بندوبست کر کے تم کو لے چلتا ہوں طیارہ ہو۔ ایک بات یہ بھی اکثر دیکھنے میں آئی کہ آوارہ اور عیاش مزاج لوگ دھوکا دینے میں بڑے چالاک ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ خود ہمیشہ تخیل مشق مخالطات رہتے ہیں مبتلا کو بھی عین وقت پر غضب کی سوچتی تھی جس وقت تک وہ بیگم کے پاس بیٹھا رہا کوئی بات اُس کے ذہن میں نہ تھی اٹھ کر باہر آنا تھا کہ اُس نے اپنے دل میں کہا بیگم کو اپنے ہی مکان میں بلکہ زنان خانہ میں بلکہ غیرت بیگم کے ساتھ رکھنا ٹھیک معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ بات چھپنے والی تو ہے نہیں آخر کبھی نہ کبھی کھلے گی ضرور پس جو کچھ ہونا ہے وہ پرسوں کا ہوتا گل اور گل کا آج ہو چکے یہ دل میں ٹھکان دہ گھر کی طرف چلا آ رہا تھا کہ راہ میں اُس کو اپنے گھر کی دو عورتیں ملیں۔ ماما۔ ماما کے ساتھ آتا۔ انا کی گود میں مبتلا کی دودھ پیتی ہوئی دس گیارہ مہینہ کی ننھی بچی۔ چور کی ڈاڑھی میں تنکا مبتلا تو سمجھا کہ غیرت بیگم کو نکاح کی خبر ہو گئی اور سننے کے

ساتھ ہی شاید ناظر کے گھر چلی گئیں اور یہ عورتیں سچھے سے جا رہی ہیں گھر آکر پوچھا یا ما
بولی ننھی ننھی کا جی دس بارہ دن سے ایسا ماندہ ہو رہا ہے کہ بخار کسی وقت نہیں اترتا
کل شام سے مطلق آنکھ نہیں کھولی۔ اب کے ایسی بھاری نظر ہوئی ہے کہ دوپہر سے
دودھ بھی مٹنے میں نہیں لیتیں۔ متوکل شاہ صاحب کے پاس دم کراتے لائے جاتے
ہیں۔ بتلا سے اور ایک ڈاکٹر سے بہت ملاقات تھی۔ بتلا لڑکی کو ڈاکٹر کے پاس
لے گیا اُس نے دیکھ کر کہا بچا بڑے زور کا ہے مگر کچھ گھبرانے کی وجہ نہیں نکلیاں
پھول رہی ہیں میں سوڑھا کھولے دیتا ہوں اور شیشی ایک بیج دینا عرق دو گنا گھنٹے
گھنٹے بعد ایک ایک چمچ پلانا لینا اگر تپ اتر جائیگی اور دودھ تو خدائے چاہا لڑکی ابھی
پینے لگے گی سوڑھے کی تکلیف کے مارے مرنے نہیں چلا سکتی یہ کہہ کر شہر نکال سوڑھا
کھول دیا اتنا لے پیٹھ موڑ کر دودھ لگایا تو غٹ غٹ پینے کی آواز آنے لگی سب لوگ
خوشی خوشی گھر واپس آئے جب مردانے میں پہنچے تو بتلا نے لڑکی کو آپ لے لیا
یہ تو خیر لڑکی تھی۔ اس سے بڑا لڑکا معصوم ساڑھے تین برس کا ہوا اس بلا کی باتیں
جیسے بنگالے کی مینا اور اسی پیاری صورت کہ کوئی راہ چلتا بھی دیکھتا تو گود میں اٹھا
لیتا بتلا نے کبھی بھول کر بھی آنکھ اٹھا کر اُس کی طرف کو نہ دیکھا بلکہ وہ سمجھتا تھا کہ
گود میں لیتے ہوئے جو گھر میں گھسا غنیمت بیگم تو دیکھتے ہی ریجھ گئی۔ اور بیٹی کو
لینے کے لیے دوڑی اور لگی پوچھنے کہ میں نے تو اس کو دم کروانے کیلئے
بھیجا تھا کیا تم اس کو الٹا پھر والا تے۔ بتلا تم کو خبر بھی ہے اس کی کچلیاں نکل رہی
ہیں اور کچلیوں کا تو معمول ہے کہ بچے کو کچلا کر کے بڑی مشکل سے نکالتی ہیں میں اسکو

ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا اس نے نشتر سے اس کا سوڑھا کھول دیا ہر اور بخار کیلئے عرق دینے کو کہا ہے شیشی بھیج دو ماما جا کر عرق لے آئے خدا نے چاہا آج ہی رات کو بخار بھی اتر جائے گا اور کچلی کو تو سمجھو غل آئی غیرت بیگم۔ اے ہنے کیا سوڑھے کو چیرا لگایا ہو۔ مبتلا۔ کچھ خوف کی بات نہیں اتنا سے پوچھو کہ لڑکی کو خبر تک بھی نہیں پڑی اسی وقت تو اس نے خاصی طرح دو دھپیا۔ ڈاکٹر کہتا تھا کہ جب دانت نکلنے کو ہوتا ہے تو سوڑھا پہلے سے مزار پڑ جاتا ہے اس وجہ سے تکلیف نہیں ہوتی کچھ خدا کو بہتری کرنی تھی کہ عین وقت پر تدبیر ہو گئی ورنہ آج رات بھر میں معلوم نہیں کیا ہو جاتا۔ غیرت بیگم نے لڑکی کا منہ کھول کر دیکھا تو اتنی ہی دیر میں بخار بھی کسی قدر ہلکا ہو گیا تھا اور صورت بھی ہوشیار تھی پکارا بہول بہول۔ تو ماں کی آواز پہچان کر آنکھیں کھول دیں اور دیکھ کر مسکرائی بھی ماں نے پیار کر کے اتان کی گود میں دیا تو پھر دودھ پیا یہ دیکھ کر غیرت بیگم بولی کہ ننھے بچوں کی یہی تو بڑی مصیبت ہے کہ آپ تو منہ سے کچھ کہہ نہیں سکتے اوپر دالوں کو کیونکر معلوم ہو کہ ان کو کس بات کی ایذا ہے۔ آنکھوں کا نہ کھولنا اور ڈر ڈر کر اچھل اچھل پڑنا اور تہیلیوں میں بساندی بساندی بوکا آنا ان باتوں کو دیکھ کر یہاں تو سب لوگ یہی کہتے تھے کہ نظر ہو گئی ہو۔ مبتلا۔ ڈاکٹر نے دیکھنے سے پہلے زبانی حال سن کر کہہ دیا تھا کہ کوئی دانت نکل رہا ہو گا پھر جو منہ کھول کر دیکھا تو حقیقت میں دور سے کچلی صاف جھلک رہی تھی غیرت بیگم۔ گھر میں کوئی بڑا بوڑھا ہو تو ان باتوں کا دھیان رکھے بچے ذرا ماندے پڑتے ہیں تو میرے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے لو اب مغرب کی اذان یا تو ہو چکی ہو گی یا ہو رہی ہو گی لڑکی کے جھکڑ میں کھانے کا بھی تو کچھ بندوبست نہیں ہوا گوشت کا تو اب وقت

نہیں رہا کہ تو خاگینہ پکوالوں۔ بتلا۔ جو تمہارے جی میں آئے پکواؤ مگر خدا کیلئے کوئی
 سلیقہ مند عورت ضرور رکھو غیرت بیگم۔ اماؤں کا تو ہمارے شہر میں ایسا توڑا ہے کہ دوا
 کیلئے بھی میسر نہیں جو عورتیں اس کام کی ہیں مزے میں گھر بیٹھے گولے کناریاں
 بنتی یا سلائی کا سیتی ہیں نوکری پرانی تابع داری کرے ان کی بلا اور جن سے یہ
 کام ہو نہیں سکتا انہوں نے سر پڑا لا بقیع اور جد بھر کو نہ اٹھا چل کھڑی ہوئیں
 پہرچھے گھڑی بھیک مانگی لدی پھندی گھر لوٹ آئیں۔ بتلا۔ لیکن میرے نزدیک
 تم کو ماما کی نہیں بلکہ ایسی عورت کی ضرورت ہے جو بال بچوں کی خبر گیری کرے وقت
 پر ان کا ہاتھ منہ دھلائے کھانا کھلائے کپڑے پہنائے گھر کی چیز بست دھرے
 اکٹھا ئے۔ غرض داروغہ کی طرح گھر کے ساڑے انتظام کی نگہ رانی کرے تمکو آسائش
 پہنچا ئے۔ غیرت بیگم۔ تم ہی کوئی اس طرح کی عورت ڈھونڈ کر نہیں لا دیتے بتلا۔
 لا دوں تو رکھو گی اور کیا تنخواہ دو گی۔ غیرت بیگم۔ ضرور رکھوں گی اور تنخواہ پانچ روپے
 اور کھانا کپڑا۔ بتلا۔ خیر۔ اتنی ہی تنخواہ دینا مگر خاطر داری سے رکھنا۔ لکھنؤ کی ایک
 عورت ہے خدا جانے کس تباہی میں آکر یہاں چلی آئی ہو اگر بھٹیا پرانا ایک چوڑا کپڑا
 دو تو میں پہنا کر ابھی اُس کو لے آؤں۔ غیرت بیگم نے جلدی سے گھٹھری کھول ایک
 جوڑا کپڑا نکال میاں کے حوالے کیا۔ بتلا کپڑے لے بیگم پاس پہنچا اور اس کو سمجھا
 کہ اس طور پر میں نے تمہارے گھر لے چلنے کی راہ نکالی ہو۔ مجھے اپنی بی بی کا حال معلوم
 ہو وہ یہی نہیں کہ صورت کی اچھی نہیں بلکہ اس میں عقل کی بھی کوتاہی ہو صورت تو
 خیر۔ تم خود چل کر دیکھ لو گی مگر عقل کی کوتاہی اسی سے ظاہر ہے کہ اُس نے عورت کے
 لانے کی فرمائش کی بھی تو مجھ سے پس تم کو چند روزا بے عزتی کا تحمل کرنا پڑے گا۔

اس کے بعد مجھے کامل یقین ہو کہ تم گھروالی ہو گی اور وہ رہے گی تو تمہاری خدمت کرے گی یا اپنے بیگم کے چلی جائیگی۔ غرض غیرت بیگم کا اتارن بہن معزز ماما یا داروغہ کا بھیس بنا بیگم بتلا کے گھر جا داخل ہوئی بھلے مانوں کی بہو بیٹیوں کی طرح دبی تھکی سگڑی سہمی بتلا کو تو اتنی جرأت نہ ہو سکی کہ خود لے جا کر غیرت بیگم سے ملا دیتا۔ دروازے کے اندر کراتنا پکار دیا لو صاحب یہ داروغہ جی آتی ہیں اور آپ مردانے میں جا بیٹھا۔ بیگم نے اپنے تئیں سنبھالا بہت مگر وہ جس قدر اپنے تئیں چھپاتی تھی اسی قدر اُس کا چہرہ فافا ہوتا جاتا تھا۔ آئی تو نوکری کے نام سے اور عورتوں میں بیٹھی دُلمنوں کی طرح گھونگٹ نکال کر بات کا کھتا وقت غیرت بیگم نے کہا ذرا روشنی قریب لاؤ تو لان کی صورت اچھی طرح نظر آئے جو غیرت بیگم نے زبردستی اُس کا منہ کھولا دیکھتی کیا ہے کہ ایک عورت ہے جو ان ماتھے پر افشاں چھنی ہوئی پٹیاں جبی ہوئی اُٹے بل کی چوٹی اور اس میں چنپا کاموباف کانوں میں چنبیلی کی کلیاں آنکھوں میں دھواں دھار سر مہ مٹی کی دھڑی اور دھڑی پر لکھا ہاتھ پاؤں میں منہدی دور سے خوشبو پڑی مہک رہی ہے غیرت بیگم دیکھتے کے ساتھ اس طرح ڈر کر پیچھے کو ہٹتی کہ جیسے کوئی بچہ سیپا سے بھاگتا ہے اور لگی کہنے اوٹی بیوی یہ ماما کس قسم کی یہ تو کوئی نامراد کچنی ہے۔ پھر تو ہم سائے تاک کی عورتیں گھر میں آ بھریں اور سب نے ملکر بیگم کا ایسا برا بھڑا کیا کہ کوئی دوپٹا اتارے لیٹے جاتا ہے کوئی چھپے سے چوٹی گھسیٹ رہا ہے۔ اگر ذرا بھی بیگم وہاں اُور رہے تو لڑکیاں اُس کی بوٹیاں نوچ کر کھا جائیں مگر کسی رحم دل بی بی نے اُس کا ہاتھ پکڑ باہر ڈیوڑھی میں لے جا کر چھوڑ دیا اور کہا بیوی بتو جد سے آئی ہو ادھر ہی کو چلی جا وہ تو گھروالی دل کی بڑی نیک ہے کوئی اُور سری کی ہوتی تو

بے ناک چوٹی کاٹے نہ رہتی۔ بتلا ڈیوڑھی کے بازو سے نگاہ سب تماشا دیکھ رہا تھا۔ کچھ ہنسی کچھ غصہ بیگم کو دیکھتے ہی بولا واہ اچھی اپنی گت کرائی باوجود یکہ میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ میں تم کو نوکری کے حیلے سے لیتے چلتا ہوں پھر تم کو ایسا بن سنو کر آنا اور اتنا لمبا چوڑا پردہ لگانا کیا ضرور تھا سیدھے سمجھا ڈھچکی آئی ہو تیس نہ کسی کو شبہ ہوتا اور نہ چراغ لے لے کر کوئی تمہارا منہ دیکھتا خیر اب ذرا کی ذرا میں ٹھیر و پھر میں تمہاری ٹپس جھاتا ہوں مگر دیکھو خبردار کوئی ایسی بات نہ کرنا جس سے لوگوں کو میرے تمہارے لگاؤ کا شبہ ہو۔ بتلا نے گھر کے اندر پاؤں رکھتے ہی پوچھا لڑکی کا کیا حال ہے۔ اتا بولی اب تو اللہ کا فضل ہو دو بار عرق پلایا اس قدر پسینا آیا کہ شام سے تین گرتے بدل چکی ہوں۔ بتلا بس انشاء اللہ اب بخار گیا۔ مارے احمد اللہ بچ گئیں ربوی کی طرف مخاطب ہو کر لاڈ صاحب کھانا طیار ہو تو منگو اوڈ متر خوان بچھا عادی کے مطابق میاں بی بی کھانا کھانے بیٹھے تو بتلا نے پوچھا کیوں صاحب وہ عورت آئی تھی۔ غیرت بیگم۔ واہ۔ چوری اور سرزوری آج کو بڑے ماموں جان زندہ ہوتے تو اُلٹے اُسترے سے مردار کا سر منڈوا کر بھی بس نہ کرتے اور تم کو تو اپنی لاج کا لحاظ پاس آج کیا برسوں سے نہیں بڑے ماموں جان کی زندگی تک چوری چھپے کرتے تھے وہ مرے تم کھل کھیلے۔ مردانہ مکان تو مدتوں سے کنچنیوں کا چمکے ہو رہا ہے ایک زنا نہ مکان بچا تھا سو میں خوب جانتی ہوں کہ تم اس کی تاک میں لگے ہو مگر جب تاک میں جیتی بیٹھی ہوں دیکھوں تو کون رستم کی جینی میری ڈیوڑھی کے اندر پاؤں رکھتی ہے اپنا اُس کا خون ایک کردوں تو سہی۔ بتلا۔ بے وجہ بے سبب تم اس قدر کیوں گرم ہوتی ہو بھلا اتنا تو سمجھو اگر وہ کنچنی ہوتی اور فرض کرو کہ مجھے

اُس کو بلکنا منظور ہوتا تو مردانہ ہوتے ساتے مجھ کو اُس کے گھر میں لانے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک۔ اور دوسرے خدا عقل دے تو سمجھنے کے لیے ایک موٹی بات یہ ہے کہ تمہارے مانگے کے کپڑے ٹہپنکر کیوں آتی غیرت بیگم۔ کپڑا اور گہنا تو بے شک اس کے پاس نہ تھا مگر سر سے پاؤں تک چوتھی کی دُھن معلوم ہوتی تھی۔ مبتلا۔ تم کو چاہیے تھا کہ مجھ کو بلا کر پوچھتیں اگر میں تمہاری تنقید نہ کر سکتا تب بھی اُس بے چاری کا کیا قصور تھا مجھ پر جتنا چاہتیں تھا ہولیتیں۔ بات یہ ہے کہ حقیقت میں وہ آج شاموں شام تک کنجی تھی مگر میں اس کو ایک مد سے جانتا ہوں ہمیشہ یہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ مجھ کو اس پیشے سے سخت نفرت ہے اگر کہیں میری روٹی کا ٹھکانا لگ جائے تو میں تائب ہو جاؤں جب تم نے نوکر رکھنے کا وعدہ کیا تو میں نے اُس کو زبان دی اور وہ ارادے کی ایسی پختی اور سچی تھی کہ فوراً میرے ساتھ ہوئی اور پھر کس طرح پر کہ گہنا اور پاتا اور کپڑا اور لٹا اور ساز و سامان یعنی بھرا بھرا یا گھر سب کو لات مار کر جس طرح بیٹھی تھی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے بے شک جھک مارا اور میرا بال بال خدکا کا اور تمہارا گندگا رہی مگر جس دن سے چچا باوا الشریف لائے تم میری کوئی ایک بات بتاؤ اور یوں اگر تمہارے مذہب میں تو بہ کچھ چیز نہیں اور ناحق بدگمان رہو تو تمہاری خوشی تھی تم نے چند روز تو اس بے چاری عزیز کو رکھ کر دیکھا ہوتا جو شخص آٹھوں پہر آنکھوں کے سامنے رہے اُس کا حال آج نہیں توکل اور کل نہیں تو پر سول ضرور کھلے گا پر کھلے گا۔ نوکر سریش نہیں ہر کہ چٹ جائے مرضی ہوئی رکھا مرضی نہ ہوئی نہ رکھا مگر چونکہ میرا قدم در میان میں ہر میں تم سے بات کہوں صفا یوں بے خطا بے قصور تو میں اس کو اُدھر میں نہیں چھوڑ سکتا تم ہی بتاؤ کہ لے جائے

تو کہاں جائے۔ غیرت بلیم۔ ابھی کچھ ماں نا کر لے نہیں پانی کہ بتلا نے کہا جاما جا باہر
 ہریالی ایک عورت کھڑی ہے اس کو بتلا اور کام کاج میں اس سے مدد لیا کر غرض
 ہریالی نکالی جا کر پھر آمو جو دہوئی۔ رات گئی تھی زیادہ لوگ کھانا کھاپی کر اپنی اپنی جگہ
 سو سلا رہے ہریالی بھی تخت پر بے تکیے بے بچھوٹے ناماؤں میں سوئی صبح کو جواٹھ
 تو پھر لوگوں نے ہریالی کو گھورنا شروع کیا مگر اب اس کا سنگار ہو گیا تھا باسی اور
 تمام شب کی بد خوابی اور زحمت کی تھکان سے اس کا جو بن بھی بندھا ہوا تھا لوگوں
 نے کچھ بہت اس کا پیچھا نہیں کیا۔ اس میں شب نہیں کہ گھر میں ایک منتظم عورت
 کی سخت ضرورت تھی اور یہی ضرورت ہریالی کے پاؤں جم جانے کا سبب ہوئی
 ہریالی نے جو صبح سویرے اٹھ کر دیکھا تو تمام اسباب مولی کا جر کی طرح سارے
 گھر میں پھیلا پڑا ہے اس نے خود کھڑے ہو کر جہاں جہاں فرش تھا اٹھوا کر والاٹھ
 میں کوٹھڑیوں میں صحنچوں میں دروں میں بادورچی خانے میں یہاں تک ڈیڑھی
 میں جھاڑو دلوئی ٹوکروں نہیں چھکڑوں کوڑا نکلا اور بہت سی گرمی پڑی چریں
 ملیں جن کو ڈھونڈ ڈھونڈ صبر کر کے بیٹھ رہے تھے اور سمجھ لیا تھا کہ کھوئی گئیں بیٹی
 کی نہیں جتے جتے دریوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ اصلی رنگت پہچان نہ پڑتی تھی جھڑپا
 تو منوں گرد۔ دروازوں میں جو چلنیں اور ریفے بندھے تھے اُلٹے سیدھے
 کا تو کس کو امتیاز تھا کوئی دھڑک بندھا ہو تو کوئی آدھے در میں پڑا لٹک ہا ہو اور کسی
 کا لپیٹ ایک طرف کو جھک کر نکل پڑا ہو تو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ اس کو برابر کر دیں
 بلکہ کئی پردوں میں سے تو فاختاؤں اور جنگلی کبوتروں اور گلہریوں کے گھونسلے نکلتے
 گھر میں تخت تو بہتیرے ہیں مگر بیٹھنے کے دالانوں میں نہیں پر پوئے بچھے ہیں بوریوں

پر دریاں دریوں پر چاندنیاں لونڈیاں اور ماٹیں ہیں کہ بے تکلف مٹی اور کچی کے ٹنگے
 ننگے پاؤں چاندنیوں پر لپٹے پھرتی ہیں اور چاندنیوں کا مارے دھبوں اور چکٹیوں
 کے یہ حال ہو رہا ہے کہ آنکھ اٹھا کر دیکھنے کو جی نہیں چاہتا صبح سے کھڑے کھڑے
 ہریالی کو دوپہر ہو گئی تب کہیں جا کر اتنا کام ہوا کہ گھر میں جھاڑ و دی گئی دالائوں میں
 اس حساب سے تخت بچھوائے کہ بیچ میں فرش اور ادھر ادھر ماٹوں اور لونڈیوں کے
 چلنے پھرنے کی جگہ اب چاندنیوں اور تکیوں کے غلاف اور پلنگوں کی چادروں کی
 ڈھنڈیا پڑی۔ قاعدہ ہے کہ جب چیزوں کا انتظام نہیں ہوتا تو یہی شناخت ہے کہ چیزوں
 کی حفاظت بھی نہیں۔ اتنا بڑا گھر اور اس وقت دھوئی ہوئی تین چاندنیاں درکار
 تھیں وہ بھی نہیں ملتی تھیں۔ غیرت بیگم نے بہت کیر پتے بتائے اسے کہ بختو بھی تھے
 عشرے کا ذکر ہے دھوین چاندنیوں کا گٹھڑا لاتی وہ سب ڈھیر کا ڈھیر کیا ہو گیا لٹھے کی
 وہ کوری چاندنی جو بیچ کے دالان میں بچھی تھی اور پرسوں اتزسول اُس پر سالن
 کی دگچی مبارک قدم کے ہاتھ سے الٹ پڑی تھی اور میں نے صاف کرنے کے
 لیے اٹھوا دی تھی کہاں ہے جتنی کھڑی تھیں ایک ایک کا منہ دیکھتی تھی اور ایک ایک
 پر ٹالتی تھی آخر بڑی شکل سے دو چاندنیاں اناج کی کوٹھڑی میں مچان پر پڑی ملیں
 جن میں چوہوں نے کاٹ کاٹ کر بٹاے ڈال دیئے تھے اور ایک میں کسی مانا نے سوکھے
 ٹکڑے باندھ کر کھوٹی میں لٹکا رکھے تھے اسی جتو میں معلوم ہوا کہ کئی چاندنیاں
 باہر سائیں کے پاس ہیں وہ اوڑھ کر سوتا ہے۔ دو یا تین چاندنیاں کسی کو مانگی دی
 تھیں وہ واپس نہیں آئیں، پتیلی چاندنیوں کا ایک بیٹھنسل خانے میں پڑا ملا غرض اس وقت
 نو ہریالی نے کسم پٹج کو نیند کا نیند کر فرش کو پورا کیا۔ پلنگ سب کے سب جھولا ہو رہے تھے

اُن کو کسو کر اُجلی چادرین پھوادیں تکیوں کے غلاف بدلے اُجلا دسترخوان نکلوادیا تنے میں معلوم ہوا کہ میاں (مبتلا) کھانے کیلئے آرہے ہیں ہریالی یہ سن کر سامنے سے ٹکل باورچی خانے کے آڑ میں ہو گئی مبتلا نے آکر دیکھا تو اتنی ہی دیر میں گھر کی صورت بدلی ہوئی تھی سمجھا کہ یہ سب ہریالی کے تصرفات ہیں۔ دالان میں بیٹھ کر کھانا مانگا تو باورچی خانے سے دو لونڈیاں سالن کی دو دور کابیاں لیکر چلیں پیچھے سے ایک ماما ہاتھ میں دٹیوں کی تھٹی اُٹھا کر دوڑی۔ ہریالی سے نہ رہا گیا عین وقت پر ہو گیا سکتا تھا مگر خیر ان جاتیوں کو روک کر جلدی جلدی تھالی جوڑ پانی پینے کی صراحی سینی سلفی خاص ان اُگل دان سب چیزیں منجوا میں سینی کے پیچ میں ولی گردا گرد سالن کی رکابیاں جما اوپر سے خوان پوش ڈھک لایک لونڈی کے سر پر رکھوا سمجھا کہ دیکھ خبردار آگے دیکھ کر آہستہ آہستہ چلیو کہیں ٹھوکر نہ لگے۔ اور دوسری لونڈی کو سلفی آفتابہ اُجلا دسترخوان دے کر اُس کے ساتھ کیا کہ پہلے تختے کے نیچے کھڑی رہ کر میاں بی بی دونوں کے ہاتھ دھلائیو جب ہاتھ دھو چکیں سلفی آفتابہ الگ کھڑو کھینچ میں اُجلا دسترخوان بچھائیو اور سینی احتیاط کے ساتھ اُتروا کر روٹیاں پیچ میں رکھیو۔ دو قسم کا سالن ہو دونوں کے سامنے دونوں قسم کا رکھ دیجیو۔ تھالی جوڑا اور پانی پینے کی صراحی پیچھے سے بھجواتی ہوں جب مانگیں تو خبردار آدھے کٹورے سے زیادہ بھر کر نہ دینا اور پانی جو پلانا تو جھک کر کٹورا آگے کر دینا کہ خود اپنے آنکھ سے دیکھ لیں اور تھالی منہ کے نیچے رکھنا کہ پانی کپڑوں پر گرے نہ پائے۔ گھر میں کسی آچار مرتا بھی کچھ تھا مگر دسترخوان پر رکھنے کا دستور نہ تھا جس کسی کو کبھی کسی چیز کا خیال آگیا اور منہ پھوڑ کر مانگی تو مرتبان یا آچار ہی اُس کے پاس لے جا کر

روٹی پر ایک پھانک کھدی ہریالی نے چاقسم کی چار پالیاں ایک کابی میں لگا
 ابھی کھانا شروع نہیں کرنے پائے تھے کہ پہنچا دیں۔ کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے
 کو گرم پانی کا آفتابہ و ایک طشتری میں مین کھانے کو خاص دان میں بھیگی ہوئی
 صافی سے لپٹی ہوئی گلو ریاں پہلے سے تخت پر رکھوا دیں۔ یہ تو ہریالی کے پہلے
 دن کے بلکہ پورا دن بھی نہیں دوپہر کے اور جلدی کے کام تھے۔ مہینے بھر کی محنت
 میں اُس نے کپڑے کا کھانے کا سامان خانہ داری کا اندر باہر ونوں جگہ کے لو کروں
 کا بازار کے سوئے سلف کا سب انتظام کر دیا۔ سلیقہ بھی عجب جیسے اندر باہر عورت
 مرد جتنے لو کر تھے آپسے آپ سب بالی کا ادب کرنے لگے معصوم الیسا ہا کہ دن رات
 میں ایک دم کیلئے گود سے نہیں اُترتا تھا۔ بتول کی کیا بساط تھی کیسی ہی پھرتی
 ہو آواز سنی اوچکی ہوئی غیرت بگیم کے دل میں اسکی طرف سے شک تو تھا مگر ہر چند ٹوہ گائی
 کوئی بات پکڑ پائی۔ مبتلا کے گھر میں آنے کے وقت مقرر تھے ہریالی ان وقتوں میں
 اُوبدا کر کسی نہ کسی بہانے سے ٹل جاتی تھی اور اگر اچاننا بصورت سامنے چلی پھری
 بھی تو ایک دوسرے سے ایسے بے مزاج بن جاتے تھے کہ تعلق کیسا گویا جان پہچان نہ
 بھی نہیں مگر خدا جانے دونوں کو کیا ڈھٹاؤ تھا کہ اتفاقی اچلتی ہوئی ایک نگاہ ان کے
 حق میں خلوت کا حکم رکھتی تھی نہیں معلوم مبتلا آنکھوں ہی آنکھوں میں کیا کہہ دیا
 کرتا تھا کہ ہریالی برابر سرگرمی اور دسوزی کے ساتھ گھر کے انتظام میں مصروف رہتی
 تھی۔ سچ ہر غیرت بگیم کے ساتھ مبتلا کے دل کے تلے کا بڑا سبب تھا مبتلا کی حسن
 پرستی اور آوارگی مگر اتنا قصور تو غیرت بگیم کا بھی ضرور تھا کہ اُس نے مبتلا کو اپنی طرف مائل
 کرنے کیلئے ذرا بھی کوشش نہیں کی وہ سمجھی جیسا کہ گھر کی بیبیاں اثر سمجھا کرتی ہیں

کہ جب مال اپنے میاں کے ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دیا تو بس مجھے اپنی طرف سے کچھ کرنا نہیں
 میاں کا کام ہو کہ کما کر لائے اور مجھے کھلائے پہنائے میری خاطر داری و مدارات
 کرے لیکن اس کو اتنی بات اور سمجھنی چاہیے تھی کہ کھلانا پہنانا خاطر داری و مدارات کرنا
 سب چیزیں متفرع ہیں رغبت پر رغبت کرنا میاں کا کام ہو اور ولانا بی بی کا رہی بیات کہ
 بی بی کیونکہ میاں کو رغبت دلائے اس کیلئے ایسا کوئی قاعدہ نہیں کہ ہر جگہ حل کے
 کیونکہ ہر ایک کا مزاج مختلف اور ہر شخص کی رغبت جدا لیکن بی بی اگر حل ہے تو اسکو
 اپنے میاں کی رغبت کا معلوم کر لیا کیا مشکل ہو مثلاً غیرت بگم اتنا تو دیکھتی تھی کہ مبتلا
 کیسی صفائی اور کشتان کے ساتھ رہتا ہے وہ ہر چیز میں حسن چاہتا تھا خیر حسن و صورت
 مبتلا کی پسند کے لائق تو اختیار ہی بات نہ تھی مگر جس قدر اختیار ہی تھی غیرت بگم نے
 اتنی ہی کر کے دکھائی ہوئی۔ گھر کی صفائی شستھرائی ساز و سامان کی وستی انتظام
 کی خوبی یہ چیزیں بھی داخل حسن ہیں و طبیعت میں سلیقہ ہو تو ہاتھ پاؤں کے اور غیرت بگم
 کی تو زبان کے ہلانے سے سب کچھ ہو سکتا تھا مگر اس نے ان چیزوں کی طرف
 کبھی بھول کر بھی توجہ نہ کی میرے مکان میں میاں کی بیٹھیک تھی اسی کو دیکھ کر
 مستنبہ ہوئی ہوتی اس کا اپنا کیا حال تھا کہ میاں کو جو شروع شروع میں اپنی طرف سے
 بے سنج پایا تو تین تین چار چار دن سر میں کنگھی نہارو لوٹد یوں کے تقاضے سے
 دسویں پندرھویں سردھویا ہو تو بالوں میں تیل کی خبر نہیں چھو لے پھولے روکھے
 بال دور سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گڑک مرغی بیٹھی ہو آنکھوں میں سرمہ نہیں
 ہاتھ پاؤں میں منہدی نہیں چھول نہیں عطر نہیں گونا نہیں کناری نہیں غرض
 عورتوں کے سنگھار کی کوئی چیز نہیں مبتلا کو پہلے استکراہ تھا غیرت بگم کی بے تدبیری

لئے استراہ کو نفرت اور نفرت کو ضد اور ضد کو چڑ بنا دیا۔ صورتِ کل میں ہریالی کچھ غیرتِ بیگم سے زیادہ اچھی نہ تھی مگر چھٹانک بھر حسن ہوتا ہی تو غور پر داخت سے دیکھنے والوں کی نظر میں سیر بھر خنچے لگتا ہے سو غور و پرداخت کے عوض غیرتِ بیگم تو یہ چاہتی تھی کہ اُٹنے کی جگہ تھوڑی سی کھینچ لے تو اٹھا کر منہ کو مل لوں۔ میاں بی بی میں جب اختلافِ مزاج اس وجہ کا ہو تو اُن میں صحبتِ برآر ہونے کی کیا امید نتیجہ یہ ہوا کہ چھاتی پر رنگِ دلنے کے لئے آخر ایک سوکن تو آ موجود ہوئی۔ ہریالی کا انتظام دیکھ دیکھ کر غیرتِ بیگم کا پھوٹن مبتلا کے دل میں اور بھی بٹھکتا چلا جاتا تھا۔

ایک سوکن کی غیرتِ بیگم پر پنی سوکن ہریالی کو راز کا فاش ہونا اور اُس کی سوکن کو مارنا اور آخر کار سید حاضر کا بیچ بچاؤ اور سید کے راز کا

معلوم نہیں مبتلا کو کب تک ہریالی کا اس منظر پر رکھنا منظور تھا کہ ایک دن گھر میں باہر سے یہ اطلاع پہنچی کہ ایک بوڑھی عورت نوکری کی جستجو میں آئی ہے اگر حکم ہو اندر بھیج دیں۔ انتظام خانہ داری تو سب ہریالی کے ہاتھ میں تھا غیرتِ بیگم نے ہریالی سے پچھوایا ہریالی کسی کو ٹھٹھری میں خدا جانے کس کام میں مصروف تھی اُس نے وہیں سے کہا کیا مصالکۃ غرض وہ عورت اندر آ کر سیدھی غیرتِ بیگم کے پاس جا بیٹھی اور لگی کہنے کہ میں تو ہریالی بیگم پاس آئی ہوں جن کو تمہارے میاں نکاح پڑھوا کر نکال لائے ہیں۔ مدت سے میں ان کے یہاں اوپر کے کام پر نوکر تھی بیگم کو تو نکلے ہوئے تین مہینے ہوئے آئے ہیں ان کی خالہ کے پاس رہی آج آکھوں دن ہو کہ وہ بھی لکھنؤ سے یہاں میں نے کہا چلوں اگر بیگم پھر رکھ لیں تو میں اُن کے مزاج سے واقف ہوں وہ مجھ کو جانتی

پہنچتی ہیں ان جان جگہ تابع داری کرنی کیا ضرور کیا وہ اس گھر میں نہیں رہتیں
غیرت بیگم نے ہاتھ سے اشارہ کر کے بتایا کہ تم جن کے پاس آتی ہو وہ سامنے والی کھڑکی
میں ہیں وہ عورت اٹھ کر کوٹھڑی کی طرف چلی دروازے تک پہنچی تھی کہ اتنے میں
غیرت بیگم بے خود ہو کر مگولے کی طرح اٹھی اور وہ عورت ابھی ہرمالی سے بات بھی نہیں
کرتے پائی تھی کہ اس نے پہنچ کر بے چاری بڑھیا کو اوندھے منہ ہرمالی پر دھکیل دیا
اور کہا کہ تم نے دیکھا یہ ہرمالی نہیں گھر والی ہے یہ بی بی ہے یہ میری سوکن ہے میں انڈ
ہوں یہ سہاگن ہے میں لونڈی ہوں یہ بیگم ہے میں چڑیل ہوں یہ عورت ہے یہ بیاں کی
لاڈو ہے یہ بیاں کی چیتتی ہے یہ بیاں کے کلیجے کی ٹھنڈک ہے یہ کستی جاتی تھی اور اس
کے ساتھ ہزار ناگالیاں اور سیکڑوں کوٹے اور دو تہڑ تھکا کہ باری باری سے اس
شامت کی ماری بڑھیا اور ہرمالی پراور اپنے آپ پر بھی اس زور سے پڑھا تھا کہ
گویا مزدور سڑک کوٹا ہے ہیں گھر میں بہتری لونڈیاں اور ماتیں بھتیں مگر سیدنی کا جلا
دیکھ کر کسی کی ہمت نہ پڑ سکی کہ کوٹھڑی کی طرف رخ کرے سب کی سب بدحواس ہو کر بھاگ
کھڑی ہوئیں ہمسایے کی عورتیں کوئی کھڑکیوں میں سے کوئی دیوار پر سے کھڑی
جھانکتی بھتیں پر کسی سے اتنا نہیں ہو سکتا تھا کہ گھر کے اندر قدم رکھے بتلا کو دکھلایا
تو وہ بھی اس وقت کہیں باہر گئے ہوئے تھے مردانے میں ٹٹروں ٹوں اکیلا فواد
اس کو اور تو کچھ نہ سوچھی گھوڑا تو دروازے پر بندھا ہوا تھا ہی منہ میں لگا مہر
مٹی پیٹھ سوار ہو بگلتے ٹٹ سیدھا پہنچا کچھری میں سیدناظر کے پاس ناظر اسی گھوڑے
پر چڑھ دھم سے آموچہ دھوئے اور اتفاق سے سید حاضر بھی کسی ضرورت سے دو تین
دن کے آئے ہوئے تھے کچھری سے اُن کے پاس بھی دی دوڑا دیا کہ آپ بھی جلد

۲
سورج کی لہریں
جس کے ہاتھ میں
تھیں وہ

غرض سید حاضر اور مبتلا بھی آگے پیچھے پہنچ گئے غیرت بیگم سیدناظر کے آنے سے پہلے کھڑی اور پڑی اتنا پیٹی اتنا پیٹی کہ آخر اُس کو غش آگیا ناظر جس وقت پہنچا ہے تو وہ بالکل بیہوش پڑی تھی ناظر نے آتے کے ساتھ اُس کو ہوش میں لانے کی تدبیریں شروع کیں۔ سید حاضر اور مبتلا دونوں آئے ہیں اُس کے بہت دیر بعد غیرت بیگم کو ہوش آیا۔ سب سے زیادہ چوٹ غیرت بیگم ہی کو لگی تھی کہ اُس نے پیٹ پیٹ کر اپنا سارا بدن چوڑی کی طرح نیلا کر لیا تھا۔ ہریالی کی بھی کندی خوب ہوئی مگر اُس کو گھٹن مار لگی تھی۔ بڑھیا ہریالی اور کوٹھڑی کی دیوار کے نیچے میں آکر بچ گئی مگر وہی مثل ہو کہ معنی تو کچھ ہی کا گھاؤ بہت ہوتا ہے دو تین دو ہتر جو اُس پر جھپٹے ہوئے بیٹھ گئے وہ اتنے ہی میں سبکیاں لینے لگی اگر ناظر نہ ہو تو کو تو الی والے کیا اس مقدمے کو بے چالان کیے ہیں تو یہ۔ اور اگر حاضر نہ ہو تو ناظر اور مبتلا آپس میں کٹ مریں۔ پانچ چھ دن تو بیمار ہو کی دوا دارو ہوتی رہی باندھنے کے موقع پر آننا بلدی کا کھلو اچکا پکا کر باندھا کیکنے کی جگہ پرانے رُوڑ اور ریہ سے سینکا۔ پھٹکری کو دو دھ میں جوش کر کے پلا باپ کیا پانی رہ گیا تھا جس کے لیے مبتلا کو ہریالی سے ملنے میں تامل ہوتا۔ حاضر ناظر بہن کی خدمتگداری میں لگے تھے اور مبتلا گھٹم گھٹا ہریالی اور اُس کی بڑھیا کی۔ بارے جب سب کے ہوش وحواس درست ہوئے تو لگے اپنی اپنی جگہ صلا حیں کرنے۔ مبتلا اور ہریالی کی تو یہ صلاحت تھی کہ اب اسی گھر میں برابر ہی کے داعیے سے رہنا اور جلتوں کو خوب جلانا۔ ادھر حاضر ناظر غیرت بیگم کے آپس ہی میں پھوٹ تھی ناظر کہتا تھا کہ ابھی لگتے ہاتھ پہلے تھانے میں اطلاع لکھو اگر ایک دم سے تین ناٹیں تو فوجداری میں داغ۔ مداخلت ہے جاکی ہریالی پر اور ضرر سانی اور اپنے اور دونوں بچوں

کے نفقے کی مبتلا پر اور ایک عویٰ مہر کا کاغذ کامل لقمیت پر دیوانی میں دائر کر وغیرت یکم
 معاملے مقدمے کو تو کچھ سمجھتی بوجھتی نہ تھی وہ اپنی اسی ایک بات پر اڑی ہوئی تھی کہ
 مجھ کو سیدنگر پہنچاؤ نہیں تو افیون کھاتی ہوں۔ سید حاضر تھا میری قی صاحب کے خوشہ
 چینیوں میں اور بات کے انجام کو سوچتا تھا اس کی یہ رائے تھی کہ نہ تھانے میں طلوع
 لکھواؤ نہ سرکار دربار میں کسی طرح کی نالاش فریاد کرو نہ سیدنگر جاؤ نہ افیون کھاؤ صبر
 کر کے چپ چاپ گھر میں بیٹھی رہو سوکن کا آنا تمہاری تقدیر میں تھا سو ہو اب تمہارے
 شور و فساد سے بہت ہو گا تو شاید اس گھر سے نکل جائے مگر تم اپنے میاں کو اس کے
 چھوڑ دینے پر مجبور نہیں کر سکتیں تم جو سیدنگر جانے یا افیون کھانے کو کہتی ہو تمہاری
 نامراد سوکن کی عین مراد ہی ناظر بھائی نے جو تدبیر تپائی اُسکا خلاصہ لڑائی اور لڑائی
 کا ضروری نتیجہ ہے نقصان اور تردد اور فضیلت اور رسوائی۔ اب تو سوکن کے آنے
 سے تم کو صرف ایک خیالی تکلیف پہنچی ہو اور تم افیون کھانے کو موجود ہو لڑائی کی
 صورت میں بہت سی وقتی تکلیفیں اسی پیش آئیں گی کہ شاید تمہارے ساتھ مجھ کو
 اور ناظر بھائی کو بھی افیون کھانی پڑے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سوکن کے آنے پر تم اس
 قدر آپے سے باہر کیوں ہو کیا سوکن تم پر کج آتی ہو تمہارا تو بیاہ ہوا ہے چھپے اور سوکنیں
 تمہارے بیاہ سے بہت پہلے کی آئی ہوئی موجود تھیں کیا تم کو معلوم نہیں تم ہی بتاؤ
 کہ مبتلا بھائی کس دن سوکن کے ہے سارا سیدنگر جانتا ہے کہ میں تمہاری سنگنی کی وقت
 بہتیرا غل مچا یا مگر میری سنتا کون تھا میں تو تمہارے نصیبوں کو اسی دن روچکا جس دن
 تمہاری بات ٹھہری۔ تمہاری سمجھ کا پھیر ہر دورہ میں تو حقیقت میں اس بات کو سن کر
 بہت خوش ہوا کہ مبتلا بھائی نے نواح پڑھ لیا اس کو یہ پایا جاتا ہے کہ انہوں نے آوارگی

سے تو بکی وہ کوٹھوں کوٹھوں سر بازار خدائی خوار پڑا پھرتا بہتر یا ایک کا ہو رہنا اور اس کو اپنا کر لینا بہتر تم کہیں مسلمان ہو کہ ایک شخص جب تک خلاف شرع چلتا رہا تم نے ہوں تک نہ کی۔ اُس کا طریقہ تشریعت پر آنا تھا کہ تمہارے تن بدن میں آگ ہی تو لگ گئی تھ تو بھائی ایسے دین ایمان کے قائل نہیں بلکہ انصاف کی بات تو یہ ہو کہ مبتلا بھائی نے تمہارا بڑا لحاظ کیا کہ نخل کو تم سے چھپایا اور تمہاری خاطر سے بی بی کو ماما بنایا اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر تم پر وہ فاش نہ کرتیں تو مبتلا بھائی اس عورت کے ساتھ اپنے معاملے کو اسی طرح دبا دبا یا رہتے دیتے مگر تم نے بیٹھے بٹھائے سوئی ہوئی بھڑول کو جگایا اُن کو حیلہ ہاتھ آیا اب اگر وہ اس عورت کی اور بڑھیا کی دجوتی اور خبر گیری نہ کرتے تو سارا گھر کھچا کھچا پھرتا میں نے تو جس وقت آکر بڑھیا کو دیکھا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرے تو ہوش اُڑ گئے تھے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے برف چہرے کی رنگت متغیر میں تو سمجھا خدا جانے کہاں بے موقع صدمہ پہنچا کہ اس کا سالن پیٹ میں نہیں سکتا تو چھو میاں ناطے کے اخباروں میں کئی بار دیکھنے میں آیا ہے کہ کسی گورے نے ایک قلی کو تھپڑ پھینچ مارا یا ٹھکرا دیا اور قلی فوراً مر گیا۔ غیرت بگیم نمنے یہ بڑی شخصیت جا حرکت کی اور اگر تم اس طرح دست دراز می کرو گی تو یقین جانو تم اپنی تو اپنی ایک نہ ایک دن سارے خاندان کی ناک کٹا دو گی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے چند بد نصیب بندے یعنی لونڈیاں جو تمہارے اختیار میں ہیں تم حق ناحق اپنا غصہ اُن پر نکالتی رہتی ہو یہ بے چاریاں تمہارا کچھ کر نہیں سکتیں ہاتھ چھوٹا ہوا طبیعت بڑھی ہوئی تم سمجھیں کہ سب جانور ایک ہی لاتھی سے بانٹے جاتے ہیں سو کن اور بڑھیا دونوں کو اٹھا کر پیٹ ڈالا گویا وہ تمہاری لونڈی ہو اور یہ تمہاری باندی نہ تو خدا

اتنی خیر کی کہ بڑھیا مری نہیں اور ادھر عین وقت پر آپہنچے میاں ناظر کہ اُن کے ملاحظے سے کو توالی والوں نے تھوپ تھاپ کر دی ورنہ ساری شیخی کر کر می ہو جاتی کہ سادات سید نگر کی بیٹی میرہ مذہب کی بہو کی ڈولی کو توالی چو ترے پر دھری ہوتی۔ صد آفریں ہے تمہاری سوکن پر ہر تو ذات کی کنجی مگر بڑی ضبط کی آدمی ہو کہ تم سے کہیں زبردست معلوم ہوتی ہو مگر چپکی مار کھایا کی اور اُلٹ کر اُف تک نہ کی کیوں غیرت بھلا جیسا تم نے اس کو مارا تھا اگر وہ بھی برابر سے مارتی تو تمہاری عزت تو دو کوڑی کی ہو جاتی مگر تاشا ضرور ہوتا کہ پھر تمہارا ہاتھ کسی پر نہ اٹھتا۔ سید حاضر نے ناظر اور غیرت بیگم کو ایسا آڑے ہاتھوں لیا کہ دونوں کو کچھ جواب نہ بن بڑا اور دونوں اپنا اپنا سامنے لے کر رہ گئے۔ ناظر بولا کہ آپ ہم دونوں سے بڑے ہیں جو کچھ آپ کے نزدیک مناسب ہو اس کی تعمیل میں نہ مجھ کو عذر ہو اور نہ آپا کو یہ معاملہ ناموس کا ہو اور بھائی بہنوں کی ناموس کچھ جدا جہا نہیں ہوتی اس میں رتی برابر فرق نہیں کہ آپ جو کچھ کریں گے آپا کے حق میں بہتر ہی کریں گے سید حاضر نے کہا بس تو مجھ کو مبتلا بھائی سے دو دو باتیں کر لینے دو انشاء اللہ میں کوئی ایسی راہ نکالوں گا کہ دونوں میاں بی بی میں صفائی ہو جائے ایسا موقع تاک کر کہ مبتلا مردانے میں اکیلا تھا سید حاضر خود اس کے پاس گئے جس وقت سے گھر میں یہ واردات ہوئی تھی حاضر اور ناظر دونوں کی طرف سے برے ہی بُرے خیالات مبتلا کے دل میں گزرتے تھے۔ اُس کو ساری عمر کبھی کچھری جان کا اتفاق نہیں ہوا بس کچھری کے نام سے اُس کا دم فنا ہوتا تھا اور حاضر ناظر دونوں کو خصوصاً ناظر کو کچھری ایسی تھی جیسے پھلی کو تالاب موشی کو تھکان۔ پرتد کو گھونسلہ۔ عورت کو میکا۔ باوجودے کہ میرا سر قصور غیرت بیگم کا تھا مگر مبتلا اٹا چور کی

طرح سما جاتا تھا کہ دیکھیے یہ بھائی بہن کئی کئی دن سے کیٹیاں کر رہے ہیں کیا فساد کھڑا کرتے ہیں اُس کے دوست آشناؤں میں بھی کسی کسی نے اُس کو کو توالی اور فرج داری میں استغاثہ کرنے کی صلاح دی تھی مگر ہر چند اُس کو مرد ووا بناتے تھے کچری کا نام آیا اور اُس کا رنگ فح ہو اور وہ بگڑ بگڑ کر ایک ایک کی منت کرتا تھا کہ یار مجھ سے مدعی بننے کی توقع مت کر دو کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ اگر یہ لوگ مجھ پر نالش کریں اور میں ہی گے تو مجھ کو حاکم کے روبرو نہ جانا پڑے۔ بہتیرا لوگ سمجھاتے تھے کہ اُن کی طرف سے نالش کے ہونے کی کوئی ٹروداد نہیں اور فرض کیا کہ نالش ہو بھی تو تم اپنی طرف سے جواب دہی کے لیے مختار یا کوئل کھڑا کر دینا بلکہ بعضے تو شرط باندھتے تھے کہ اگر نالش ہو اور خدا نخواستہ تم پر کسی طرح کی آج آجائے تو حاکم جو سزا تمہاری تجویز کرے اُس کی چوگنی ہم بھگتے کو موجود ہیں چاہو ہم سے لکھو الو۔ مبتلا کہتا تھا تم ناظر بھائی کے تھکھنڈ دل سے واقف نہیں ہو اے میاں وہ اس بلا کا آدمی ہو کہ چچا باوا چچا سے کسی کے لینے میں نہیں دینے میں نہیں اُس نے دل پر رکھا تو شہر سے نکلوا کر چھوڑا مبتلا کا حال یہ ہو گیا تھا کہ ہریالی اور اُس کی بڑھیا کی مرہم پٹی کی ضرورت سے کھڑے کھڑے گھر میں جاتا تو اُسے پاؤں باہر بھگا ہوا آتا کہ دیکھو کہیں سرکار سے طلبی تو نہیں آئی اتنے دن نہ تو اُس نے پیٹ بھر کے کھانا کھایا اور نہ پوری نیند سویا اگر تھوڑے دن آؤر سید حاضر کی طرف سے سبقت نہ ہو تو مبتلا اس قدر پریشان تھا کہ وہ خود ابتدا کرتا اور اتنے دن بھی وہ اپنے آپ کو لیٹے رہا تو ان لوگوں کی نارضا مندی کے خیال سے اُس کو خجرات نہیں ہوئی سید حاضر کو دور سے آتا ہوا دیکھ کھڑا تو ہو گیا مگر اس وقت تک اُس کے دل میں کھٹکا تھا کہ ان کا آنا خالی از علت نہیں جب سید حاضر

قریب پہنچ کر معاف کیلئے ہاتھ پھیلائے تو اُس کو اطمینان ہوا اور بھائی کے گلے لگ کر غیرت بیگم کی زیادتی اور اپنی مجبوری اور اتنے دن کی پریشانی کو یاد کر کے خوب رویا سید حاضر کا بھی جی بکھرا یا کہ دیکھو خدا کے فضل سے گھر میں سب طرح کی فراغت ہے ایک چھوڑ دو دو بیسیاں ہیں بچے ہیں کسی بات کی کمی نہیں مگر ایک بری لت جو اپنے پیچھے لگالی ہو تو زندگی کیا تلخی سے گزرتی ہو۔ معاف کے بعد دونو بھائی ایک جگہ بیٹھے تو سید حاضر نے کہا مبتلا بھائی یہ نیا رشتہ تمہارے ساتھ کیا ہوا کہ وہ پُرانا رشتہ بھی اس کے پیچھے گیا گزرا ہوا۔ وہ بات کا کبوت کیا بُرا دستور ہو کہ ہم تو بہن کے گھر پر بلا ضرورت آئیں گے اب تمہاری ہی طرف سے ملاقات ہو تو ہوسید نگر تو بھلا تم کیوں آنے لگے شہر میں بھی تم کہیں نظر نہیں آتے آج آٹھواں دن ہو کہ میں بلا ناغہ دونو وقت یہاں آتا ہوں تم کو چار بار دیکھا بھی مگر تمہارا رخ نہ پایا۔ آخر آج مجھ سے نہ رہا گیا تو میں نے کہا لاٹو میں ہی پیشقدمی کر کے تم سے ملوں۔ مبتلا کیا کہوں میں تو ندامت کی وجہ سے نہیں مل سکا۔ حاضر نے ندامت کی کیا بات ہو عورتیں ناقصات التحفل آپس میں لڑا جھگڑا ہی کرتی ہیں اگر مرد ایسی ایسی باتوں کا خیال کیا کریں تو دنیا میں کیسے گزر ہو۔ مبتلا۔ آپ پر ثابت تو ہو گیا ہو گا کہ زیادتی کس کی تھی۔ حاضر اس سٹل میں میرا منہ نہ کھلو او میں تم سے کیسی ہی سچی بات کیوں نہ کہوں یہ تم ہی سمجھو گے کہ بہن کی طرف داری کرتا ہے۔ مبتلا میں نے آپ کے تدرین کی تعریف اور کسی سے بھی نہیں چچا باواسے سنی ہو میں آپ کی نسبت بے انصافی کا خیال کبھی کر ہی نہیں سکتا حاضر دوسرا نواح تو تم کر چکے اب اس کی نسبت یہ کہنا کہ تم نے جلدی کی یا بے جا کیا فضول بلکہ ایک اعتبار سے تو میں کہتا ہوں کہ تم نے بجا کیا مناسب کیا اور ضرور کرنا چاہیے

تھا۔ تمہارا طرز زندگی دین کے شرافت کے بھلنا بہت کے عقل کے سب کے خلاف تھا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ تم نے اُس سے توبہ کی خدا کرے کہ تمہاری توبہ بہا کی طرح مستحکم ہو تمہاری بھر کم ہو مضبوط ہو اٹل ہو مگر مجھ کو اس بات کا اندیشہ ہے کہ ایک نگر کو تو تم اٹھانے کے جوڑی تم سے کیونکر ملائی جائیگی تمہاری وہی مثل ہو کہ تنور سے بچنے کے لیے بھاڑ میں گرے دو بیبیوں کا رکھنا جمع بین لنقیضین کچھ آسان کام نہیں تم نے تو ایسی ہنڈیا پجائی ہو کہ یہ واقعہ جو پیش آیا اُس کا پہلا اُبال ہو جب کھرچن کی نوبت آئیگی تو اصلی مزہ معلوم ہو گا یقین جانو کہ میں کچھ بہن کی پاس داری سے نہیں کہتا بلکہ حقیقت نفس الامری بیان کرتا ہوں کہ تم نے غیرت کی قدر و وقت کو مطلق منہ پر پچانا۔ غیرت بگیم خدا تھا استہ (ہر امت ماننا) تمہاری اس بی بی کی طرح گری پڑی بازی عورت نہیں وہ ایسے جتھے اور ایسے گروہ اور ایسی برادری اور ایسے خاندان کی بیٹی ہو کہ جہاں اُس کا پسینا گرے آج سیدنگ میں کم سے کم دو سو آدمی ایسے بکلیں گے جو اپنا خون بہانے کو موجود ہو جائیں گے۔ عورتوں کے معاملے عزت اور آبرو اور ناموس کے معاملے میں مال کی تو کیا حقیقت ہے عزت کے آگے شرفا خاصہ دیہات کے خاصہ سادات خاصہ سادات سیدنگر جان کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے یا کر دکنی منت کس قدر خوشامد کسی آرزو سے ماموں اور مانی ادا ان دونوں کو حبت نصیب کئے غیرت بگیم کو بیاہ کر لائے آج کو وہ دونوں یا ان میں سے ایک بھی زندہ ہوتے تو کیا تمہاری مجال تھی کہ تم غیرت بگیم پر سوکن لاؤ اور اسی کی گود میں بٹھاؤ پھر بندہ خدا تم کو اتنا بھی خیال نہ آیا کہ مال باپ اس کے نہیں ساس سسرے اس کے نہیں دنیا میں وارث کو سسر پرست کو شوہر کو ایک تم سو تم نے جلا جلا کر اس کا یہ

حال تو کر دیا کہ سید نگر کی نسبت اب تہائی بھی باقی نہیں رہی اور اس پر بھی تم کو صبر نہ آیا سوکن کو لا بٹھایا عورت ہو تو جانو یا عقل ہو تو پہچانو کہ سوکن کا کیسا داغ ہوتا ہے بیوگی سے بڑھکر زسیاں نکھٹو اپا ہج ہو بد مزاج ہو روٹی کھانے کو اولاد جی بہلانے کو نہ ہو سب مصیبتیں جھیلی جاسکتی ہیں اور نہیں جھیلی جاسکتی تو سوکن کی۔ دنیا کے اور جلائے جلائے ہیں اور سوکن کا جلا یا سلگا یا جس شخص پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو وہ اگر افیون کھا لیتی یا کوئیں میں گر پڑتی یا پیٹ میں چھری بھونک لیتی اُس سے کسی بات کا تعجب نہ تھا بلکہ تعجب یہ ہو کہ رونے پیٹنے پر قناعت کی اگر خدا نخواستہ اُس نے اپنے کو ہلاک کر لیا ہوتا تو تمہارا کیا جانا تم تو نئی بی بی کے ساتھ چین کرتے گل چھترے لڑاتے ہم کو بہن کہاں پیدا تھی۔ بتلا۔ اگر آپ کہیں تو میں اس عورت کو چھوڑ دوں۔ حاضر میں تو چھوڑنے کو نہیں کہہ سکتا اور تم ایسے چھوڑنے والے سوتے تو کرتے ہی کیوں فرض کیا کہ تم نے اُس کو میسر نہ کرنے سے چھوڑ دیا اور پھر وہی سابق کا دتیرہ خستہ کیا کیا تو اپنے ساتھ دنیا اور دین دونوں جگہ میرا منہ بھی کالا کر آؤ۔ بتلا۔ پھر آپ ہی کوئی راہ نکالیں مجھ سے ایک نادانی تو ہوئی اور اپنی طبیعت کو بار بار آزار ماچا ہوں میں کربا بوی نہیں آج آپ کے ایک وعدہ کروں اور کل کو جھوٹا ٹھیروں تو پھر آپ کے نزدیک میرا کیا اعتبار رہا اس سے بات کا صاف صاف کہہ دینا اچھا اور اگرچہ آپ اس معاملے میں صلاح پوچھنا داخل بے حیائی ہو مگر چچا باوا چلتے چلتے فرمائے ہیں کہ اگر کوئی مشکل آپ کے تو آپ کی رائے پر عمل کرنا اور یوں بھی آپ بڑے بھائی ہیں باپ کی جگہ آپ ہی اگر اڑی پر آڑے نہ آئیں گے تو میں کس کے پاس التجا لے جاؤں بہن کے متوا قصور خدا معاف کرتا ہی آپ از براے خدا میرا ایک قصور معاف کیجیے۔ حاضر

بات یہ ہے کہ میں تمہاری اس نٹی بی بی کے حالات سے بخوبی واقف نہیں میں کچھ کہہ نہیں سکتا کہ کس طرح اس کے ساتھ مدارات کرنی مناسب ہے۔ مبتلا۔ اس کجبت کے اور حالات ہی کیا ہیں بازاری عورت سے تنہا مدت تو بہ تو بہ پکار ہی تھی میری جو شامت آئی اس کے ساتھ عقد شرعی کر لیا کیونکہ چچا باوا کے سامنے آوارگی سے میں تو بہ کر چکا تھا حماقت پر حماقت یہ ہوئی اور اب میں اُس گھڑی کو بہت پتیاں ہوں کہ گھر میں لا کر اوپر کا کام کاج سپرد کیا دوسری ماماؤں کی طرح رسنے سننے لگی اگر میں نے اُس کے ساتھ کسی طرح کا سروکار رکھا ہو تو مجھ پر خدا ہی کی مار پڑے یہ تو اس کی پچھلی کیفیت ہے آئندہ کے لیے بھی اگر آپ کی مرضی ہو تو وہی ماماؤں کی طرح سبکی او بدستور گھر کی خدمت کریگی۔ حاضر اس کا غیرت بیگم کے پیش نظر رہنا تو میں پسند نہیں کرتا کیونکہ اس صوت میں فسادِ عاجل کا بڑا اندیشہ ہے دوسو گنوں کی مثال تمہیں کس طرح بتاؤں یوں سمجھو کہ دو گلاس ہیں ایک میں سوڈا ہے پانی میں حل کیا ہوا اور دوسرے میں ایسڈ ممکن ہے کہ سوڈا اور ایسڈ ملیں اور ان میں جوش و خروش پیدا نہ ہو پس دنوں کو ایک جگہ رکھنے کا تو تم کبھی بھول کر بھی ارادہ نہ کرنا ورنہ آج دو تھڑکتے توکل جو تیاں ہونگی اور پرسوں چھریاں اس کو تو کسی دوسرے شہر میں یا خیر دوسرے محلے میں یا خیر دوسرے گھر میں تو رکھنا ضرور ہے مگر مشکل یہ ہے کہ تم کہتے ہو وہ ہے اکیلی تنہا آدمی زیادہ رکھے جائیں تو تمہاری چادر میں اتنے پاؤں پھیلانے کی گنجائش نہیں پس صرف ہی تدبیر ہے کہ زنانے مکان میں پورب کی طرف جو ایک کھانچا سا محل گیا ہے پرچہ کی دیوار کچھو الو اور ڈیوڑھی میں سے دروازہ پھوڑ کر اتنا گھرا لگ کر لوا و حقیقت میں یہ تھا بھی دوسرے گھر ماموں باوا نے مول لیکر باہر گلی کا دروازہ تھپہ کر کے زنانے مکان میں

عینی ہوا
نہایت
نہیں

ملا لیا تھا تیغے کا نشان اب تک موجود ہے اتنا مکان ایک مختصر خانہ داری کیلئے بخوبی کافی ہے ضرورت کی سب چیزیں موجود ہیں دالان در دالان آگے سائبان دونوں طرف بڑی بڑی دو دو کوٹھڑیاں باورچی خانہ اس کی بغل میں چیز بست رکھنے کو لمبی کو لمبی سامنے کے ضلع میں سہ درہ بس اور چاہیے کیا بڑے گھر کی طرف خدا کے فضل سے آدمی زیادہ ہیں اور خرچ بھی بہت ہے، برابر ہی اگر چاہو تو دونو گھروں میں ممکن نہیں اور ضرور بھی نہیں اور مناسب بھی نہیں۔ چھوٹے ماموں باواپنیٹھ روپے کی تنخواہیں اور کراریہ تھامے نام کر گئے ہیں اور ساٹھ کی غیرت بیگم کے نام۔ سو اپنے سینٹھ میں تیس چھوٹی بی بی کو دیا کروا کیا دم ہے فراغت سے بسر کر سکتی ہیں بنتیں تمکو بچنگے اُس میں تمہارا کپڑا ہے اور باہر مرنے کا خرچ غیرت بیگم کے ساتھ کوہ تھمت لگاؤ۔ ایک دن بڑے گھر میں ہو ایک دن چھوٹے میں بڑے گھر کاٹھراٹھ خیر صلاح بتلا تو اپنی جگہ یہ ڈر رہا تھا کہ نہیں معلوم شہر سے نکلو آئینگے یا قید ڈلو آئینگے یا گھر با ضبط کر آئینگے یا غرض کا فیصلہ سنتے کے ساتھ اُس کے پیروں پر گر پڑا کہ بس اس میں اگر میری طرف سے کبھی سرو فرق ہو تو جانیے گا کہ میری اصالت میں فرق ہو۔ ہر مائی بھی اپنی جگہ بہت خوش ہوئی اور سمجھی کہ اب میرا بی بی ہونا سب بچوں نے جانا گھر بٹوایا یا میاں کے منتیں بھی میسر اپنے ہی ہیں وہ ملا کر تنخواہوں میں کرائے میں بڑا آدھا میری طرف رہا کہاں غیرت بیگم سیدانی اشرف میاں کی پھوپھی زاد بہن صاحبہ ولاد آٹھ نو برس کی بیابھی ہوئی اور کہاں تیس۔ انصاف کی سوسے تو میں اُن کی جوتی کی بھی برابر ہی نہیں کر سکتی قربان جاؤں خدا کے کہ اُس نے مجھ گنہگار ناچیزی کی تو بہ کو ایسا نواز کہ اُن ہی کے سگے بھائی کے ہاتھ سے مجھ کو چتوایا غیرت بیگم کو تو سو گن کو نام کی جلن تھی اس کو مکان سے

تخواہ سے کچھ بحث ہی نہ تھی ہریالی کو کیسے ہی بے احوال سو رکھتے مگر جب تک غیرت بگم یہ جانتی تھی کہ یہ میری سوکن ہر کسی طرح وہ راضی ہو ہی نہیں سکتی تھی لیکن بڑے بھائی نے جب ایک فیصلہ کر دیا تو کیا کرتی دل میں پیچ و تاب کھا کر چپکی ہو رہی مبتلا کے تھکا ہونے بات کرنا پہلے ہی سے کم تھا اب بالکل چھوڑ دیا غرض صحن میں پرے کی دیوار اٹھائی گئی ڈیوڑھی میں دروازہ لگا ہریالی نے الگ گھر کر کے رہنا شروع کیا۔

بایسویں فصل سوکنوں کی لڑائی کا سلسلہ اور اس کا اثر بدبتلا پر
بتلا کی اولاد پر اُس کی بیویوں پر اور نظام خانہ داری پر

آدمی الگ گھر کرتا ہو تو پلنگ پیرھی تخت چوکی چولہا چلتی برتن بھانڈا سبھی چیزیں اُس کو رکھ ہوتی ہیں غیرت بگم کے یہاں سب کے اطم لگے ہوئے تھے پر کس کی مجال تھی کہ تنکا تو اٹھا کر ادھر سے ادھر لے جائے ہریالی کو ابتدا میں سخت تکلیف ہوئی مگر سلیقہ بھی عجب چپکے زود ہی برس میں ہریالی نے رفتہ رفتہ اپنا گھرا بیا درست کر لیا کہ غیرت بگم کے کئی پشتوں کے جے ہوئے گھر میں ایک چیز وقت پر نہیں بھی ملتی تھی مگر ہریالی کے یہاں آتا تو کون تھا لیکن اگر دس مہمان بھی آجاتے تو آسائش کا ہر سامان موجود پاتے۔ ایک مرتبہ پُرانا سرکہ درکار تھا تعجب کی بات ہو کہ سارے محلے میں کسی کے یہاں نہ نکلا ہریالی نے (جس کی طرف کسی کا ذہن بھی منتقل نہیں ہوتا تھا) سنتے کے تھکا ہی پیالہ بھر کر بھجوا دیا جس طرح سید حاضر نے ٹھہرا دیا تھا مبتلا ایک ایڈن باری باری سے دونوں گھروں میں رہتا تھا بڑے گھر میں تو اُس سے کوئی بولتا چلتا نہ تھا کئی ن اگر معصوم کو پکڑ پایا تو گھڑی دو گھڑی اُس کے ساتھ جی ہلایا ورنہ منہ لپیٹا سو رہا

خاطر داری سمجھو مدارات سمجھو آؤ بھگت سمجھو جو کچھ تھی سو چھوٹے گھر میں تھی مگر غیرت بیگم
اُس کو وہاں بھی چین سے نہیں رہنے دیتی تھی وہ اپنے گھر میں تو مبتلا سے ایسی بے
مرخی کرتی کہ گویا اُس کو میاں کی ذرا بھی پروا نہیں اور چھوٹے گھر کی باری آئی او
صبح سے اُس نے مبتلا کی نگہانی شروع کی مرنے میں کتنی دیر بیٹھے گھر میں کس وقت
آئے کہاں سوئے کیا کھایا اور کتنا کھایا ہر تالی کے ساتھ کیا باتیں کیں۔ گھر کے
نو کروں پر ایک نیا کام یہ اور پڑا کہ سارے سارے دن اور ہر ہر رات گئے تک
ایک ڈیوڑھی میں کھڑی جھانک رہی ہو تو ایک دروازے میں کان لگائے سن ہی
ہو۔ اور ایک ہر کہ جس طرح جلانا پانا پانتا پھرتا ہو اور پر تلے بیسیوں پھیرے زناتے سے
مردانے میں اور مردانے سے زناتے میں۔ باوجودے کہ غیرت بیگم نے ایک مبتلا کے
پیچھے اتنے جاسوس لگا رکھے تھے اس پر بھی اُس کا جی نہیں مانتا تھا ایک سوکھا تو
اُس نے پاخانے کی دیوار میں کیا کہ چھوٹے گھر کے سہ دے کی ذرا ذرا بات ہاں
سے سنائی دیتی تھی۔ رہ گیا ایک ضلع صحن سایہ بان اور سایہ بان کے اندر کا دالان
غیرت بیگم کی طرف ایک بالاخانہ تھا اور اُس میں تھی ایک کھڑکی وہ کھڑکی کھول دو
تو صحن سے لیکر اندر والے دالان تک سب کچھ دکھائی دیتا۔ یا تو غیرت بیگم نے جن دن
سے بیاہی آئی کبھی بالاخانے پر پاؤں نہیں رکھا تھا یا اب سوکن کی ضد پر جن دن
چھوٹے گھر کی باری ہوتی صبح سویرے سے کوٹھے پر پڑھی پڑھی گلی صبح کو اترتی غرض
ساری گرمی غیرت بیگم نے نہاں کو ہریالی سے بات نہیں کرنے دی جاڑا آیا اور پردہ
چھوڑ کر دالان میں سونے لگے تب تھک کر بیٹھی شروع شروع میں تو نوکروں کو
آنے جانے کی ایسی سخت ممانعت تھی کہ ایک مرتبہ ایک لونڈی نے باہر ڈیوڑھی میں سے

آگ پکڑا دی تھی غیرت بگیم کو خبر ہو گئی تو اُس کے ہاتھ پر چلتا ہوا انگارہ رکھ دیا لیکن بھیڑ
سوچی کہ نوکروں سے خبریں خوب ملتی ہیں ان کا روکنا ٹھیک نہیں بندی کھول دی
مگر اُس سے خرابی کیا پیدا ہوئی کہ ماما کو نڈی جو کوئی چھوئے ٹھکر سے ہو کر آتی غیرت بگیم
اُس سے حال پوچھتی اگر وہ اُس کی خواہش کے مطابق کچھ بیان نہ کرتی تو اُس پر
خفا ہوتی کہ تو جھوٹی ہو یا چھپاتی ہو یا تو ادھر ملی ہوئی ہو ناچار اُس کی بدگمانیوں
سے بچنے کے لئے نوکروں نے جی سے باتیں بنانی شروع کیں حقیقت میں تو وہ
باتیں ہوتی تھیں بے اصل مگر اُس کو ایک ایک بات کا ہفتوں جھکڑ لگا رہتا تھا
آپ رنجیدہ رہتی اور بتلا پر اپنی بد نفسی اور حماقت ثابت کرتی۔ ایک آتی۔

اور دل سے جوڑ کر کہتی بیوی آج تو تمہاری سوکن کے عجب بٹھا بٹھا ہیں ایسی بنو
کر بیٹھی ہیں جیسے کوئی نئی دامن سر میں چنبیلی کا تیل پڑا ہوا ہو مگر کوئی چار روپے
سیر کا کہ سارا گھر پڑا ہوا ہے جتنی گندھی ہو یہ بڑے بڑے موتیا کے پھولوں کا سا
گہنا البتہ ڈیڑھ دو روپے سے کیا کم کا ہو گا ملا گیری چاہا ہوا امین رینگ کا دوپٹا چھا
خاصہ چار انگل کا چوڑا سنہری ٹھٹھا لٹکا ہوا سفید ترین بیل کا پا جامہ پائنجوں میں بیل
دار کنارہ کناسے پر کیکری کیکری پر بانکڑی کی پیمک۔ غیرت بگیم یہ سن کر ایک ٹھنڈا
سانس بھر کر کہتی ہاں صاحب جن کے بھاگ ان کے ٹھماگ۔ دوسری یہ بات
بناتی کہ وہ آپ تو صحن میں کرسی بچھائے بیٹھی ہیں میاں سامنے کھڑے گنا چھیل
رہے ہیں گنڈیریاں بنا بنا کر آپ بھی کھاتے جاتے ہیں اور اپنے ہاتھ سے ان
کے منہ میں بھی دیتے جاتے ہیں میں تو یہ دیکھ کر اُسے پاؤں پلٹ آئی۔ ماما باہر
بیٹھی کھانا پکا رہی ہے۔ غیرت بگیم۔ لعنت خدا کی چھٹے منہ حیا اور شرم تو مطلق چھو

نہیں گئی تیسری اشائے سے بیوی کو بلاتی کہ ذرا آپ بھی تو موکھے میں سے دیکھتے
 آج میاں کا جی کیا ہو دولاٹی اوڑھے پڑے ہیں اور وہ کپتی پائیں بیٹھی ہوئی ہے
 غیرت بیگم۔ ارمی کجنت تجھ کو دھوکا ہوا ہو گا کچنی لیٹی ہوگی اور میاں پاؤں باہر
 ہونگے۔ اس طرح کی سیکڑوں باتیں صبح سے شام تک اپنے ہی گھر کے نوکر غیرت بیگم
 سے آکر کہتے تھے اور سب سے زیادہ منہ لگی وہ تھی جو اس طرح کی باتیں خوب تصنیف
 کر سکتی تھی۔ اتنی تو کسی کی مجال نہ تھی کہ غیرت بیگم کے منہ پر ہریالی کھڑائی کر دے اور اگر
 کسی کی زبان سے جھوٹے سے بھی چھوٹی بیوی نکل جاتا تو بے شک غیرت بیگم سے
 اُس کے منہ پر جوتی کھینچ مارتی تاہم سے تو اتنی نفرت اور پھرات دن اسی کی تسبیح
 آخر سوچ کر غیرت بیگم نے سوکن کو بے غیرت کا خطاب یا اور جتنے لوگ غیرت بیگم کے
 طرفدار تھے یہاں تک کہ ادنیٰ ادنیٰ نوکر اُس کی حمایت پا کر سب لے تامل ہریالی کو پکار
 پکار کر بے غیرت کہتے تھے اور دیوار کے پیچھے ہریالی اپنے کانوں سے سنتی تھی بلکہ
 اُس نے سیکڑوں بار بتلا کو سنوا سنوا دیا۔ بتلا کو نوکروں کے منہ سے یہ لفظ سنکر
 سخت رنج ہوتا تھا کیونکہ ہریالی جو کچھ تھی سو تھی مگر راجہ کے گھرائی اور رانی کے ملائی آپا
 تو اس کی منکوہ تھی نوکروں کو اور گھر کی لونڈیوں کو کیا زیبا تھا کہ اُس کی منکوہ کو
 یوں منہ بھر بھر کر گالیاں دیں۔ مگر وہ کیا کر سکتا تھا ہریالی کو سمجھا دیتا کہ کچھ تم سے
 پر خاش نہیں مجھ کو نوکروں کے ہاتھ سے ذلیل کرانا منظور ہے خدا کی شان میرے
 نوکر میرے لونڈی غلام اور ایسے گستاخ اتنے بے ادب کیا کروں کچھ کہتے بن نہیں
 پڑتا میں بھی صبر کرتا ہوں تم بھی صبر کرو غیرت بیگم کو سوکن کی طرف سے ہر طرح کی ہدائی تو
 تھی ہی بتول کو تو اُس طرف کوئی لے جانے نہیں پاتا تھا مگر محصوم اپنے پاؤں دوڑا دوڑا

پھر نا تھا اُس کو کون رو کے غیرت بیگم بہتیرا ڈراتی دھمکاتی گھرتی مگر یس کی سنتا
 تھا آنکھ بچی اور چھوٹے گھر میں غیرت بیگم سے اور بتلا سے تو روز بروز عدوت
 بڑھتی چلی جاتی تھی۔ بتلا کے جلائے اور چھڑنے اور ایذا دینے کو جہاں غیرت بیگم
 اور بہتیری باتیں کرتی تھی اُن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ بچوں کے ساتھ اُس کی گلی ہی
 مدارات باقی نہیں ہی تھی۔ اب تو وہ بات بات پر معصوم کو مار مٹھتی اور کوٹنا تو مکئیہ کلام ہو گیا
 تھا۔ بچوں کا تو قاعدہ ہو کہ وحشی جانوروں کی طرح ہلانے اور پر جانے سے رام ہوتے
 ہیں معصوم کا یہ حال ہو گیا تھا کہ غیرت بیگم کی شکل سے دور بھاگتا اور اس کی چھاپ
 سے ڈرتا چھوٹے گھر میں اسکی ایسی خاطر داری ہوتی تھی کہ اس نے اندر پاؤں رکھا اور
 ہریالی نے دوڑ کر اس کو گود میں لیا ہاتھ منہ دھلایا بالوں میں تیل ڈالا کنکھی کی
 آنکھوں میں سرمہ لگا یا میوہ مٹھائی اُس کیلئے لگا رکھتی تھی جو کچھ موجود ہو اٹھلایا کھنڈی
 تکہ بند اگر ٹوٹ گیا ہو ٹانگے یا کبھی کبھار کوئی کھلونا منگوادیا آپ پان کھاتی ہوتی تو
 اس کو بھی ٹکڑا بنا دیا آئینہ ہاتھ میں دے دیا کہ دیکھو تو کیا منہ لال لال ہوا ہے۔ بس معصوم
 سائے سائے دن چھوٹے گھر میں کھیلتا اور اگر بڑے گھر میں بلاتے تو روتا اور مچلتا
 ایک دن غیرت بیگم معصوم کا انگڑا کھا قطع کر رہی تھیں کہ لونڈی سے کہا کہ جاؤ اور معصوم
 کو جلدی بلالائیں انگڑا کھا اُس کے قدم سے ناپ لول لیا نہ ہوا دینا ہو جائے۔ لونڈی
 نے چھوٹے گھر میں جا کر معصوم سے کہا چلو میاں بی بی بلاتی ہیں لونڈی کی صورت
 دیکھ کر اور طلبی سن کر معصوم زمین میں لوٹ گیا بہتیرا لونڈی گود میں اٹھاتی ہو نکل نکل
 پڑتا ہے اس کشتہ کشتا میں تھوڑی دیر لگ گئی اور وہاں غیرت بیگم ہاتھ میں کیر لے
 انتظار کر رہی ہیں آخر دوسری کو دوڑایا کہ بسنتی معصوم کو بلانی گئی تھی وہیں مکر رہ گئی

آپ بھی اُس کے ساتھ کھیل میں لگ گئی ہوگی جادوؤں کو پکڑ کے تو لا غیرت بیگم جو بگڑ کر اور خفا ہو کر زور سے بولی تو اپنے گھر میں ہر مالی نے بھی سنا اور اُس نے جلدی سے اٹھ کر معصوم سے کہا آہ بڑی اماں کے یہاں کیسے کیسے ہمارے کپڑے آئے ہیں جلدی بھاگ کر جاؤ کہ ہماری بھی آپن ہو جاتی جائے وہ بڑی اماں بٹھی کہہ ہی نہیں آنکھیں میچیں کون آئے آنکھیں میچیں کون آئے معصوم سامنے گیا تو غیرت بیگم بولی موتے جان بڑی سارے دن خدائی خوار خاک چھانٹا پڑا پھر دیکھ اب تجھ کو کیسے ظالم استاد کے پاس پڑھنے بٹھاتی ہوں کہ تو بھی یاد کرے معصوم میں اپنی چھوٹی اماں کے پاس بھاگ جاؤنگا غیرت بیگم۔ لانا دسپنے میں ایک بڑا سا انگارا کہ اس کسخت ناشدنی کا منہ جلاؤں نگوڑ ابدوں کا بد گندی بونی کا بسا ہند اشور با آخر اپنی اصالت پر گیا کچنی کو تیا بنایا میرے سامنے اگر پھر اُس مُردار کو اماں کہا ہوگا تو جیو بگڑ کر کاٹ ڈالوں گی معصوم یہ سن کر آدھی دور سے پھر اٹھا بھاگ گیا بسنتی چھپے دوڑی بھی مگر اب کس کے ہاتھ آتا تھا ڈوڑھی میں کھڑا ہوا غیرت بیگم کے چڑانے کو پکار پکار کر چھوٹی اماں چھوٹی اماں کہتا تھا اور جلدی غیرت بیگم نے دیکھا تو آڑ میں ہو گیا اور پھر ذرا سی دیر میں سامنے آکر چھوٹی اماں چھوٹی اماں کہنے لگا غیرت بیگم نے دالان میں سے بیٹھے بیٹھے جوتی کھینچ کر ماری مگر وہ ڈوڑھی تک کیا پہنچتی غرض معصوم کو جو دھت لگی تو غیرت بیگم کو اسی طرح گھڑی بھر تک وق کرتا رہا اور پھر چھوٹے گھر میں جا گھسا غیرت بیگم ہر مالی کی ساری باتوں کو بُرائی پر ڈھال لے جاتی تھی معصوم کے ساتھ جو ہر مالی عام ماؤں سے اور خصوصاً غیرت بیگم سے بڑھکا محبت کرتی تھی تو میاں کی خوشامد پر محمول کرنا شاید چنداں بجا نہ تھا مگر ہر مالی کی مخالفت میں غیرت بیگم کے خیالات لیے بڑھے ہوئے تھے کہ اس کا بھی وہ دوسرا ہی مطلب گاتی

تھی اُس کا مقولہ یہ تھا دیکھنا مارا گٹنی کو کسی معصوم کی لٹوٹپو میں لگی رہتی ہے اور جھکے
 یقین ہے کہ وہ ضرور اُس کو مجھ سے ٹڑا کر رہے گی ابھی سے اس کو میری صورت
 سے بے زار کر دیا ہے نہیں تو اتنے بچے ماؤں سے ایک لمحے کے لیے پرے نہیں
 ہٹتے اور معصوم کو تو اگر میں نہ بلاؤں کبھی بھول کر بھی ادھر کا رخ نہ کرے۔ غیرت بگم
 کو تو اُلٹے سیدھے ہر طرح ہریالی کو آلا ہنا دینا منظور تھا۔ معصوم اگر کبھی بیمار ہوتا اور
 چھوٹے بچے اکثر بیمار ہوتے ہی رہتے ہیں تو نصیبیت یہ تھی کہ میاں کی صند کے مارے
 دوا علاج کچھ نہ کرتی اور جو کوئی کہتا تو بگڑ کر جواب دیتی کہ کوئی دکھ ہو تو علاج کروں
 اس کو تو دشمنوں نے کچھ کر دیا ہے اور دشمن کون یہی بھلی گھونسا یہ کیا ہم میں سے کسی
 کو جیتا چھوٹے گی لیکن اگر میرے بچے کا بال ہینکا ہوا تو کوٹھری میں کیا مار ماری تھی
 اگر جان سے مار ڈالوں تو سید کی جانی نہیں اور پھر اُس کے حمایتیوں کو دیکھ لوں گی
 ہریالی عجب پس و پیش میں تھی اگر معصوم کو نہیں آنے دیتی تو کہیں خود جو بے اولادی
 ہے جلتی ہے دیکھ نہیں سکتی۔ اور آنے دیتی ہے تو اس کی ذمہ داری کون کرے کہ بچہ بیمار
 نہ پڑے یا بیمار پڑے تو ضرور اچھا ہی ہو جایا کرے پس ذرا بھی معصوم کا جی ماندہ ہو
 تو ہریالی کا کٹی چلو لو خشک ہو جاتا کہ خدا خیر کرے۔ انتظام خانہ داری کی یہ صورت
 ہوئی کہ آخر اُس کو بھی تو صاحب خانہ کی توجہ و رکار ہو۔ یہاں آپس کی کما سنی تاک
 جھانک لڑائی جھگڑے قصے قصے سے اتنی فرصت ہی کس کو تھی کہ انتظام کی طرف
 متوجہ ہوتا اور فرصت تھی بھی تو دونوں میں شوق نہیں عجب نہیں اطمینان نہیں منگ
 نہیں کس کی بلا کو غرض پڑی تھی کہ یہ دردِ سر مول لے۔ خانہ داری میں سب سے بڑا
 انتظام کھانے کا کہ صبح بھی ہو اور شام بھی ہو سو کھانا کیا یہ حال کہ بٹے گھر میں مبتلا

کبھی پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہی نہیں۔ میاں بی بی میں ناخوشی تو سدھ کی تھی تاہم کھانا دونوں ایک ہی دسترخوان پر کھایا کرتے تھے جس دن سے ہریالی نے الگ گھر کیا غیرت بیگم نے میاں کے ساتھ بات چیت کرنی کیا چھوڑی بات چیت کے ساتھ کھانا اور کھانے کے ساتھ دیکھنا بھالنا کائنات سب کچھ چھوڑ دیا دو چار بار مبتلا نے منہ پھوڑ کر کہا بھی جواب نہ دار دس کھانا تیار ہوتا تو گھر کے نوکروں میں سے کسی نے میاں کا حصہ نکال کر لا آگے رکھ دیا اس بے وقوفی کے ساتھ جو کھانا دیا جاتا تھا تو مبتلا کو اس قدر طیش آتا تھا کہ اگر اُس کا بس چلے تو غیرت بیگم کو کچھ اٹھا کر کھا جائے۔ مگر وہ اپنا خون جگر پی کر چپ ہو رہتا تھا ڈر کے مارے ذرا کی ذرا منہ جھٹلایا اور کھڑا ہو گیا غیرت بیگم خود تو کبھی خبر نہیں لیتی تھی اگر کبھی کوئی نوکر خدا واسطے کو کہہ بیٹھا کہ میاں تو پوری ایک چپاتی بھی نہیں کھاتے تو بولتی اُس مال زادی کے بدون میاں کے حلق سے نولہ کیوں اُترنے لگا اور اُن کو اس گھر کا کھانا کیوں بھالنے لگا۔ غیرت بیگم حلی تن کا مبتلا بدتر حال تھا وہ آپ ہی اپنے دل سے باتیں پیدا کرتی اور آپ ہی اُن کی اُدھیڑ بُن میں دو دو وقت کھانا نہ کھاتی۔ نوکروں نے جو دیکھا گھر والے دو۔ میاں اور بیوی اور دونوں کو کھانے کی طرف مطلق رغبت نہیں یہ لوگ بھی سستی اور بے پروائی اور چوری اور طرح طرح کی خرابیاں کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خرچ تو ڈیوڑھا اور دونوں بڑھ گیا اور برکت آدھی اور پاؤ بھی باقی نہ رہی غیرت بیگم کی طرف تو بہت سویرے سے خاک اُڑنے لگی چھوٹا گھر خیر لوہنی شٹم پشٹم چلا جاتا تھا۔ گھر کی عزت ہوتی ہے مردانے سے اور مردانے کی رونق مردوں سے مردوں کے شوق سے مردوں کے اہتمام۔ مبتلا جس کا کبھی یہ حال تھا کہ ایک دن بالوں میں تیل نہ پڑتا تو اُس کا سر درد کرنے

گلتا دن میں اگر چار مرتبہ گھر سے باہر نکلتا تو چار طرح کی پوشاک پہن کر ایک چیز اگر جگہ سے بے جگہ رکھی ہوتی تو بے چین ہو جاتا۔ فرش پر سلوٹ پڑی دیکھی اور ہاتھ پر بل پڑا۔ آندھی ہوئی تھوڑی دیر ہو کر می ہو چار گھڑی دن ہے گھوٹے کی لڑائی کبھی تاغہ ہونے ہی نہیں می ہر چیز صاف ستھری قیمتی انوکھی۔ یا اب خانہ داری کے جھگڑوں نے اس کو اس قدر عاجزا اور ناچار کر دیا تھا کہ اُس کو اپنے تن میں کا بھی ہوش نہ تھا بال الجھ کر بندہ ہو گئے ہیں کس کو دماغ ہو کہ کنگھی کرے معلوم ہو کہ کپڑے میلے چکٹ ہو رہے ہیں مگر بدلے ہوئے آلکسی آتی ہر چیز بے ٹھکانے پڑی ہر زبان کون ہلائے کہ اُس کو موقع سے رکھو۔ سفید چاندنی دھبے پڑ چکے جاجم بن گئی ہر نوکروں کو توفیق نہیں کہ بدلیں میاں کو خیال نہیں کہ بدلوائیں گھوڑا نسل دلائی جس پر کھٹی پھلتی تھی پٹھوں پر نالی پڑی ہوئی سواری جو ہوئی موقوف تھان پر بندھے بندھے پانچوں عیب نکال لایا بادی نے آدیا یا تاش میں ہوئی کمی اور دانے میں ہوئی چوری تھوڑے دن میں پر تل کا ٹٹو معلوم ہونے لگا۔ سیکڑوں روپے کا اسباب صرف خور اور پرداخت کے نہ ہونے سے کوڑے کی طرح بے قیمت ہو گیا۔ غرض وہ جو لوگ کہاوت کہتے ہیں کہ دو ملا میں معنی حرام۔ دو بیبیوں کی کشمکش میں گھر کی مٹی اسی پلید ہوئی کہ باہر سے لیکر اندر تک نکلت اور مفلسی اور بے رونقی چھا گئی۔ ایک مدت تک غیرت بگیم کی طرف سے انواع و اقسام کو ظلم پہیلی پر سوتے رہے اور بدلہ لینا کیسا اُس کی اتنی بھی مجال تھی کہ اُف کسے نام لے لیکر بچار بچار کر شامنا کر گالیوں کی بچھاڑ برسا رکھی ہو اور کوسنوں کا تار باندھ دیا ہو اور دم بخود مگر کتنا صبر کمان تک برداشت آخر اس کا منہ کھلا تو ایسا کھلا کہ لوگوں نے اپنے اپنے

کال بند کر لیئے۔ برکت۔ رونق۔ فراغت۔ عاقبت۔ محبت۔ مروت۔ سب کچھ غارت ہو ہوا کہ ایک آبرو وہ بھی محلے والوں کی نظروں میں باقی رہی تھی ہر وقت کی ٹھکانہ فصاحت میں بھی گئی گزری ہوئی۔ کجختیں اس بہبودگی کے ساتھ آپس میں لڑتی تھیں کہ گنجلوں قصائٹوں کو مات کر دیا تھا اور دھو ہوں بھٹیاریوں کو شرمندہ غیرت سیکم تو کسی کے قابو کی تھی نہیں مگر ہاں ہریالی کو اگر مبتلا منع کر دیتا تو وہ بیشک باز آجاتی پر غیرت سیکم کی طرف سے مبتلا کو ایسے ایسے رنج پہنچے تھے کہ روکنا کیسا وہ تو کبھی کبھی ہریالی کو اور اشتہار دے دے کر اُس کی آڑ میں اپنے دل کے جلے پھپھو لے پھوڑ لیتا تھا۔ ان لوگوں میں جو باہمی بخشش اور عداوتیں تھیں پہلے چند روز تک دلوں میں رہیں بڑھتے بڑھتے دلوں سے منہ تک آئیں اب اور زیادہ ہوئیں تو پھوٹ کر ایسی ہمیں جیسے کوہِ آتش فشاں کا ملبوہ آگے آگے آپ اور پیچھے پیچھے تباہی اور بربادی :-

تشیسوں فصل ہریالی کا امید ہونا غیرت سیکم کا اس بات کو جانا
اور اپنی ماما خاتون سے اُس کو نکھیا دلو اتنا مقدسے کا کو تو ملی
میں اُس رہونا۔ اور آخر کار ناظر کی تہ سے بجا جانا مگر مبتلا کا والد نکال کر

اتفاق سے ہریالی پڑی بیمار شاموں شام سرد دھویا مری کھانی زکام ہوا بخار آنے لگا چند روز کچھ دھیان نہ کیا بخار تھا کہ چھٹا ہو گیا۔ بلکہ ذرا اکھانسی کی بھی دھک شروع ہو گئی معمولی طور پر چکیوں کے علاج کئے منضج ہوئے سہل ہوئے بخار ہٹے کہ جنبش نہیں کھاتا کھانسی کو اتنا آرام ہوا سمجھو کہ سوکھی سے تر ہو گئی ایک دن بلغم

میں کچھ سُرخ کی سی جھلک دکھائی دی تو تڑو دھوا اور تڑو دھوا کی بات ہی تھی خیال کیا کہ پان کی سُرخ ہوگی مگر پھر ثابت ہوا کہ نہیں خون کی ہے تب تو بتلا بہت گھبرایا غیرتیم کے ہاتھوں سے تو اس کو ایسی ایسی ایذا تیں پہنچی تھیں کہ اُس کے نام رکھ دل بے زار تھا اس کو تھوڑی یا بہت جو کچھ دل بستگی تھی ہریالی کے ساتھ تھی اب جو اس کو خون تھوکتے دیکھا قریب تھا کہ سودا نی ہو جائے۔ شہہ تو بہت دنوں سے تھا کہ ایسا نہ ہو کہیں غیرت بیگم نے کچھ کرکڑا دیا ہو کھانسی کے ساتھ خون کا آنا تھا کہ لقیں کیسا حق لقیں ہو گیا کہ غیرت بیگم نے پون بٹھائی۔ خدا خواستہ ایسا تو پرا نا بخار بھی نہیں کہ سل ہونے کا اندیشہ ہو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سیانے اور بھگت بلائے آئے سب نے اپنے اپنے جادو چلائے مگر کجنت پون کی کچھ اصل جادو کی کچھ حقیقت ہو تو روگ میں کمی مرض میں تھمتہ ہو ضبط کے جادو و دھم کی پون اس کو اتنا سے کون ہریالی کا حال بہت بتلا ہوتا چلا آخر کسی نے صلاح دی کہ سب کچھ تو کر چکے ذرا ڈاکٹر چنبیلی کو بھی تو ایک نظر دکھاؤ۔ ڈاکٹر چنبیلی کا نام اصل میں میس بیلی تھا ولایت سے نئی آئی ہوئی تھی کہ اس نے نواب قید اڑاؤ لہ بہاؤ کے محل میں ایک بڑے معرکے کا علاج کیا تب ہی سے شہر میں اسکی بڑی شہرت ہوئی نواب صاحب کی مجلس میں اسکی چنبیلی چنبیلی پکارتے تھے وہاں کی سنی سنائی اور لوگ بھی چنبیلی کہنے لگے دایہ گری کے فن میں نیت تجربہ کار اور مشاق تھی اور خود بتلا کے گھر میں معصوم اور متول و نوٹ کے ہونے میں بلانی جا چکی تھی ہریالی اور ہریالی کے بیمار در کسی کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ ہریالی کی حالت ڈاکٹر چنبیلی کے علاج کی متقاضی ہو۔ ڈاکٹر چنبیلی کو جب بلا دایا تو غیرتیم سمجھ کر معرفت سابقہ کے لحاظ سے بلا عذر بہت خوشی کے ساتھ فوراً چلی آئی۔ اُس کو

یہاں آکر معلوم ہوا کہ بتلا نے دوسری بی بی کی ہے۔ اس نے بیمار کو دیکھا تو سی مگر بتلا سے کہا کہ مجھ سے اور غیرت بیگم سے دوستی یا بہنا پا تو نہیں ہے پر تم کو معلوم ہے کہ اُن کے دو بچوں کے ہونے میں میں نے اُن کی خبر گیری کی ہے تو تمہاری اس بی بی کا علاج کرنے کو میرا جی نہیں چاہتا اس کو میں خلاف مروت سمجھتی ہوں اور میرے علاج کی چنداں ضرورت بھی نہیں جس حکیم کا علاج کرتے ہو اُن کو صرف اتنا اشارہ کر دینا کہ دو جانوں کی رعایت سے علاج کریں۔ اتنا کہہ کر ڈاکٹر چنبیلی غیرت بیگم کی طرف گئی معصوم اور بتول دونوں کو گود میں لے کر پیار کیا پھر غیرت بیگم سے بولی کہ اگر میں دوسرے گھر میں نہ ہلائی گئی ہوتی تو میں تم سے پوچھتی کہ اس قدر دہلی کیوں ہو تم لوگوں میں مرد دوسری بی بی نہیں کر سکتے اور مرد اور عورت دونوں کے حقوق کو تو لا جائے تو شاید عورت ہی کا پلہ جھکتا ہوا رہے گا پھر بھی مرد اور عورت کا تعلق اس قسم کا ہے کہ بیاہ ہو جانے سے عورت مرد کے بس میں آجاتی ہے نہی سمجھ کر میں نے اپنا بیاہ نہیں کیا اور کر نیکا ارادہ بھی نہیں میں تمہاری حالت پر افسوس کرتی ہوں اور اُس سے زیادہ افسوس اس مجبوری کا ہے کہ مدد کرنے کی جگہ نہیں لیکن اگر کبھی میرا کام آپڑے تو ضرور مجھ کو یاد کرنا غیرت بیگم نے اگرچہ دیہات میں پرورش پائی تھی پر وہ اتنی بھی بے تمیز نہ تھی کہ چنبیلی کے آنے کا اُس کی محبت کا مروت کا ہمدردی کا شکریہ ادا نہ کرتی مگر سوکن کے جھکڑ میں اُس کو کسی چیز کی سُد بدنہ تھی چنبیلی اُس سے بات کر رہی تھی اور یہ اس فکر میں تھی کہ کب چپ کرے اور میں سوکن کا حال پوچھوں۔ غرض غیرت بیگم نے چھوٹے ہی پوچھا کہ کیا دیکھا چنبیلی بولی حکیم کو دھوکا ہوا اس نے پہچانا نہیں کہ یہ عورت چار مہینے ہوئے دوجی سے بیٹھی ہے میں نے تہا کے میاں کو جتا تو دیا ہوا اب بھی

اگر سمجھ بوجھ کر علاج ہوگا تو بچے کو تو میں نہیں کہہ سکتی کیونکہ اُدھر تو ہوئے جُلاب اور اُدھر بخار کی وجہ سے بلین اوپر تلے کھنڈی کھنڈی دوائیں بچے کو سردی نے پکڑ لیا مگر احتیاط کی جائے تو میرے نزدیک بچے والی کو ابھی تک کچھ بُری جو کھول نہیں ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ آدمی فریب شود از راہ گوش ہر یابی نے جو سنا تو اُس کے دل کو اس قدر تقویت پہنچی کہ کیسی دوا اور کس کا علاج گھڑ لوں اُس کا مزاج خود بخود بجال ہوتا چلا یہاں تک کہ یا تو آپسے کروٹ نہیں بدل سکتی تھی یا ایک ہی ہفتے میں چلنے پھرنے لگی۔ یہ تو اٹھ کھڑی ہوئی اور اُس کی جگہ اب غیرت بیگم پڑی۔ غیرت بیگم کا سارا غرور سارا گھمنڈ سارا ناز بے جا اولاد کے پتے پر تھا اب جو اس نے دیکھا کہ سوکن نے اس میں بھی سا بھال لڑا یا تو حقیقت میں اُس کی کمر ٹوٹ گئی اور سمجھی کہ بس اب ہریالی کے مقابلے میں نہیں بنتی اُس کو اس بات کی بُری تسلی تھی کہ ہریالی لاکھ میاں کی پیاری کیوں نہ ہو مگر آخر ہے تو بے اولاد نہ کوئی نام کا لینے والا نہ پانی کا لینے والا کھالے جتنا اُس کی تقدیر میں ہو اور بہن لے جس قدر اُس کے نصیب کا ہے پھر میں ہوں تو میں اور نہیں تو اللہ رکھے اور پردان چڑھاٹے میری اولاد اس خیال سے کبھی اُس نے سوکن کو سوکن مانا ہی نہیں اب البتہ اس کو سوکن کی حقیقت کھلی اور آدمی اور ساری کا سوچ پیدا ہوا۔ چنبلی ایسا کوئی دو تین گھڑی دن چڑھتے چڑھتے آتی تھی اُس کے گئے پیچھے سے جو غیرت بیگم گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھی تو دوپہر ڈھلتے ڈھل گئی مگر اللہ کی بندی نے گردن اونچی نہ کی۔ دو تین بار کھانے کی اطلاع ہوئی مگر اس نے یہی کہہ دیا کہ مجھے جھوک نہیں۔ اس کے گھر میں ایک بہت پرانی نوکر تھی خاتون وہ گھر کی داروغہ تو نہ تھی مگر کبر سنی اور قدیم اُحمد سنی

اور ہوشیاری اور سلیقہ کی وجہ سے گھر کے نوکروں میں سب سے سربرآوردہ تھی۔
 غیرت بگیم کو اُس سے مانوس ہونے کا ایک سبب خاص یہ بھی تھا کہ جس طرح مبتلا نے
 غیرت بگیم پر سوکن کی اسی طرح خاتون پر بھی اُس کے میاں نے سوکن کی تھی غیرت بگیم
 کا تو ایسی باتوں میں بہت جی لگتا تھا خاتون گھڑیوں اپنی سوکن کی باتیں کرتی اور
 غیرت بگیم گریڈ گریڈ کر پوچھتی اور ایک ایک بات کو بار بار کھلواتی۔ پس خاتون نوکر
 کی نوکر تھی قصہ خوان کی قصہ خوان اور بیوی کی ہم درد۔ جب خاتون نے دیکھا
 کہ جس گھڑی سے چنبیلی آئی بیوی کچھ ایسی سوچ میں گئی ہیں کہ پان تک نہیں کھایا
 کھانے کا وقت بھی ٹل گیا تو اُس نے قریب جا کر پوچھا کہ بیوی آج جو تم اس قدر
 اُداس بیٹھی ہو اس کا سبب کیا ہے غیرت بگیم نے نہیں سنا کہ بے غیرت کے
 یہاں بال بچہ ہونے والا ہے ابھی اُس نے کیا اٹھا رکھا ہے بال بچہ ہونے چھپے تو مجھ کو
 اس گھر میں کھڑا پانی بھی نہیں پینے دیگی۔ خاتون۔ بال بچہ ہونا ہوتا تو حکیم
 کیا ایسے اندھے ہیں جُلاؤں پر جُلاب کیوں دیتے۔ غیرت بگیم حکیموں کو دھوکا دے
 اُنہوں نے جانا کھنڈی کھنڈی دو اتیں دی جا رہی ہیں پیٹ میں بادی بھر گئی
 ہے اب چنبیلی نے دیکھا تو بتایا۔ کیوں خاتون بی میں تو سنتی تھی کچنیوں کے اولاد نہیں
 ہوتی کیا میری ہی تقدیر پر ایسے پتھر پڑے تھے کہ مجھ پر کچنی بھی آئی تو آتے دیر نہ ہو
 اور ماں بن جائے۔ خاتون۔ نہیں بیوی کون کہتا ہے کہ کچنیوں کے اولاد نہیں ہوتی
 ہوتی ہے اور نہیں بھی ہوتی کیا تم بھول گئیں میری سوکن کون تھی اصل نسل کی
 کچنی جب میرا میاں اس کو لایا تو خدا جانے نامرادیں مردوں کی آنکھوں میں کیا
 چٹکی ڈال دیتی ہیں وہ جانتا تھا کہ سترہ اٹھارہ برس کی لڑکی ہے چھپے معلوم ہوا کہ چا

بچوں کی ماں تو وہ اُس وقت تھی اور ہمارے یہاں تو بیوی پانچ برس وہ جی میری آئی
 رُوک ٹوک پر سات یا آٹھ دفعہ اُس نے تیاری کی مگر واہ رمی چنیا دانی ہو تو ایسی ہو کبھی
 چوتھا نہ لگنے دیا۔ غیرت بیگم۔ وہ چنیا اب ہے۔ خاتون۔ مدتیں ہوئیں مڑھپ گئی ستر چھتر
 برس کی تو وہ میری سوکن کے وقت میں تھی عینت بیگم۔ پھر خاتون کوئی ویسی ہی تدبیر
 یہاں نہیں کرتیں۔ خاتون۔ بیوی تمہارے یہاں اُفتاد دوسرے طور کی ہے ہم تو عریبا
 آدمی اب بھی ہیں اور تب بھی تھے میاں سات روپے مہینے پر ایک عطار کی دکان
 پر بیٹھتا تھا سامنے تھا اس بیوا کا کوٹھا آدمی تھا وہ بھی طرح دار یہ نامراد اس کے
 سر ہوتی میں بارہ آنے مہینے کرایے پر دینا بیگ خاں کے کڑے میں رہتی
 تھی ذرا سا مکان میرے کیلے دم کا اس میں مشکل سے گزر ہوتا تھا سوکن صاحبہ
 جو آئیں بس میری گود میں بیٹھیں مرد و اکبخت اس طرح کا ظالم کہ گالی دے میٹھنا
 اس کے آگے ایک بات اور بات بات میں مُٹکا اور لات اگر وہ کبھی مجھ کو اور سوکن کو
 آپس میں لڑتے دیکھ پاتے تو دونوں کے ڈنڈے لگاتے۔ سو بیوی اپنی عزت
 اپنے ہاتھ میں لے تو چوں نہیں کی اور ظاہر میں سوکن سے ایسی گھلی ملی رہی جیسے
 سگی بہن پر دل سے تو وہ میری جان کی دشمن تھی اور میں اس کی ایک جگہ کے رہنے
 سننے اور ظاہر کے میل ملاپ ایک یہ فائدہ تو تھا کہ میں جو چاہتی تھی سو کر گزرتی تھی
 اور اس کو یا مرد وے کو شبہ نہیں ہونے پاتا تھا۔ تمہارے یہاں بیوی اول دن
 سے کھلم کھلا بگاڑ پڑے ہوئے ہیں ایسی جگہ کوئی تدبیر چاہنی ذرا مشکل ہے نہیں تو کیا
 بڑی بات تھی چنیا نہیں چنیا کی بہنیں اور بہتری آوردانی کا بھی اس میں کیا کام ایک
 سے ایک دو ابھھ کو اسی معلوم ہے کہ چٹکی بجاتے میں کھڑا پھٹکانہ کھائے۔ غیرت بیگم۔

اے ہے اچھی میری خاتون ایسی کوئی دوا ہو تو ضرور مجھ کو تباؤ خاتون۔ دوا میں تو بہت پر گارٹھے ہیں پینے کے کچھ لیپ ہیں لگانے کے آج کو دوا یہاں بنتی چھنتی ہوتی تو کچھ بھی شکل نہ تھا دوا تو بناتے ہیں اپنے ہاتھوں سے میاں کوئی کرے تو کیا کرے۔ غیرت بگیم۔ پھر تم ہی کچھ تدبیر کا لوگی تو بھلے گی ورنہ میں تو اپنی جان پر کھیلے بیٹھی ہوں اور یہی بات اس وقت میں سوچ بھی رہی تھی خدا مجھ کو تو اُس دن کے واسطے نہ رکھے ہائے کن آنکھوں سے دیکھوں گی کہ اُس کے بچے کھیلے پھر یہ اور کن کا لون سے سنوں گی کہ وہ اماں پکاری جائے تم سے کچھ ہو سکتا ہو تو کرو نہیں تو تم کیلی کیا دنیا دیکھ لے گی کہ جلا ہوا دل بہت بُرا ہوتا ہو اور کسی پر زور نہیں چلتا اپنی جان تو اپنے بس کی ہو جان جائے گی بلا سے۔ غیرت میرا نام ہو نام کے پیچھے جان دوں تو سہی۔ خاتون۔ بیوی خدا کے واسطے تم ایسی باتیں میرے سامنے تو کرو میت سُن سُن کر میرے تو ہوش اُڑے جاتے ہیں جان سی چیز کہاں پائے تم اپنے ننھے ننھے بچوں کا نہ کرو۔ خدا تمہاری سلامتی میں ان کو پر دان چڑھائے الہی تم کو ان کی بہاریں دیکھنی نصیب۔ اور قربان کی وہ نامراد سو کن خدا چاہے گا تو وہی نہ رہے گی ہر اماں ہو تمہاری بلا اور غم کرے تمہاری پاؤں جب خدا نہ کرے تمہاری ہی جان پر آئے گی تو ہم چہ؟ میں بندے جو تمہاری جوتیوں سے لگے ہیں کیا مُنہ دیکھنے کے واسطے ہیں پہلے ہم سب تم پر سے تصدق ہو لیں گے تب جو بات سو بات۔ پر بیوی جو بات تم چاہتی ہو جان جو کھوں کا کام ہو پہلے اپنی جان سے ہاتھ دھو لے تو اس کا بیڑا اٹھائے پھر اس کو چاہیے آدمی دل کا پتلا پیٹ کا گہرا بھروسے کا پورا کہ خدا سزا سنہ کل کلاں کو کچھ ایسی ویسی ہو تو اپنے اوپر چھیل لے جائے اور مالک کو بال بال بچائے سو تہاے گھر میں ہیں

اس ڈھب کا کسی کو نہیں پائی چھوکر یاں ہیں چھوڑی کہ ادھی بات سن پائیں تو ایک ایک کی چار چار دل سے بنائیں اور سارے محلے میں دھوم مچائیں رہ گئیں مائیں نوکریں تو ہر کسی سے کہتے جی لڑتا ہوں اور مجھ اکیلی سے سارا سر انجام ہو نہیں سکتا ایک میرا بھانجا ہے جو سیرکیاں کی جگہ عطار کی دکان پر نوکر ہے اگر وہ گنٹھ جائے تو بس سارے کام آسان ہیں دیکھو میں اُس سے ذکر کرونگی پر بیوی تم اپنی جگہ بھی سمجھ لو میری تو اگر جان بھی تمہارے کام آجائے تو دریغ نہیں میں نے تمہارا منک کھایا ہے اور میں اب نیا میں جی کر بھی کیا کروں گی بہتیرا جی چکی پر میرا بھانجا بال بچہ دار آدمی ہو عمر بھی کچھ اس کی ایسی بہت نہیں اس کو تو کچھ ایسا ہی بھاری لپچ دیا جائیگا تو شاید وہ اس کام میں ہاتھ ڈالے تو ڈالے غیرت بیگم۔ مجھ کو تو اگر کوئی کھڑا کر کے بیچ لے تو بھی عذر نہیں پر کسی طرح اس عذاب سے چھٹکارا ہو۔ خاتون۔ بیوی دیکھو خیرا میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں کسی کو کالوں کاں خبر نہ ہو نہیں تو سارے گھر پر آفت آجائے گی۔ غیرت بیگم۔ خیر میرا دم نے کیا مجھ کو ایسا نادان سمجھ لیا ہو میں خود سمجھتی ہوں کہ بڑے اندیشے کی بات ہے مجھ کو اپنے دونوں بچوں کی جان کی قسم کیا جاوے کہ منہ تک بات آجائے۔ خاتون۔ بس تو بات کو اپنے ہی تک رہنے دو جب سب ٹھیک ٹھاک ہو جائیگا تو میں تم کو آپ خبر کر دوں گی اور میں تم کو یہی صلاح دیتی کہ مل جاؤ کیونکہ ملاپ میں خوب کام نکلتا ہو مگر ملو نہیں تو یہ ہر وقت جھگڑا بکھیرا تو موقوف کرو ورنہ کرے گا کالا چور اور پکڑے جائیں گے تمہارے دشمن بُرا چاہنے والے خاتون کے سمجھانے بچھانے سے غیرت بیگم نے باوجودیکہ ناوقت ہو گیا تھا منگو کر کھانا کھایا اور وہ جو سارے سارے دن ہریالی کا جھکڑ لگا رہتا تھا وہ

بھی بند ہوا۔ آدمی لاکھ چھپاٹے پردل کی کپٹ بے ظاہر ہوئے نہیں رہتی لوگ جو چوری یا دوسرے جرموں کے مرتکب ہوتے ہیں اپنے پندار میں بڑی بڑی پیش بندیاں کرتے ہیں اور آخر کو وہی پیش بندیاں ان کو رسوا اور فضیحت کراتی ہیں۔ یا تو تمام تمام دن دنوں سوکنوں کی لڑائی کا ایک غل پڑا رہتا تھا یا ایک دم سے ہوا سا تھا تو غیرت بگیم اور خاتون کے سواے سبھی کو حیرت تھی کہ دلوں میں ایسی کیا نیکی خدا نے ڈالی کہ آپسے آپ لڑتے لڑتے ٹرک گئیں۔ باوجود دے کہ خاتون نے سمجھا دیا تھا کہ جب سب ٹھیک ٹھاک ہو جائیگا تو میں تم کو خبر کر دوں گی مگر غیرت بگیم کو اتنا صبر کہاں تھا اس نے تو اگلے ہی دن سے خاتون کی جان کھانی شروع کر دی۔ کیوں بی آب کب ہو گا کیا دیر ہے۔ کاہے کا انتظار ہے۔ آئے ہے کبھی ہو بھی چکے گا یا نہیں۔ بس اب خاک ہو گا۔ تم کو نہیں کرنا منظور تھا تو مجھ کو اس کیوں دی تھی۔ سخی سے سو م بھلا جو تڑت فٹے جواب۔ آخر جب تقاضا حد سے گزر گیا تو ایک دن خاتون نے کہا لو بیوی خدا نے مجھ کو تم سے سرخ رو کیا اب کہیں اتنے دنوں میں جا کر بڑی مشکل سے معاملہ طے ہوا میں تو سمجھتی تھی خدا جا بنے سرے سے ہامی بھی بھرے یا نہ بھرے اور بھرے تو دس ہزار مانگے یا پندرہ ہزار مانگے پر ماشار اللہ قیمت تمہاری بڑی زبردست ہے سستا چک گیا ایک ہزار روپیہ پہلے اور پھر چپ چپاٹے خاطر خواہ کام ہوئے چھپے ایک ہزار اور جو خدا نکرے کہیں کھل کھلا پڑے تو دو ہزار۔ غیرت بگیم تو کہہ ہی چکی تھی اگر مجھ کو کوئی کھڑا کر کے بیچ ڈالے تو بھی عذر نہیں سننے کے ساتھ لگی ہاتھوں سے سونے کے ٹھوس کڑوں کی جوڑی اتارنے لگاتے ہیں خاتون بولی بیوی کڑے مت دو میرا جی کڑھتا ہے ننگے ہاتھ بڑے لگیں گے اور لوگوں میں بھی پرچول پڑے گی بلکہ جتنا گناہم پہنچے

رہتی ہو اس میں سے کچھ بھی مت دو غرض جس جس طرح خاتون کہتی گئی کچھ نقد و جنس ملا کر ہزار پورے کر اس کے پلے باندھے۔ ہزار معجل اور ہزار متعجل کے بدلے خاتون نے یہ کار نمایاں کیا کہ چوہوں کے بہانے سے تھوڑی سنکھیا بھانجے سے مانگ لاتی دونوں گھروں میں دودھ کا راتب بندھا ہو اٹھا گھوسن بڑے سویرے آتی اور سب سے پہلے یہیں کا راتب لاتی۔ خاتون انڈھیرے منہ اٹھ مردانے میں جا بیٹھی جوں گھوسن نے پاؤں اندر رکھا کہ خاتون نے اُس سے لڑنا شروع کیا کہ سارے دنیا میں حلوائی ہوئے گھوسی ہوئے دودھ میں پانی ملائے ہیں یہ کہیں سے بے چاری آنکھی گھوسن نکلی کہ پانی میں دودھ ملا کر لاتی ہو پر سوں کھیر پکی کسی نے منہ پر نہیں رکھی کل جوں چاہا کہ سوپوں میں ڈالیں نیلا نیلا سوٹ پانی۔ ہر روز بیوی کو ہم کوٹوں پر خفا کر داتی ہے لائیری ہنڈیا بیوی کو لے جا کر دکھاؤں تب تو انہیں یقین آجیگا غرض زبردستی گھوسن کے ہاتھ سے ہنڈیا چھین ڈلوڑھی میں لے گھسی اور سنکھیا کی پڑیا دودھ میں گھول ہنڈیا گھوسن کو پھیر دی کہ بیوی کہتی ہیں میرے پاس حرام کا پیسا نہیں ہے جادو رہا اب میرے گھر دودھ نہ لانا۔ برسوں کی لگی ہوئی گھوسن اور روز کا راتب اس طرح ملونی کرتی تو اتنی مدت کیونکر بھتی بے چاری رو نکھی اور کھسیانی ہو کر خاتون کا منہ دیکھنے لگی اور چھو لے گھر کی ماما کو آواز دے بھری ہنڈیا اس کے حوالے کی کہ بڑی بی بی نے تو آج کٹی برس کے بعد جواب دیا چھوٹی بی بی بھی اگر دوسری گھوسن نکالیں تو میری ہر روز صبح سویرے کی اتنی دور کی رٹ بچے۔ ہر یالی نے دیکھا تو دودھ ہر روز جیسا گاڑھا اور چکنا اس کے جی میں آگیا کہ میاں کئی بار فیرونی کی فرمائش بھی کر چکے ہیں لاؤ آج قلفیاں جادیں

اس کو مرنا نہیں چاہیے غرض نکھیا کے توڑ کا جو تریاق انگریزوں کے یہاں ہوتا ہو اور تفلے دنیا شروع کیا۔ اگلے دن صبح ہوتے ہوتے بیمار کی طبیعت کچھ سنبھلی آخر لوٹ پیٹ کر اچھی تو ہوئی مگر کچھ ایسا روگ لگ گیا کہ جب تک زندہ رہی مارے دھڑکن کے بے چاری کو ساری ساری رات میٹھے گزر جاتی تھی۔ اُدھر سرہابی کے یہاں جس جس جانور نے ذرا سی فیرینی کھائی تبھی کی تو موت آئی ہریابی اپنے اس کنبے کے سوگ میں تھی کہ کوئی چار گھڑی دن رہتے رہتے تو کو توالی کے لوگ مردانے میں آہر پکڑ دھکڑ ہونے لگی فیرینی کی قلفیاں اور مرے ہوئے جانوروں کی لاشیں کو توالی والوں نے فوراً ہسپتال کو ڈاکٹر کے پاس چلتی کیں اور گے اپنے دستور کے مطابق ایک ایک کو الگ لے جالے جا کر پوچھ گچھ کرنے غرض چھ گھڑی رات کی توپ نہیں چلی تھی کہ کو توالی والوں نے سارا مقدمہ مرتب کر لیا محلے والوں نے اظہارِ غم کیے کہ دونوں گھروں میں ہر وقت کو سُم کاٹا رہا کرتی تھی اب ہفتے عشرے سے امن ہے۔ گھوسن نے بیان کیا کہ میں مدینے دونوں گھروں میں دودھ کا راتب لاتی ہوں کبھی کسی نے دودھ کو بُرا نہیں بتایا کل خاتون نے پہلے پہل مجھ سے کہا کہ تیرے دودھ میں ملوٹی ہوتی ہے اور ہنڈیا میں سے لے ڈیوڑھی گھس گئی اور پھر اُلٹے پاؤں ہنڈیا لے کر باہر آئی کہ بیوی نہیں لیتیں میں نے وہی ہنڈیا جوں کے تول چھوٹے گھر میں بھیج دی دونوں گھروں کی ماماؤں نے ایک زبان گواہی دی کہ گھوسن نے دودھ کبھی بُرا نہیں دیا حکیم عطار نے تصدیق کی کہ میری دکان پر خاتون کا بھانجا بیٹھتا ہے اور جس وقت میں دکان پر نہیں ہوتا وہی جیتا کھوتتا ہے اور میری دکان میں نکھیا بھی رہتی ہے مگر میری سخت تاکید ہے

کہ دیکھو سنکھیا۔ گچلا۔ جال کوٹا شیخرف۔ پڑتال۔ بچپانگ۔ دھتورا۔ اس قسم کی چیزیں
 اُن جان آدمی کے ہاتھ مت بچپان ان چیزوں کی فروخت کا حساب کتاب میں کیا
 شہر میں کوئی عطار بھی نہیں رکھتا۔ خاتون کے بھانجے کو بلوایا بہتیرا ڈھونڈا
 اتفاق سے اُس وقت نہیں ملا بلکہ کوٹوالی والوں کو شبہ ہوا کہ کمیں خبر پا کر روپوش تو
 نہیں ہو گیا۔ بس اسی کے آنے کی کسر رہ گئی ورنہ مقدمہ اُسی وقت لکھا پڑھی ہو کر
 چالان ہو جاتا۔ گھر کے نوکروں میں خاتون ذرا سب سے زیادہ معزز تھی اور ڈیوڑھی
 تنک بھی بہت ہی کم آتی جاتی تھی کوٹوالی والوں کو ہوتا تھا کہ اس کو دوسرے
 نوکروں کی طرح باہر بلوائیں یا آپ ڈیوڑھی کے پاس جا کر اُس سے پوچھ پاچھ کر لیں
 اتنے میں تو سیدنا ظہیر پا کر آ موجود ہوئے اگر ناظر ذری دیر اور نہ آئے تو خاتون
 کی کیا اصل تھی کوٹوالی والے تو اُس کے اچھے سے قبول کر دیتے بلکہ وہ تو اس
 فکر میں تھے کہ اپنی طرف سے کسی عورت کو اندر بھیجا کر خود بیگم صاحب کی مزاج پر سی
 کریں۔ ناظر کا آنا تھا کہ مقدمے کا رنگ بدل گیا کوٹوال نے مناسب سمجھا کہ رات
 گئی ہے زیادہ اس وقت تحقیقات کو ملتوی کیا جائے فیرینی کی قلفیاں اور مے ہوئے
 جانوروں کی لاشیں یہی دو بڑے ثبوت تھے سودوولوں ہمارے ہاتھ میں ہیں اب
 ناظر نہیں ناظر کے باپ بھی قریب سے اٹھ کر آئیں تو کیا کر لیں گے ماما کے پیٹ میں سے
 سنکھیا نکل چکی ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ اتنے سارے جانور سب سنکھیا سے
 مرے اور فیرینی میں سنکھیا موجود ہے رہ گئی یہ بات کہ سنکھیا دی تو کس نے دی سو نہ
 دولوں سوکنوں سے انکار ہو سکتا ہے اور نہ دولوں کی عداوت ہے۔ زہر خورانی کا مقدمہ
 اس سے زیادہ اُور کیا صاف ہو گا۔ صاحب مجسٹریٹ کوٹوالی کے چالان

کئے ہوئے مجرم اکثر چھوڑ دیا کرتے ہیں اور اُن کو کو توالی کے ساتھ خدا واسطے ایک
 صدی آٹری ہی لیکن اگر اس مقدمے کو بگاڑا تو علم کی قسم صاحب سپرنٹنڈنٹ کو سمجھا کر
 صدر کو ایسی رپورٹ کراؤں کہ جواب دیتے نہ بن پڑے اور میاں ناظر کو بھی وکالت کا
 بڑا گھمنڈ ہے بڑی مدت میں اونٹ پہاڑ کے تلے آیا ہے دیکھیں تو اب ٹیکورٹ
 کی کون سی نظیر پیش کر کے بہن کو بچاتے ہیں۔ غرض کو تو وال خاتون کو ناظر کے سپر
 کروالہ نامہ لکھوا گھوسن کو ساتھ لے چلتا ہوا اور سپدھا پہنچا صاحب سپرنٹنڈنٹ
 کے پاس اور اُن کو مقدمے کی روداد سمجھا کر کہا کہ مقدمہ ہے سنگین اور مجرم عورتیں
 پردہ نشین سیدناظر کوئل کا نام حضور نے سنا ہوگا اصل میں اُن کی بہن نے سوکن
 کو زہر دلوایا مگر وہ اتفاق سے بچ گئی کل حضور بھی موقع واردات تک چلیں
 ورنہ وکیل صاحب بڑے شورہ پشت اور ثقہ بد معاش ہیں ہم لوگوں کے قابو
 میں آنے والی اسامی نہیں۔ ادھر ناظر بہن پاس گیا تو دیکھا کہ ماسے ہول
 کے دست پر دست چلے آرہے ہیں دیکھتے کے ساتھ ہوش ہی تو خطا ہو گئے او
 سمجھا سب سے بڑا ثبوت تو خود ان کی حالت ہے آخر بہن سے اتنا کہا کہ بٹے بھاٹی نے
 تم کو اس قدر ڈرا دھمکا دیا تھا مگر تم نے نہ مانا اور دل کی بودی طبیعت کی کچی ہمت
 کی ہڈی تھیں تو ایسے کام پر تم کو جرات کیونکر ہوئی بس اب تین پہرات اور ہر صبح
 ہوئی اور ہتھاری ڈولی کو توالی چلی بھاٹی کے منہ سے اتنی بات سن غیرت بیگم کو اور
 تو کچھ نہ سوچھا بہت دن ہوئے تو لہ بھرا فیون منگوا کر صندوقے میں رکھ چھوڑی
 تھی دوڑی دوڑی کو بھڑی میں جا صندوقچہ کھول افیون کا گولا نکل اوپر سے بھرا
 کٹورا پانی کا پی لیا۔ بتوں کی اتنا کو یہ حال معلوم تھا کہ انہوں نے صندوقچے میں افیون

چھوڑی ہے دالان کے ایک کونے میں بیٹھی ہوئی بھائی بہن کی باتیں سن ہی تھی بیوی کو جو اس طرح گھبرا کر اندھیری کو بھڑکی میں جاتے ہوئے دیکھا جلدی سے بتوں کو چارپائی پر ٹپا پٹیتی ہوئی بھاگی کہ امی ہے خاک پڑے اس جھگڑے پر لو اب تو دشمنوں کو ٹھنڈک پڑی وہ بیوی نے افیون کھالی۔ اتنے میں تو غیرت بیگم بھی کو بھڑکی سے یہ کہتی ہوئی نکلی کہ بھائی تم کچھ تردد مت کرو میں بُری تھی بُری سے خدا نے تم سب کا پیچھا چھڑا یا صبح تک میں ہی نہیں رہوں گی کو تو ال کو اختیار ہی میرا مردہ لے جا کر کو تو الی میں دفن کرے۔ زہر خورانی کا ایک مقدمہ تو قائم تھا ہی اقدام خودکشی کا دوسرا اور ہوا۔ معصوم اور بتوں دونوں بے خبر پڑے سوتے تھے غیرت بیگم نے توں کو گود میں لے کر پیار کیا اور دونوں کو گلے لگا کر ایسی پلک پلک کر رونی کہ گھر میں قیامت برپا ہو گئی۔ ناظر نے جو بہن کا بلبلانا دیکھا اور ساتھ ہی خیال آیا کہ بس یہ بھی دنیا میں بھڑکی دیر کی مہمان اور ہی پھر کہاں ہم اور کہاں بہن اس کے سر پر ایسا جنون سوار ہوا کہ نہ پکارا نہ گنڈمی کھڑکھڑائی نہ دستکے دی نہ اجازت لی نہ اٹھا سیدھا چھو لے گھر میں جا گھسا دونوں میاں بیوی سر جوڑے بیٹھے ہوئے خدا جانے کیا صلہ صحت کر رہے تھے مبتلا نے آہٹ پا کر دور سے ڈانٹا اس آس کیا بد تمیزی ہو اندھے ہو تم کو معلوم نہیں کہ پردہ ہی اس مرتبہ بہن کو مداخلت بیجا کی نالش پر آمادہ کرتے تھے اب یہ مداخلت بیجا نہیں ہے۔ ناظر۔ اللہ سے تیرا پردہ نونٹو چوہے کھا کے بلی جج کو چلی یہی نالائق پردے والی بنی تو پردے والی نے افیون کھائی اور دنیا جہاں سے روپوش ہونے کی تیاری کی۔ مبتلا۔ اکھبر اللہ خس کم جہاں پاک مگر ذرا تم خیریت چلتے پھرتے تو تظاؤ۔ سامنے سے پے پٹتے ہو

یامیں اُنھہ کر تم کو رستہ دکھاؤں۔ مبتلا کا اتنا کہنا تھا کہ ناظر یا تو صحن میں تھا یا مبتلا کی چھاتی پر۔ پھر تو دونوں میں خوب گشتی ہوئی۔ ناظر دیہات میں پیدا ہوا دیہات میں پلا ہا تھا پاؤں کا ٹھلا۔ گٹھیلہ۔ برسوں اکھاڑے کا لڑا ہوا بستیوں داؤ یا د۔ پچاسوں گھاتیں معلوم سیکڑوں پیچ رواں اور اب تک بھی دو وقتہ ڈنڈا مگر کبھی اس نے ناغہ نہیں ہونے دیئے۔ مبتلا بے چارے نازنین تیر بھوپا مرزا ہمین ناظر نے وہ وہ چٹنیاں دیں اور ایسا ایسا رگڑا کہ آنکھیں نکل نکل پڑیں اور سانس اوپر کا اوپر اور نیچے کا نیچے۔ مبتلا کے پاس بھکیتی بھکتی کل جمع تین حربے چٹکیاں لینا تو خیا کاٹنا سوناظر کی پھرتی کے مقابلے میں ایک بھی کارگر نہ ہوا۔ مبتلا کو اگر معلوم ہو کہ یہ کبخت چھوٹا کھوٹا چھپا رستم ایسے غضب کا بچھا ہوا ہے تو کبھی بھول کبھی اس سے دوڑ نہ ہو مگر اس کی تقدیر میں تو دو وہیدیاں کر کے ہر طرح کی مصیبت اٹھانی تھی چھوٹا سمجھ کر اُس کو ایک دانٹ بتائی بیٹھے بٹھائے اور اپنی شامت لوائی۔ ہریالی نے جب دیکھا کہ میاں کو ناظر گنبد کی طرح اُچھالے اُچھالے پڑا پھرتا ہے یہاں سے اٹھایا اور وہاں دے مارا اور اُدھر سے اُچھالا اُدھر لایا ایسی دہشت دل میں سمائی کہ اُس کا حمل جس کے سبب سے اتنا سارا فساد ہوا ساقط ہو گیا۔ ناظر کیا مبتلا کو جیتا چھوڑتا وہ تو خدا کا کرنا عین وقت پر سید حاضر آہنچے دیکھا تو گھر میں مجموعہ تعزیرات ہند پھیلا پڑا ہے مگر کیا قائم مزاج آدمی تھا آتے کے ساتھ سب سے پہلے تو ناظر اور مبتلا کو چھڑا یا پھر نمک ڈال بھر بھر لوٹے گرم پانی غیرت بگیم کو پلانا شروع کیا غیرت بگیم اس طرح کی ضدی عورت تھی کہ اگر ساری دنیا ایک طرف ہوتی تو گرم پانی کا کٹورا منہ کو نہ لگانے دیتی مگر کچھ تو بڑے بھائی کا لحاظ

اور ادھر چپکے سے کسی نے کان میں جھجک کر کہہ دیا کہ مبارک ہو ہریالی کا حمل تو کر گیا
 بے عذر خوب ڈکڑکا کر پانی پی لیا پانی کا حلق سے اترنا تھا کہ استفراغ ہوا اور استفراغ
 کے ساتھ کھٹ سے افیون کا گولا سموچے کا سموچا نکل کر الگ جا پڑا اور ہریالی کی
 خدمت کے لئے دوہری دوہری دائیاں بلوائیں اور پھر مبتلا اور ناظر دونوں کو ساتھ
 لے جا کر بیٹھا کہ ہر چند تم دونوں کی طبیعتیں اس وقت حاضر نہیں اور سچ تو یہ ہے کہ مہراج
 میرا بھی ٹھکانے نہیں مگر میں دیکھتا ہوں تو ادھی رات ڈھل چکی ہے صرف سواپہر کی
 مہلت ہر سامان تو بے قسمتی سے ایسا جمع ہوا ہے کہ اب آبرو بچتی ہوئی نظر نہیں آتی اور
 جب آبرو پر مبنی تو سب سے پہلا شخص جو جان دینے میں دریغ نہ کرے میں ہوں دیکھو تو کتنے
 آدمی ہم لوگوں کے ملاقاتی ہیں مگر ہمدردی اور مدد تو درکنار مرد و عورت کوئی آکر بھی
 جھانکا سچ کہا ہے گاڑی پھر آشنائی کام کی نہیں اور رتی بھرنا تا کام آتا ہے بڑے سخت
 افسوس کی بات ہے کہ جب نالتے سے کام لینے کا وقت آیا تو تم لوگ آپس ہی میں لڑنے
 لگے جھجج پر تم دونوں میں لڑائی شروع ہوئی میں سب سن چکا ہوں تم میں سے کسی کو
 مجھ سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہیے کہ میں ایک کو ملزم ٹھیراؤں اور دوسرے کو بری
 جس طرح تالی ایک ہاتھ سے نہیں بچتی اسی طرح لڑائی کبھی ایک کے لڑنے سے نہیں
 لڑی جاتی میں تم دونوں کو برابر الزام دیتا ہوں لیکن رشتہ داروں میں اگر کسی بات پر توجہ
 بھی ہو جاتی ہے تاہم ان کے خون ملے ہوئے ہیں ہ ظاہر میں جدا ہیں اور باطن میں ایک
 غیرت بیگم کا افیون کھا لینا سن کر مبتلا بھائی کو منہ سے اچھ لٹکہ دینا بہت آسان تھا
 لیکن جب غیرت بیگم کی مدت حیات پوری ہو اور خدا کرے کہ مبتلا بھائی اس کو اپنے
 ہاتھوں سے مٹی دیں تو دنیا میں سب سے بڑھ کر سچ کے کہنے والے بھی یہی ہوں گے

گھر کس کا برباد ہو گا ان کا۔ اولاد کس کی بے ماں کے ماری ماری پھر گی ان کی۔ کنبے والوں کا میل ملاپ کس سے چھوٹ جائیگا ان سے۔ بھلے مانوں میں جو خانہ داری کی ساکھ ہوتی ہو جیتی تہذیبی عزت وہ کس کی جاتی رہے گی ان کی۔ اس میں شک نہیں چھوٹی بھانج کی وجہ سے دلوں میں بڑے فرق پڑ گئے ہیں اور بڑے ضرور تھے مگر پھر بھی غیرت سلیم کی ناموس کا پاس ہم کو چھٹا نک بھر ہو گا تو مبتلا بھائی کو سیر بھر۔ میں جانتا ہوں کہ مبتلا بھائی بڑے ضبط کے آدمی ہیں مرنے سے نہیں کہتے مگر ان کے تلواروں سے لگی ہے ناظر کیا کوئی تم سے خیر کی توقع کرے گا جب تم ایسی مصیبت میں مبتلا بھائی کی مدد نہ کرو ہزاروں مقدموں میں تم بہ طبع صلہ پیروی کرتے ہو اس ایک مقدمے میں صلہ رحم کو صلہ سمجھو اور میری خاطر سے اپنی بہن کی خاطر سے بھانجا بھانجی کی خاطر سے غصے کو تھوک کر بچاؤ کی کوئی صورت نکالو اور تم مبتلا بھائی از برائے خدا رحم کرو اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں پر بزرگوں کے نام پر خاندان کی عزت پر۔ تم کو معاملات مقدمات کا کبھی اتفاق نہیں پڑا کو تو الی والے مدت سے تم پر دانت لگائے بیٹھے ہیں خدا جانے کس بلا میں تم کو پھنسا دیں گے۔ ناظر تمہارا خرد ہو اگر اس نے بے تیزی کی تو بہت بڑا کیا جھک مارا میں اس کی طرف سے معذرت کرتا اور تمہاری ٹھوڑی میں ہاتھ ڈالتا ہوں جانے دو معاف کرو۔ اس کے بعد ناظر کو پکڑ کر مبتلا کے پیروں پر گرایا اور ناظر اور مبتلا دونوں کو گلے لگوا یا وہ دونوں بھی ایک دوسرے سے ملکر روئے حاضر بہن کی تباہی کا تصور کر کے مغرم تو پہلے سے تھا اب ان کو روتا ہوا دیکھ کر آپ بھی روئے لگا۔ جب سب کے دلوں کی بھڑاس نکل چکی تو حاضر نے ناظر سے پوچھا کیوں بھائی اب کرنا کیا چاہتے۔ ناظر خیر اب آپ فرماتے ہیں اور آپا کا قدم درمیان

میں ہر تو میں اس مقدمے میں ہاتھ ڈالتا ہوں مگر مبتلا بھائی نے آج اس رنڈی کے سامنے (آپ بڑا مانیں یا بھلا مانیں میں تو اس کو ساری عمر بھاوج کمنے والا نہیں) ایسا ذلیل کیا ہے کہ میں اس رنج کو کبھی بھول نہیں سکتا جب آپ نے میرے بیٹھے پر افیون کھائی تو میں گھبرا کر اس غرض سے ان کے پاس دوڑا ہوا گیا تھا کہ ہم دونوں ہم صلاح ہو کر تدبیر کریں۔ انہوں نے مجھ کو دروازے میں سے دیکھ کر اس طرح دھکا دیا کہ کوئی کتے کو بھی نہیں دھکا دیتا مجھ کو رہ رہ کر غصہ آتا ہے کہ انھوں نے تو شرم و حیا سب کو بالائے طاق رکھ دیا اب آپ کے سامنے منہ کھلواتے ہیں کل کی بات ہے کہ کہنی لائن جو آج بڑا لمبا چوڑا پردہ لگا کر بیٹھی ہر بے اختیار جی چاہتا ہے کہ مارے جوتیوں کے بد ذات کے سر پر ایک بال باقی نہ رکھوں) ٹکے ٹکے پر ماری ماری پڑی پھرتی تھی اور کوئی اس پر تھوکتا بھی نہ تھا ان ہی سے پوچھئے کہ کئے بائیس کریاں اسکا مجرا ہوا جب آتی تھی ڈیوڑھی میں سے فراشی سلام یا اب اس کو یہ بھاگ لگے ہیں کہ ہمارے سامنے ہونے سے اس کی بے پردگی ہوتی ہے عزت بنائے سے نہیں بنتی بلکہ خدا داد چیسے آج تو یہ بڑے نشین بنی کل کو سیدانی بن کر چاہے گی کہ ہماری ماں بہنوں کے ساتھ بیوی کی صحت کھاٹے پرسوں اس کے بال بچے ہونگے اور کہے گی کہ سیدوں میں رشتہ ناتا کرتی ہوں تو کوئی بھلا مانس اس کو جائز رکھے گا۔ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں سب ہماری آپا کا صبر پڑ رہا جو اور ابھی کیا ہے یہ منظر تو مبتلا بھائی کو ایسے ناچ بچاتے گا کہ ہر مالی کو ساری عمر ایسا ناچ ناچنے کا اتفاق نہ ہوا ہو گا۔ ناظر تو باتوں باتوں میں گرم ہوتا جاتا تھا اور مبتلا کے چہرے پر ہواٹیاں اڑ رہی تھیں کہ اگر آپ کے پھر کہیں یجن لپٹ پڑا تو ہڈی سپلی ایک کر کے رکھ دے گا۔ حاضر کے بیٹھے کی اگر ڈھارس نہ ہو تو قریب تھا کہ مبتلا کی کھجکی

بندھ جائے بارے حاضر نے کہا بھائی ناظر یہ تو تم پھر بگاڑکی سی باتیں کرتے ہو یہ
 سچ ہے کہ مبتلا بھائی کی نادانی نے سارے گھر کو تہ و بالا کر دیا مگر یہ بھی تو نہیں ہو سکتا کہ ہم
 غیروں کی طرح دور کھڑے ہوئے تماشا دیکھیں۔ ناظر یہ تو میں نے وہ حقیقت بیان
 کی جو میرے دل میں تھی رہ گیا مقدمہ اُس سے آپ اطمینان رکھیے۔ مبتلا بھائی کو روپیہ
 تو بہت خرچ کرنا پڑیگا ایسا کوئی پانچ چھ ہزار مگر خدائے چاہا تو ان پر اور ان کے طفیل
 میں ہریالی پر کوئی گزند نہیں آنے پائیگا۔ اس وقت تک مبتلا کو مقدمے کی واقعی و دوا
 اور کوتوالی کی تحقیقات سے اپنی اور ہریالی دونوں کی طرف سے پورا اطمینان تھا اور
 دونوں اپنی جگہ خوش تھے کہ چاہ گن را چاہ درپیش نہ کیا دی اسی غرض سے کہ ہم دونوں
 کھائیں اور مر کر رہ جائیں خدا کی قدرت ہم دونوں کے منہ پر رکھنے کی بھی نوبت
 نہیں آئی اور اوپر ہی اوپر ماما کے بیٹے نے جاسر کار میں خبر پہنچائی اب لینے
 کے دینے پڑے غیرت بیگم کو پھانسی ہو تو پھانسی در نہ عمر قید میں تو شک ہی نہیں چلو
 سستے چھوٹے اور روز کا ٹمٹاٹما۔ ناظر کے منہ سے یہ کلام سن کر کہ پانچ چھ ہزار روپیہ
 خرچ کر دو تو تم پر گزند نہیں آنے پائیگا مبتلا تو حیران ہو کر اس کا منہ دیکھنے لگا اور بے اختیار
 بول اٹھا کیوں صاحب لٹا چور کو تو ال کو ڈانڈے مجھی کو زہر دیا جائے اور میں ہی گزند
 سے بچنے کے لئے پانچ چھ ہزار روپیہ بھی خرچ کروں کیا انگریز کی عملداری میں یہی نصیحت
 ہے۔ ناظر ہوش کی بناؤ تماش مینی اور شڑ ہے اور مقدمہ کی باریکی کو پہنچا کچھ اور چسپے
 تم کو اتنا تو معلوم نہی نہیں کہ معاملہ کس کو کہتے ہیں اور مقدمہ کس جاؤر کا نام ہے۔ میں
 تو زبان دے چکا ہوں اور بد عہدی کسی شریف آدمی کا کام نہیں اس لئے چندتہ کی
 باتیں تم کو سمجھا تا ہوں۔ کوتوالی کی تحقیقات کو تو عدالت میں کوئی پوچھتا تک نہیں دوا

وہی محتسب جو عدالت کی مثل میں ہو کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کو توالی کے لوگ بانی پوچھ چکے
 کے سوا کسی کا اظہار تک قلم بند کر نہیں سکتے۔ اصل بات یہ ہے کہ پہلے کو توالی اور فوجداری
 ایک تھی جب یہ لوگ لگے اظہار کارگزاری کیلئے ہر واردات بے سرائع کے لئے مجرم
 بنانے اور اصل مجرموں سے سازش کر کے بیگناہوں کو ناحق پھسائے تو سرکار نے
 کو توالی اور فوجداری کو الگ کر دیا۔ اب تو کو توالی کو کٹنا ہی اختیار ہے کہ جس کو اپنے
 نزدیک مجرم سمجھیں حاکم عدالت کے پاس چالان کر دیں۔ حاکم عدالت مدعی اور مدعا علیہ
 گواہوں کے اظہار قلم بند کرتا ہے اور اپنے یہاں کی روداد پر سزا یا رہا کرتا ہے کو توالی
 والے ان اپنا پ جس کو کپڑا پاتے ہیں چالان کر دیتے ہیں عدالت میں گئے اور رہا
 ہوئے اور ہمارے صاحب محبٹریٹ کو توالی سے اس قدر بدظن ہیں کہ محبٹریٹ کا
 اجلاس کتے بچے پورا برس نہیں ہوا اتنے ہی دنوں میں کو توالی والوں سے جلیانہ
 بھردیا غرض کو توالی اور ان کی تحقیقات کی تو کچھ بھی حقیقت نہیں اب رہ گئی مقدمہ کی
 روداد سوائس کا حال یہ ہے کہ نکمیا تو حقیقت میں پکڑی گئی ہر بای کے یہاں پس علیہ
 اول ہوئی ہر بای اور پہلے اسی پر اشتباہ کیا جائیگا کہ اسی نے فیرینی میں ڈالی یا ڈوٹی
 بتلا۔ بھلا وہ کجخت بد نصیب کس کو نکمیا دینے اٹھی تھی اپنے تنہیں یا مجھ کو یا اپنی ما
 کو جو سالہا سال سے نوکر ہے اور کبھی اس کو بچے منہ تک نہیں کہا یا اپنے پائے سوئے
 جانوروں کو نہیں وہ بچوں کی طرح عزیز رکھتی ہے۔ ناظر۔ جانوروں کی تو بات الگ ہے۔
 لیکن دوسرے احتمالات میں تو کوئی استبعاد کی بات نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اُس نے خود
 نکمیا کھانیکا ارادہ کیا ہو جو تین اکثر خود کشی کر بیٹھتی ہیں یا تم کو اس نے زہر دیا جا یا
 ہو تو عجیب نہیں بزاری خلقت کا بھروسہ کیا خدا جانے اُس نے کیا سمجھ کر تمہیں کھانچا پڑھیا

اور اب جو اس کی مراد بر نہ آئی تو اس نے اپنا پنڈ چھڑانے کیلئے یہ تدبیر کی اگر وہ اپنی حالت ساقیہ پر خود کرنے کی آرزو مند ہو تو اس سے کچھ دُور نہیں۔ ماما تم خود کہتے ہو کہ اس کے پاس مدت سے ہے تو ضرور اس کے پچھلے حالات سے بخوبی واقف ہوگی اور عداوت کے لئے اتنی بات کافی ہے۔ اور سنکھیا کیلئے تمہاری اور ہریالی کی اور ماما کی کیا تخصیص ہو معصوم سائے سائے دن ہریالی کے یہاں رہتا ہو وہ یقیناً اس کی جان کی دشمن ہے۔ ان کے علاوہ ایک احتمال اور ہے اور وہ سب میں زیادہ قرین قیاس ہو کہ آپا کے پھنسائے کیلئے یہ سارا منصوبہ سوچا گیا ہو ورنہ سبب کیا کہ جانوروں تک کو فیرنی کھلائے اور سنہ تک لیجائے۔ اور بذاتے کیا چالاکی اور بے رحمی کی ہو کہ بے زبان جانوروں کو تو اتنی فیرنی ٹھسائی کہ ایک بچا اور لہو گکا شہیدوں میں داخل ماما کو بھی ڈرا سی چٹادی کہ دو چار دست آکر اچھی خاصی کی خاصی۔ مبتلا۔ ہاں لیکن کیا گھوسن کی گواہی پر لحاظ نہ ہو گا۔ ناظر کیا معلوم کہ عدالت تک پہنچتے پہنچتے گھوسن اپنے بیان پر قائم بھی رہتی ہے یا نہیں اور فرض کرو کہ قائم رہے تو اس نے تو سنکھیا کا نام تک بھی نہیں لیا بلکہ میری نظر سے دیکھو تو گھوسن کا بیان ہریالی کے حق میں ستم قاتل ہے وہ کہتی ہو کہ خاتون نے مجھ کو دودھ کی ہنڈیا واپس کر دی۔ بہت خوب ہریالی نے جب یہ سن لیا تھا کہ بڑے گھر سے دودھ بڑا سمجھ کر واپس کیا گیا تو اس نے چپ چپاتے ضرور سیکے زیادہ بھری کی بھری ہنڈیا رکھ کیوں لی پس یہیں تو پانی مڑتا ہے اس سے صاف شبہ ہو جاتا ہے کہ ہریالی نے گھوسن سے بلکہ اسی کے گھر دودھ میں سنکھیا گھلوائی اور جب خاتون دھوکے میں نہ آئی تو دوسری چال چلی اور پھر یہ بھی سمجھ لو کہ ہریالی اور تم دونوں ہریالی کا کرنا عین تمہارا کرنا ہو اور بھی خاتون کے بیان کی تو نوبت

آئے دو دیکھو تو وہ کیا زہر اگلتی ہے۔ کو تو والی والوں کی کارروائی میں فی الواقع ہمیشہ ایک بڑا نقص یہ ہوتا ہے کہ تحقیقات سے پہلے مقدمے کو کسی ایک پہلو پر ڈھال لے جاتے ہیں اور پھر اخیر تک باصرار اُسی پہلو کی تائید میں لگے رہتے ہیں۔ جو باتیں میں نے تم سے سہ سہری طور پر بیان کی ہیں ان میں سے ایک کی طرف بھی کو تو وال صاحب کا ذہن منتقل نہ ہوا ہو گا اور ہم لوگوں کو تو باتیں حاکم کی میز پر چھتی ہیں عین دقت پر کچھ اس طرح کا بہرہ کھل جاتا ہے کہ خود بخود بات میں سے بات نکلتی چلی آتی ہے۔ مثلاً کی ساری سمیت تمام عمر ہی مصروف حسن و عشق میں مدعی اور مدعا علیہ بننا درکنار اس کو کبھی گواہی دینے کا بھی اتفاق نہیں پڑا بچپن کا لاڈلا جوانی کا چھیلادہ و کیلوں کے چھیل فریب کیا سمجھے ناظر نے جو اٹھی سیدھی باتیں سمجھائیں چھٹے ہی تو چھوٹ گئے اور سمجھا کہ بس اب نہیں بچتا۔ سنکھیا کا غصہ ہریالی کا رنج اپنی چوٹ اگلے پچھلے گلے شکوے سب کچھ بھلا پسرا ناظر کے گلے سے لپٹ گیا کہ بس اب اور خدا ہے اور نیچے تم چاہو مارو چاہو جلاؤ چاہو اجاڑو چاہو کساؤ۔ ناظر مقدمہ تو میری طرف آیا گیا ہوا اور سمجھو کہ مقدمے کا میں ہمیشہ کے چکا خراج کا بند و بست تم کرو۔ مثلاً۔ خراج کا بند و بست بھی تم ہی کو کرنا پڑیگا تم کو تو گھر کا دوا در حال معلوم ہے۔ ناظر۔ کیا مضائقہ خراج کا بھی انتظام ہو جائے گا مگر آخر دنیا تو تم ہی کو پڑے گا۔ مثلاً۔ کوڑی کوڑی۔ ناظر۔ خیر تو آپ دور قے میرے نام لکھیے ایک تو کل کی تاریخ میں کہ چوہوں کی جیسی کثر ہے تم کو معلوم ہے اب تو یہ نوبت پہنچی ہے کہ کھونٹیوں پر لٹکے ہوئے کپڑے کاٹ کر ٹکڑے کئے ڈالتے ہیں ناچار تھوڑی سنکھیا منگوائی پڑ یا چھوٹے ٹکڑے گھر کے بیچ والے دالان میں اس خیال سے کہ کسی کا ہاتھ نہ پڑے اوپنچے پر رکھوائی تھی یہ ذکر کوئی سات یا آٹھ دن پہلے کا ہے کل

کیا اتفاق ہوا کہ شام کے وقت ایک روپے کی کھانڈ کا پڑا آیا اور جیسا دستور ہر پرے کے ساتھ منونے کی پڑیا سنکھیا کا تو خیال نہ تھا کھانڈ کا پڑا اور پڑیا دونوں کو اسی طاق میں رکھوا دیا جس میں سنکھیا کی پڑیا تھی آج خود گھر والی نے اپنے ہاتھ سے فیرنی میں کھانڈ ڈالی تو انہوں نے کہا پڑیا کی کھانڈ بھی کیوں ضائع ہو پڑا اور پڑیا دونوں اتارتی لائیں مگر پڑیا سنکھیا کی تھی باورچی خانے میں بھی دھوئیں کی وجہ سے کچھ دکھائی نہ دیا اور چونکہ دل میں کسی طرح کا کھٹکانہ تھا انہوں نے دیکھا بھی نہیں فیرنی پک کر تیار ہوئی تو تھوڑی جالوروں کو دی جو گھر والی نے اپنے شوق کے لئے پال رکھے تھے اور جو دیگی میں لگی رہ گئی تھی ماما نے پوچھ کھائی۔ جانور تو مر گئے ماما کو کچھ دست آئے مگر بچ گئی کو توالی کے لوگ مقدمے کو طول دینا چاہتے ہیں تم مختار کارانہ اس کی خبر گیری کرو۔ اور دو سراقہ ابے مہینے سوا مہینے جتنے دن پہلے کا چاہو لکھ دو کہ مجھ کو اتنے روپے کی ضرورت ہے جہاں سے بن پڑے بند و بست کر دو بس اللہ اللہ خیر صلاح اور چین سے پیر پھیلا کر سو رہو۔ سنکھیا کے رقبے کا مضمون سنکر تو بتلا کی عقل نہ بگڑ ہو گئی اور سمجھا کہ ناظر بھی بڑا زہر کا بچھا ہوا ہے دیکھو تو کیا متعجب بات اتاری ہے میں ایسے شخص سے کیا پار لے جاسکتا ہوں میرا بچاؤ تو اسی میں ہے کہ جو یہ کہے اس میں ذرا کان نہ ہلاؤں۔ غرض اُسی وقت دونوں رقبے لکھ ناظر کے ہاتھ دیے اور پوچھا کہ بھلا صاحب صبح کو تو ال صاحب آئیں تو کیا کرنا ہو گا ناظر نے کہا اب بندہ درگاہ کے رہتے تو تو ال صاحب کیا آتے ہیں اب آدمیم برخواست اور اگر آئے بھی تو کو تو ال بن کر نہیں بلکہ نڈھال بد حال سراپا صمحلال۔ بتلا۔ اور کیوں جہاں جیسا اُس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا اگر اس فی انگریز کو جو کو توالی کا افسر ہو لاکھڑا کیا۔

ناظر۔ اوہم سگ زرد برادرشغال۔ باوجودیکہ ابھی جھٹ پٹا تھا ناظر فوراً سوار ہو سیدھا کوئال پاس پہنچا کوئال سمجھا کہ ایسے وقت آتے ہیں تو معام ہوتا ہی ضرور کچھ نہ کچھ بوسہنی کراٹیں گے۔ دور سے ہنس کر بولا آئیے آج تو سویرے ہی سویرے اچھے سخی کے درشن ہوئے میں تو آپ کے یہاں آنے کو وردی پہنکر تیار لیں بیٹھا ہوں صاحب سیرٹنڈنٹ سے سات بجے کا وعدہ ہی ناظر۔ کیا تیار بیٹھے ہو وٹاں تورات بڑا غضب ہو گیا۔ کوئال کیا کوئی اور صاحب سکھیا کھا کر شہید ہوئے۔ ناظر۔ نہیں سکھیا تو نہیں مگر آپ تو جانتے ہیں مبتلا بھائی کے گھر میں جو وہ دوسری عورت ہے پورے دنوں سے بھئی کل نہیں معلوم آپ کے سپاہیوں نے اس کو کیا کیا ڈرایا دھمکا یا طبیعت تو اس کی آپ کے رستے ہی بگڑ چلی تھی آپ ادھر آئے شاید کوئالی بھی نہ پہنچے ہونگے کہ اس کا حل سا قیظ ہو گیا ساری رات اسی کے تردد میں پلک نہیں جھپکی۔ خیر حل تو حل اب اسی کی جان کے لالے پڑے ہیں دیکھیے وہ بھی بچتی ہی یا نہیں مبتلا۔ بھائی کو اس عورت کے ساتھ اس درجے کا عشق ہو کہ جس وقت سے یہ واردات ہوئی ہر سائے گھر میں بولاٹے بولاٹے پڑے پھر رہے ہیں۔ وہ تو ڈاکٹر جنرلی کو بلاتے تھے میں نے ہزار مشکل روکا کہ انگریزوں کے کان پڑی ہوئی بات پھر اپنے قابو کی نہیں رہتی ایک چھوٹا دودو دایاں بلوادی ہیں بارے اب کہیں جا کر کسی قدر طبیعت سنبھلی تو میں آپ کے پاس بھاگ گیا ہوں تو رقعہ سکھنے کو تھا پھر خیال آیا کہ خدا جانے کسکے ہاتھ پڑے آپ چل کر کتنا چاہئے۔ یہ کہنا تھا کہ کوئال کو کا تو تو بدن میں لم کی بوند نہیں گڑ گڑا کر بولا آپ کے یہاں ہم تابع داروں کی مجال ہو کہ ڈرائیں نہ صبر کا تین یا کوئی خلاف قاعدہ کارروائی کریں آپ جو وقت تشریف لائے میں آپ بھی دیکھا ہو گا کہ مرنا

میں صرف دو ہی کانسٹیبل میرے ساتھ تھے اور وہ دونوں بھی بے چارے الگ الگ
 کے پاس کھڑے تھے میں نے آپ کے آدمی و فادار کے ہاتھ ماماؤں اور لونڈیوں کو
 ہلکا ہلکا کر ہولے سے دو دو باتیں پوچھ لیں اصل حقیقت تو یہ ہو اور ہم نے تو جس دن پوس
 میں نام لکھوایا اسی دن سمجھ لیا تھا کہ ایک نہ ایک دن ضرور قید ہوں گے یا یسی
 تیس تو کمری اس قسم کی ہو۔ کوٹلوں کی دکانداری کہ بے کالام نہ ہوتے نہیں رہتا بڑوں
 کا کہا اور آنولے کا کھایا پیچھے مزہ دیتا ہے۔ لالہ جی بہتیرا سر ٹیکتے رہے کہ ہم لوگ پھیرے
 لکھنی چند ہم کو سپاہیوں کا بھیس سزاوار نہیں ہر کارے و ہر مزدے اُس وقت ان
 کی بات کچھ دھیان میں نہ آئی سو اپنے کسے کی سزا پائی۔ ناظر۔ یہیں خوب جانتا ہوں
 کہ آپ نے کوئی بے جا کارروائی نہیں کی ہوگی آدمی کا حال چھپا نہیں رہتا سارا شہر
 آپ کا مدح ہو اور اگر آپ احتیاط نہ کرتے تو اتنے دن کو تو الی کا چلنا بھی محال تھا
 خصوصاً صاحب مجسٹریٹ حال کے وقت میں مگر عورتیں تو جیسی ڈروپک اور کچے دل کی
 ہوتی ہیں آپ خوب جانتے ہیں آپ کا ہی آنا سنکر ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے
 ہونگے اور پھر کسی سپاہی نے کوئی ایک آدھ بات بھی کہدی ہوگی حالت تو نازک تھی
 ہی ادنگھتے کو ٹھیلے کا بہانہ ہو گیا چھوٹے ٹکڑے میں تو خیر ایک واردات بھی ہوتی تھی
 کہ جانورے ماما کو دست آئے فیرینی میں سکھیا نکلی بڑا گھر جبکہ واردات سے کچھ بھی تعلق
 نہیں ہاں کیا حال تھا جا کر دیکھتا ہوں کہ چولہا تک نہیں سلگا وہ توجیب میں نے سمجھایا
 کہ یہ کیا اس سے بڑی بڑی اتفاقی اور ناگمانی وارداتیں ہو جاتی ہیں اور آخر کار مقدمہ
 داخل دفتر تب سب کو تسلی ہوئی۔ کو تو ال۔ اتفاقی کیسی۔ تب ناظر نے مبتلا کا رقعہ دیا کہ
 وہ خونی دروازے میں جو ایک شخص نے اپنی آشنا کو دھتورا کھلا کر مار ڈالا تھا اور شاید

۹
 یہ سب باتیں ناظر نے
 ہی لکھی ہیں

آپ ہی لئے تو اس مقدمے کی بھی تحقیقات کی تھی کل اس کی پیشی تھی اور میں نے عالیہ کا ذکیل تھا آپ کے ایجنٹ سپرنٹنڈنٹ بھی سرکار کی طرف سے پیروی کے لئے موجود تھے بڑے بڑے مباحثے ہے آخر ساڑھے چار بجتے بجتے مدعا علیہ کی رہائی ہوئی۔ ہاں تو یہ رقبہ مجھ کو عین اجلاس پر ملا تھا اور اسی کو دیکھ کر میں کچہری سے سیدھا وہیں چلا گیا کہ تو وال نے رقبہ پڑھا تو مقدمے کی طرف سے بھی اس کی اس ٹوٹ گئی کمر سے کچھ کھول ناظر کے پیروں پر رکھ دی کہ نوکری تو یہ حاضر ہے خدا واسطے کو ایک اتنا سلوک کیجئے کہ عزت پر ہاتھ نہ ڈالتے۔ ناظر نے بہت تسلی کی کہ بھلا اتنا تو سمجھیے کہ اگر میرے دل میں کچھ فساد ہوتا تو میں اس قدر سویرے اندھیرے منہ آپ کے پاس دوڑا ہوا کیوں آتا خیر جو کچھ ہونا تھا سو ہوا میں جس طرح سے بن پڑے گا بتلا بھائی کو سمجھا لوں گا جبکہ انہوں نے دوسری عورت کرنی ہے ذرا تنگ دست رہتے ہیں یہی نہ کہ دو اور من کا چرخ اور اوپر سے سو دو سو روپیہ اور ان کو دے دیا جائیگا۔ اور ہاں سنکھیا کے مقدمے میں آپ کچھ زیادہ چھیڑ چھاڑ نہ کیجئے گا اس میں کچھ ہونا ہونا بھی نہیں۔ ناظر چلنے لگا تو کو تو وال نے کہا پھر اس کمرچ کو تو آپ اپنے ہاتھ سے باندھ دینگے تو میں کمر سے لگاؤں گا ورنہ جہاں پڑی ہو پڑی رہے گی۔ ناظر نے جلدی سے کمرچ اٹھا بسم اللہ کر کے کو تو وال کی کمر سے باندھی گویا اپنی طرف سے کو تو والی دی کو تو وال نے کہا بس اب ہاتھ پکڑے کی لاج آپ کو کرنی ہوگی۔ صاحب سپرنٹنڈنٹ کو وہاں ایک اور ضرورت پیش آگئی کہ کسی انگریز کے یہاں سوڈا واٹر کی ایک ڈبھی بھی نہیں کھٹی آدھی جرن خالی تو ملیں چوری گئیں صاحب نے چٹھی لکھی اور سپرنٹنڈنٹ صاحب اس کی تحقیقات کو بھاگے گئے کو تو وال سے کہلا بھیجا ہمارا آنا نہیں ہو سکتا پھر کوئی پندرہ بیڑن بعد خود

سپرٹنڈنٹ صاحب ہی کو خیال آیا تو پوچھا کیوں کو تو ال صاحب وہ کس ویل صاحب کے یہاں کی زہر خورانی کا آپ نے تذکرہ کیا تھا اس کا کیا ہوا۔ کو تو ال نے کہا حضور فدوی نے تو اگلے ہی دن ۳۰۲۲ نمبر کا روزنامہ خاص بیچ دیا تھا کہ واردات اتفاقی ہے۔ بات رفت و گزشت ہوئی۔ دو چار دن تو مبتلا کو گھر کا رہا پھر اُس نے دیکھا کہ کو تو ال والوں میں سے کسی نے اگر بھی نہ جھانکا تو اُس کو یقین ہوا کہ ناظر کو حکام کے مزاج میں کچھ اس طرح کا ڈر خور ہے کہ آج جو چاہے سو کر گزرے۔ ناظر نے اس مقدمے میں اچھی بردماری ہزار روپے تو چیکے سے اُس نے وہ اگلوٹے جو خاتون گٹنی غیرت بیگم کو بہکا پھسلا کر لے اڑی تھی۔ اور رقتے کے بدلے مبتلا سے اُس کے حصے کی دکانوں کا قطعی بیعنامہ اپنے نام کا لکھوا لیا اور پھر سب میں سرخ رو کا سرخ رو۔ اب بے چارے مبتلا کے پاس سینسٹھ روپے ماہوار کی جگہ صرف ستائیس روپے مہینے کی نرمی تنخواہیں رہ گئیں وہ بھی کس طرح کی کہ کوئی چھٹے مہینے آدھی پاؤ وصول ہوئی تو کوئی برس بھر بعد اور کوئی ماہ میں بھی آگئی اور غیرت بیگم کی یہ تاکید کہ بھلا کوئی ایک لٹا پانی تو اُس کے گھر میں سے مبتلا کو دے دیکھے۔ غیرت بیگم کے یہاں پہلے ہی مبتلا کی کون سی قدر کی جاتی تھی اب جبرن سے یہ معاملے مقدمے کھڑے ہوئے رہا سہا اور بھی نظروں سے گر گیا پہلے بے رخی تھی رفتہ رفتہ بد مزاجی ہوئی بد مزاجی سے بد مزاجی کی نوبت پہنچ گئی بلکہ طرز مدارات سے ایسا مستنبط ہونے لگا کہ سید حاضر نے جو ایک دن بیچ کے آنیکا معمول باندھ دیا تھا اب مبتلا کا اتنا آنا بھی گوارا نہیں غیرت بیگم کو مبتلا سے بات چیت کیے ہوتے برسوں گزر گئے تھے نوٹدیاں مائیں میاں کا اتنا لحاظ کرتی تھیں کہ باری کے دن بچھو نا صاف کر دیا جب تک گھر میں بیٹھے حقے کی خبر رکھی کھانے

کو پوچھ لیا اور اب مقدموں کے بعد سے تو ان باتوں میں بھی مضائقہ ہونے لگا بتلا لاکھ گیا گزرا تھا مگر آخر تھا تو صاحب خانہ یہ بے وقریٰ دیکھ کر وہ بڑے گھر کی باری کو تپ ورزہ کی باری سے کم نہیں سمجھتا تھا مگر حاضر ناظر سے اس قدر ڈرتا تھا جیسا مردہ نکیرین سے ناخو استہ دل آتا اور برخاستہ خاطر رہتا۔ ایسی ایسی سنگین وارداتیں گھر میں ہو جاتیں اور کسی کی نکسیر تک نہ پھولے غیرت یکم اور کبھی بے محابا ہو کر لگی بادل کی طرح گر جئے اور بجلی کی طرح کرٹکنے سقا اور دھوبی اور حلال خور وغیرہ جتنے اہل خدمت تھے اُن تک کی بندی ہو گئی کہ چھوٹے گھر کا کام نہ کرنے پائیں ناچار لگی کی طرف کا قدیم دروازہ جو مدتوں سے بند تھا تیخا توڑ کر کھولا تب کام چلا۔

چوبیسویں فصل بتلا اور ہریالی کا بگاڑ

جب تک باتوں کا زبانی جمع و خرچ رہا کہ غیرت یکم نے اپنے گھر میں کوس کاٹ لیا اور ہریالی نے اپنی جگہ پکار کر تو پکار کر نہیں تو چپکے سے جو کچھ منہ میں آیا کہہ دیا تب تک اگر سچ پوچھو تو ہریالی کی جیت تھی کیونکہ بتلا اُس کے پلے پر تھا اور آمدنی کے حساب سے دونوں گھر برابر برابر اب جو پیٹھ کے رہ گئے ستائیس تو اُس کا اچانک ڈک گا چلا اور بتلا سے کہا کیوں صاحب اُدھر اکیلے گھر میں ساٹھ اور اُدھر مردانہ زنا دو گھروں میں پیٹھ نگوڑا پانچ روپے کا بل خدا جانے میں کیا کتر بیوت کرتی تھی کہ خیر گزر ہوئی چلی گئی تم اپنے ہاتھ میں خرچ رکھتے ہوئے تو حقیقت گھلتی اور میں ہمارے بڑے گھر میں جاتی نہیں تو آخر سنتی تو ہوں کہ آدمیوں کو ابالی وال ملتی ہو اور وہ بھی ایک وقت بچوں کو سودا سلف تو درکنار کبھی اُدھی کے چنے لے کر دینے نصیب نہیں ہوتے

ملیا میٹ کیا ہوا اور سب کے ساتھ تجھ کو دنیا جہان میں الم کشج کر کے جاؤں گی میرا
جانا کیا ایسا ہنسی ٹھٹھا ہر میں نے تیرے پیچھے اپنے تئیں خاک میں ملا دیا اور آج
تو نے اس کا مجھ کو یہ پھیل دیا ہے اب دیکھ میرا تماشا تیرا تو کیا منہ ہی مگر بلا اپنے حائل
کو کہ مجھے جانی تو روکیں یہ کہہ کر ہریالی کھڑی ہو سیدھی دروازے کی طرف چلی گئی
بتلا نے ساری عمر میں ایک یہ بہادری تو کی کہ اس کو کھڑکی میں دھکیل جھٹ
اوپر سے کنڈی لگا دی سب کا راز تو آید و مرداں چنیں کنند۔ بتلا تو ہریالی کو کھڑکی
میں بند کر باہر چلا گیا۔ ہریالی کے پاس جو پرانی ماما تھی وہ بھی ایک طرح کی اس کی کٹنی
اس نے ہریالی کو سمجھایا بی بی مرد کا مزاج دیکھ کر بات کی جاتی ہو اس کجخت پر تو آپ
ہی مصیبتیں پڑی ٹوٹ رہی ہیں تم اور چلیں گھاؤ میں اوپر سے مرجیں لگنے تھوڑے
دن صبر کیا ہوتا وہ اپنے تئیں بچتا چوری کرتا کہیں نہ کہیں سے تمہارا بھرتا بھرتا اور اگر
تمہاری مرضی جانے کی ہوگی تو اس کی سوراہیں ہیں ڈھنڈورا پیٹنا اور ڈھول بجانا
کیا ضرور ہے اُدھر پان کے بہانے بتلا کے پاس گئی اور اس کا میاں بڑا کھو جاتی
کر دسب تم کو پہنچتا ہی پر نہ بھر کر یہ کہہ بیٹھنا کہ چلی جا تم ہی انصاف کرو بڑی سخت بات
ہے خیر غصہ حرام ہوتا ہر میاں بی بی کی لڑائی کیا اور میاں بی بی بھی تم جیسے کہ تمہاری
عاشق زار اور تم اس پر دل و جان سے نثار اٹھو گھر میں چلو بیوی کی بھی روتے روتے
بچکی بندھ گئی تھی اب میں نے اٹھا کر زبردستی پانی پلایا ہے۔

پچیسویں فصل بتلا کی خانہ داری و لون بیوی کے تھکس طرح تھی

بتلا اور ہریالی کی یہ لڑائی تو خیر ایک اتفاقی بات تھی مگر دیکھنا چاہیے کہ ان میں باہمی

ارتباط کس دے کا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کے سمجھنے میں غلطی کی ہر مالی نے سمجھا تھا کہ یہ آدمی ہر حسن پرست بیوی اس کو بھائی نہیں اور مجھ پر ہر ماہر بیویوں گئی نہیں اور اس کو بیوی سے بڑا چھڑا اپنے کھونٹے سے باندھا نہیں تھا کہ دیکھا تو بیوی کو میاں کا خضم پایا کہ وہ اس کو اس طرح لپٹی ہو جیسے مکھی کو شہد یہ بہتیری کو شش کرتا ہے کہ اُس سے چھوٹ جاؤں مگر اور بڑھتا چلا جاتا ہے۔ چاہیے تھا کہ مجبور سمجھ کر معذور رکھے خود غرضی جبر و اختیار میں فرق آنے نہیں دیتی تھی وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا اور یہ جانتی تھی کہ اپنے پیٹے پن سے خود نہیں کرتا وہ واری اور قربان تھی جب تک توقع میں جان بھری نا امیدی کا پیدا ہونا تھا کہ صاف ہتے سے اکھڑ گئی بتلا تو اول دن سے حسن صوت کے پیچھے ایسا فریفتہ تھا کہ خوبصورتی کے آگے حسب سلسلہ ہنر عقل بھی دیکھ کر کسی چیز کو دیکھتا ہی نہ تھا بیوی سے تھی اُس کو نفرت چلوں کی طرح دو چار بار رات کو ہر مالی کے پہاں گیا آنکھوں میں کھب گئی نہ انجام سوچا نہ عاقبت کار پر نظر کی گھر میں لا بٹھایا۔ بتلا کے دل کو جو اچھی طرح سے ٹھول کر دیکھا تو گھر میں آئے پیچھے ہر مالی کی طرف اُس کا اگلا سا رخ نہ تھا اول تو اُس نے ہر مالی کے پیچھے اور آنکھیں ہی میں غلطی کی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ہر مالی خوبصورت تو تھی مگر نہ اس درجے کی کہ بتلا جیسا حسین آدمی اُس پر مفتول ہو۔ یونیورسٹی کی ڈگریاں اگر خوبصورتوں کو ملتی ہوتیں تو ہر مالی ہمارے نظر میں اُس سے بس ایف۔ اے۔ کے قابل تھی مگر بتلا تو اس کو نکاح سے پہلے ایم۔ اے۔ کے دے میں سمجھتا تھا۔ دوسری ایک جہ یہ بھی ہوتی کہ ہر مالی کو ویسا بناؤ سنگار نہ تو اب میرا تھا اور نہ اُس کا موقع تھا۔ اور سب بڑا سبب تو ہمارے سمجھنے میں تھا کہ کیسی ہی کوئی نعمت کیوں نہ ہو اُس کی قدر طلب تک نہ ہوتی ہر حال میں

اور اُس کی منزلت گھٹی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ انسان کو اُس کا احساس بھی باقی نہیں رہتا کہ یہ نعمت کچھ نعمت بھی ہو یا نہیں۔ اگر غیرت بیگم کو ذرا بھی عقل ہو کہ حذرت اور اطاعت سے میاں کو اپنا کرنا چاہیے تو ہریالی کی اتنی بھی قدر نہ ہو یہ اپنی صورت کو آئینہ لیے بیٹھی چاہا ہی کرے اور اندر باہر غیرت بیگم ہی غیرت بیگم ہے مگر وہ چال بُری چلی اُس نے چاہا تاکہ دُڑوں سے دباؤ سے بھائیوں کی حمایت سے مبتلا کو زیر کرنا دل بھٹتے گئے اور طبیعتیں ہٹتی گئیں۔ ہریالی نے پایا میدان خالی مبتلا کے دل میں جگہ کر لی نہ خوب صورتی کے بتے پر بلکہ سلیقے اور رضا جوئی کے بل پر۔ غیرت بیگم کے جھگڑے مبتلا کو چھین تو لینے دیتے ہی نہ تھے وہ ہریالی کی خوشی کیا سنا تا دونوں میں میل جول رہا مگر عاشقی معشوقی کا سانہیں بلکہ جیسا عام طور پر میاں بیبیوں میں ہوا کرتا ہے۔

چھ بیسیوں فصل مبتلا نے تنگ ہو کر دونوں گھروں کا رہنا چھوڑا
اور اُس کی حالت یوں مایوس ہو گئی تھی کہ یہاں تک ایک دن کر گیا

جس شخص کی سپینٹھ کی آمدنی جا کر ستائیس کی رہ چلے اور وہ بھی غیر مقرر اسی کے لئے
پوچھنا چاہیے کہ اُس پر کیا گزرتی ہوگی۔ تو انہی مصائب اور ہجوم افکار نے مبتلا کو اُس
تنگ مزاج کر دیا تھا کہ دنیا کی کوئی چیز اُس کو بھلی نہیں لگتی تھی اُس کو ہریالی کی لڑائی
کا ایک بہانہ مل گیا اور اُس نے دونوں گھروں کا جانا قاطبتاً موقوف کر دیا سارے دن رات
اٹوٹھی کھٹوانٹی لیے اکیلا مرنے میں پڑا رہتا تھا نہ خود کسی کے پاس جاتا اور نہ اپنے
پاس کسی کے آنے کا روادار ہوتا اگر اتفاق سے کوئی آنکلتا تو اُس کی طرف مطلق ملتفت
ہوتا اس رنج نے اُس کو رہا بھی اچھوڑ کر دیا کہ دو دشمن اُس کے اُور تیار ہوئے ناظر

بڑھ کر معصوم اور غیرت یکم سے زیادہ بتول۔ بتلا اپنی طرف سے بہتیرا دونو کو لبتا تھا مگر یہ دونو اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ یہ ہمارا باپ ہے۔ جب سے ہوش سنبھالا باپ کو سنا بڑا بڑا پس دونو کے ذہن میں اس کی برائی ایسی راسخ ہو گئی تھی کہ ابابا وایا باپ کہنا کیسا دونوں خاصی طرح نام لیتے تھے معصوم گالی کے ساتھ اور بتول کو سننے کے ساتھ بتلا نے جب دونو گھروں سے ملول ہو کر مردانے میں پہنا اختیار کیا تو اُس نے یہ خاصی تدبیر سوچی تھی کہ اگر ہو سکے تو معصوم اور بتول دونوں کو در نہ اکیلے معصوم کو خالی بیٹھا ہوا پڑھاؤں اور اسی طرح اپنا جی بہلاؤں مگر معصوم صٹٹے پڑا تھ تو دھرنے ہی نہیں دیتا تھا۔ مردانے مکان میں بے رونقی تو ہر مالی کے ساتھ آچکی تھی اب تھوٹے ہی دن میں خاک اڑنے لگی جس مکان میں عمدہ اسباب کے اٹم کے اٹم لگے پڑے تھے اب اس میں کیا رہ گیا باؤں کے چند جھلنگے ایک کی چول ٹوٹی ہوئی ہر تو دو سر میں دونو نہیں کسی کی پٹی لچکی ہوئی ہر تو کسی کے سیرے میں جان نہیں شاید چھوٹی بڑی ملا کر چار یا پانچ چوکیاں وہ بھی بے چوڑ بوسیدہ بے مصرف لڑکروں میں صرف ایک فاؤا سو بھی کس طرح کہ یہاں سے تو اس کو کھانک نہیں ملتا تھا اور ملے کہاں سے دین میں میاں سو میاں بے چارے کے پلے ٹکانہیں دن کو مزدوری کرتا اور رات کو میاں کی پانیتی آکر پڑھتا دنیا کا کوئی کام یا دین کا روزہ نماز ہو تو صبح و شام کا تفرقہ اور دن کا امتیاز ہو بتلا کو سبقت یکساں تھے اس کو سونے جاگنے کھانے پینے کسی بات کا کوئی وقت ہی مقرر نہ تھا جب دیکھو منہ اندھا چار پائی پر پڑا ہر معلوم نہیں سوتا ہر یا جاگتا ہے اپنی تباہی کا خیال ہر کسی وقت دل سے نہیں جاتا جاگتا ہر تو اسی کا سوچ ہر اور تباہی تو اسی کا خواب دیکھ رہا ہر وہ کبھی اپنے پچھلے وقتوں کو یاد کرتا اور اُس کے چہرے پر ایک طرح

کہ بتلا کی وفات
میں سے
جانب سے
کہ بتلا کی وفات
میں سے
جانب سے
کہ بتلا کی وفات
میں سے
جانب سے
کہ بتلا کی وفات
میں سے
جانب سے

کی بشارت آجاتی تھوڑی دیر بعد خود بخود بیکاً چونک کر ادھر ادھر دیکھنے لگتا اور پھر اُس کے مُنہ پر مُردنی سی چھالٹی۔ غیرت بیگم اور اس کے علاقہ داروں سے یہاں تک کہ اپنے بچوں سے تو اُس کو مطلقاً نامیدی تھی وہ خوب سمجھ چکا تھا کہ اب کسی حالت میں جیتے جی ان لوگوں سے صفائی کا ہونا ممکن نہیں رہ گیا قطع تعلق اس کیلئے چاہتے بہت جرات اور سی باتیں اگر مبتلا میں ہوتیں تو یہاں تک نہ بت ہی کیوں پہنچتی۔ قاعدہ ہو کہ جس پر پڑتی ہے اسی کی طبیعت خوب لڑتی ہو رنجوں سے بچنے کا کون سا پہلو تھا جو مبتلا نے نہیں سچا مگر جدھر جاتا تھا راہ نجات کو سدھ دیتا تھا۔ مارے غم کے وہ اس قدر نحیف و ناتوان ہو گیا تھا جیسے کوئی برسوں کا بیمار شاید چھینکنے سے اُس کو غش آتا اور کھانسی کے ساتھ اس کا سانس اکھڑ جاتا۔ اللہ رے غیرت بیگم عورت ذات ہو کر اس قدر سخت لی اور اس بلا کا غصہ کہ مبتلا گھلتے گھلتے چار پائی سے لگ گیا اور اس نے بھول کر بھی خبر نہ لی ہر مالی تھی تو رزالی پر خیر دکھا و اظہار داری جو چاہو سمجھو بیسوں باز تو اپنی ماما کو بھیجا اور آخر خود گئی ہر چند منت خوشامد کی مگر مبتلا تو اپنی زندگی سے ماتھ دھو ڈوبیٹھا ذرا نہ پیتا یا مبتلا خوب سمجھتا تھا کہ میں اس رنج سے جاں برہنیں ہو سکتا اختلاج قلب اس کے مہینوں سے تھا اب کسی کسی وقت دل میں ایک طرح کا ہلکا ہلکا درد بھی اُٹھنے لگتا تدبیر کچھ ہوتی نہیں دورے متواتر اور شدید ہونے لگے۔ آخر ایک دن ادھر آفتابُ و تابا تھا ادھر بے کس بے نصیب دل کے درد کھڑی چار پائی پر نہ تکیہ نہ بچھو نہ تڑپ تڑپ کر سر ہو گیا

ستائیسویں فصل خاتمہ

ایک حسن پرستی کے پیچھے دنیا میں کیا کیا سختیاں اٹھائیں کہ خدا دشمن کو بھی نصیب کیے

اپنا یا بیگانہ مرنا تو سبھی کا قابلِ فوس ہو مگر نہیں ہو تو مبتلا کا اُس کا جینا قابلِ فوس تھا
 اور مرنا قابلِ خوشی کیونکہ مرکز وہ دنیا کی مصیبتوں سے چھوٹ تو گیا۔ مصیبتیں تو اُس کے
 دم کے ساتھ تھیں نہ مرنا اور مصیبت بھرتا پھر بھی ہم اُس کے حق میں عا کرتے ہیں کہ دنیاوی
 اندائیں اُس کے گناہوں کا کفارہ ہوں اور بے چارہ مصیبت کا مار احسن صُوت کا بہت فرشتہ تھا
 خدا اُس کو جنت میں بہت سی حوریں بے بشرط کیہ غیرت بیگم اور ہرانی کی طرح آپس میں نہ لڑیں
 عبرت کا مقام ہو ایک چھوڑ دو دو بیبیاں موجود ہیں موجود ہیں موجود ہیں کے نوکر چاکر
 موجود اور مرتے وقت منہ میں پانی ٹپکانے کو مبتلا کے پاس کوئی نہیں کہیں پہلے
 گئے وفادار محنت مزدوری سے فارغ ہو کر آیا اور اُس نے پکارا تو میاں کو مرا ہوا پایا پیچ
 اٹھا سا سارے محلے کو خبر ہوئی اور محلے والوں کے ساتھ محل کے لوگوں کو ہرانی کو دیکھا تو وہ
 اور اُسکی مانا اور اسباب سب بندار دگر میں جھاڑ دی ہوئی پڑی ہو نہیں معلوم ایسا کوئی لا
 چور اُس کو بھگا کر لے گیا کہ پھر اُس کا پتہ نہ لگا۔ غیرت بیگم یا تو اس قدر میاں سے بگڑی رہتی
 تھی یا میاں کا مرنا سنتے ہی ایسا روٹی اتنا پیٹے کہ بس جو بیوی میاں کی عاشق زار ہوگی وہ بھی اس
 سے زیادہ کیا روٹے پیٹی گی۔ اب اُس کو معلوم ہوا کہ میاں اُس کے ظلم سہنے کیلئے سدا کو بیٹھا رہنے
 والا نہ تھا وہ میاں کے مرنے پر اتنا نہیں دیتی تھی جتنا اپنے ظلموں پر جنگی تلافی اب کچھ اُس کے خنبیا
 میں نہ تھی۔ روتے روتے ددلوں آنکھوں میں ناسور پڑ گئے تھے اور بہتی جیسا دِل ایسا سوکھا تھا کہ
 جیسے کاٹا۔ مبتلا کی چھ ماہی بھی نہیں ہوئے پانی تھی کہ غیرت بیگم اسی رنج میں تمام ہوئی مرنے
 مرنے وصیت کی کہ مجھ کو تبول کے باپ کی پائنتی دفن کرنا تاکہ اگر جیتے جی ہیں ان کے پاؤں
 نہ پڑ سکی تو خیر قبر میں انکے پاؤں ہوں اور میرا سر۔ مبتلا کے مرنے پر تار بخیں اور مرثیہ تو
 بہت لوگوں نے کہے مگر عارف کے مرثیے کے چند بند یاد رہ گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

| | |
|---|--|
| دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے یاں امن ایک لمحہ نہ دن ہر نہ رات ہے بہیمیں ہر موت تاک لگاے گین ہیں | ایسا مکاں بتاؤ کہ بن کر گرا نہ ہو ہے کوئی حال جس میں تغیر نہ دراندہ ہو فانی ہر ایک چہ ہے زفانی جہاں ہے |
| پیدا ہوا ہے کوئی بشر جو مرانہ ہو حادث نہ ہو تو مدخل چون و چرا نہ ہو مقصود اس فغا سے مگر امتحان ہے | اعمال نیک ہیں تو زمرہ کے ہیں قصور ہر طور کا ہے عیش تو ہر طرح کا سرور تو شنودی خدا ہی عبادت کا دام ہے |
| خدمت کو لو ٹنڈیوں کی جگہ دست بستہ ہو یعنی خلاصہ یہ ہے کہ راضی ہوئے حضور جنت بھی اک ضلے الہی کا نام ہے | اور ہیں عمل بڑے تو ہوئی عاقبت خراب اور سب سے بڑھ کے خالق کو نین کا عتاب حق کو جو ناپند ہو تلف لیے کام پر |
| ایذا میں طرح طرح کی اقسام کے عذاب گر پوچھنے پر آئے تو کیا بن پٹے جواب مالک ہی خوش نہیں ہر تولدت غلام | توفیق کار نیک ہمیں اے کریم دے شوق سلوک جاوہ مستقیم دے ہم کو نہیں ہے بحث عذاب و ثواب سے |
| دل میں صلاح دے ہمیں طبع سلیم دے ایمان درمیانہ امید و بیم دے تیری رضا ملے ہمیں تیری جناب سے | اُٹھ جائے دل کی آنکھ سے اسبا کا جباب وڑے میں رونا ہو حقیقت کا آفتاب |

| | |
|--|---------------------------------------|
| کھل جائے اصل از حیات و ممات کا | ہو ایک حال ماضی و مستقبلات کا |
| دل لوثِ حُب دولت دنیا سے پاک ہو | وہ وہ فنا کہ آنکھ میں اکسیر خاک ہو |
| لاج ہو فائدے کا نہ نقصان کا پاک ہو | دیں شغف ہو دین میں ہی انہماک ہو |
| فرق نیاز فرس زمیں پر پڑا ہوا | ہمت کا پاؤں عرش بریں پر گڑا ہوا |
| ہر دم خیال موت کا پیش نظر رہے | جب تک جیے جیے جب اجل آئی مرے |
| رہ رہ ہمیشہ چاہیے باندھے کر رہے | دنیا وطن نہیں ہے کہ آئے پھر رہے |
| آتے ہیں ہم جہان میں تو جانا ضرور ہے | سارا ہی قافلہ سہرا ہ مرو رہے |
| پھر بعد مرگ کیسی ہے کچھ خبر نہیں | یہ وہ خطر ہے جس سے کسی کو مفر نہیں |
| پر کیا ہی ڈھیٹ ہم ہیں کہ اس کا بھی نہیں | عقل معاودے ہمیں بہرہ مگر نہیں |
| رَبِّ الْعِبَادِ لِعَمَلِ فِکْرِ مَعَاوَدے | فکر معاودے ہمیں ذکر معاودے |
| کیا جانبِ خدا سے ہدایت ہمیں نہیں | یا سوچنے کو عقل و راہیت ہمیں نہیں |
| فی الاصل کچھ ضرورتِ حاجت ہمیں نہیں | پر ٹائے غور کرنے کی عادت ہمیں نہیں |
| ہم دیکھتے نہیں کبھی غائر نگاہ سے | سننے نہیں ہیں بات کوئی انتباہ سے |
| غفلت کر رہی ہے یہ ساری شرارتیں | ہنوار ہی ہے رہنے کو پکی عمارتیں |
| اللہ سے دلیریاں بل بے جا رہیں | دنیا کماتیں دین کی کر کے خسارتیں |
| غفلت کا کر علاج کہ اصل مرض ہو یہ | تیرا ہی کچھ بھلا ہو ہماری غرض ہو یہ |
| غفلت نہ ہو تو کینہ و بغض و حسد نہ ہو | جھگڑا نہ ہو لڑائی نہ ہو رو د کد نہ ہو |
| بھائی کے پیٹھ پیچھے کبھی ذکر بد نہ ہو | انساں مشارکِ صفتِ دام درد نہ ہو |
| ۱۲ شیفنگی ۱۲ ۱۲ مصرعیت ۱۲ | |

| | |
|---|--|
| غفلت کو آؤ مار ہٹائیں جہاد ہے | غفلت سے اس جہاں میں رافاد ہے |
| ست مستعد زندہ کی مستعار رہ | مخلوق ذی شعور ہے تو ہوشیار رہ |
| امید دار رحمت پر ور دگار رہ | دنیا کا کاروبار کر اور دین دار رہ |
| بس ایسی باتیں اپنی طرف سے نہ چور بیٹھ | کس نے کہا ہر تجھ سے کو دنیا کہ چھوڑ بیٹھ |
| اصحاب کا ائمہ عالی مقام کا | کیا حال تھا رسول علیہ السلام کا |
| سکتہ بٹھا گئے جو محمد کے نام کا | سر کر دہائے امت خیر الانام کا |
| دنیا کو کھوکھو کے دین کا طالب ہو کوئی | ان میں سے ایک بھی کبھی راہب ہو کوئی |
| گرسو گھروں میں دیکھو تو ننانوے ذلیل | دنیا بھی کچھ ہماری طرح کی نہیں ذلیل |
| کیسے کیواسطے وہی سٹار ہے کھیل | روٹی کی باہر از مشقت ہوئی سبیل |
| جاڑا جو آرات کو مسکڑے ٹھٹھڑ گئے | اگر می کے دن تو خیر کسی ڈھپ گزرتے |
| افلاس ہو مقدمہ قمر ذی الجلال | افلاس سے زیادہ جہاں میں نہیں وبال |
| ڈرپوک لپٹ ہمت و دست و دنی خیال | افلاس کر ہی دیتا ہے انساں کو پائمال |
| مشکل کہ اس کے ماتھے سے ہو کار دین رت | مفسر کے اس عزیز کی دنیا نہیں رت |
| سمجھا کہ یہ جہاں ہر جہاں گزشتنی | اور شاذ اگر ہو کوئی محتاج دل غنی |
| اس کو نہ دوستی ہے کسی سے نہ دشمنی | کئے دن کی زندگی کے لئے اتنی سرزنی |
| پر قوم کو ہوا نہ ہوا دونوں ایک ہے | ایسا بزرگ شک نہیں اس میں کہ نیک ہے |
| تم چاہتے ہو کام بلندی کا پس سے | سوچو تو کچھ بھی نیت کو نسبت ہے سے |
| <p>۱۹۵</p> <p>فصل اخلاقیہ و مرثیہ</p> <p>محضات</p> <p>۱۹۵</p> | |

| | |
|---------------------------------------|---------------------------------------|
| کیا خیر ہو سکے گی بھلا تنگ دست سے | کوڑی تو لے اُدھار کوئی فاقہ مست سے |
| کیا اس سے فیض ہو کہ نہیں آجکے پاس | دنیا میں چل سے بھی ملے کسی کو پاس |
| گر مجھ سے پوچھتا ہے حقیقت میں ہم نشیں | ایصالِ نفع ہو مرے نزدیک اصل میں |
| پر چاہیے ہے اس کے لئے نقد آستیں | خرمن بیاں خواجہ کہ بسیار خوشہ چیں |
| دیں کے دست کرنے کو دنیا ضرور ہے | دنیا نہیں تو دعویٰ دیں مکر و زور ہے |
| اس واسطے جو عشرِ خیر القرون تھے | اور گناہم عمارت دیں کے ستون تھے |
| امت کو کا لہجہ سمجھی رہ نمون تھے | اور مرجعِ ضمیر ہم اہلِ تہذیب تھے |
| دنیا میں ہ کے دیں کا بڑنا سکھا گئے | دونوں کے جمع کرنے کا رستاد کھا گئے |
| راوی نے یوں لکھا ہو جنابِ عمر کا حال | جن وزوں آپ امیر تھے باہیبت و جلال |
| اپنے ہی دستِ خاص سے پاتھا کیے سفال | تاریخ میں دکھائیے ایسی کوئی مثال |
| شاگرد تھے نبی کے پیر کے تھے جلسیں | دنیا کو جانتے تھے پریشہ خویشیں |
| یہ اُن کا تھا فراغِ عبادت کے واسطے | کی سلطنتِ فلاح رعیت کے واسطے |
| عزت طلب تھے دین کی عزت کے واسطے | القصہ جو وہ کرتے تھے امت کے واسطے |
| اُن کو کسی طرح کلمعِ سیم و زر نہ تھی | ہرگز اُنہیں مفاد پر اپنے نظر نہ تھی |
| فیضانِ صحبتِ نبوی سے تھے مستفید | دیکھا انہوں نے نورِ رسالت کو چشمِ دید |
| پیدا ہوئے سعید بیٹے اور مرے سعید | تھی اُن سے خواستگاری دنیا بہت بعید |
| لیکن انتظامِ الہی ہے مہرباں | چڑھتا ہر بام پر کوئی بے وضعِ زباناں |

| | |
|---------------------------------------|---|
| دنیا و دیں کے ربط کی رستی کو کاٹ کے | دھو بی کے گتے ہو گئے گھر کو نہ گھٹا کچے |
| ادبار کا یہی تو ہے سب سے بڑا سبب | دنیا میں اور دیں میں عداوت ایسی غضب |
| دنیا بغیر سخت مصیبت ہے روز و شب | لازم ہے دین کا بھی کما حق ادب |
| خستہ ہوئے خراج تھے ٹائے مٹ گئے | انج و نو کی لڑائی میں ہم مفت پٹے |
| دل بچھ گیا ہو دیکھ کے دنیا کا انقلاب | افسوس کیا تباہ ہوئی قوم انتخاب |
| دیں کے خدا پرست وہ دنیا کے فحشیاب | آپس میں رحم و لطف عد کیلئے عذاب |
| مسجد میں سر بہ سجده پڑے ہیں زمین پر | میدان میں ڈٹے ہوئے گھوڑوں کے زین پر |
| لوگوں کو گرہنِ مناصب دنیا گناہ ہوں | داخل محرمات میں اعزاز و جاہ ہوں |
| دنیا کی آبرو سے اگر دیں تباہ ہوں | اُن کا تو دیں یہی تھا کہ ہم بادشاہ ہوں |
| اگلے بزرگ لوگ تھے خاص امتیاز کے | پیشانیوں پر اُن کی تھیں گھٹے نماز کے |
| معمور ہیں خزا ئن انعام کر دگار | بے انتہا و بے حد بے حصر و بے شمار |
| وہ چھینٹتا نہیں ہو کبھی شے کے ایک بار | شایاں اُسے نہیں ہو کہ بندوں کو دے ادھار |
| دنیا بدل گئی ہمہ لغت بدل گئی | اس واسطے کہ قوم کی بہت بدل گئی |
| افسوس قوم میں عصبیت نہیں رہی | ہم میں کسی طرح کی مزیت نہیں رہی |
| مضبوطی ارادہ و نیت نہیں رہی | جرات کہاں سے ہو کہ حمیت نہیں رہی |
| ہم میں ہر اک لشکر کے خیالات پست ہیں | پس لاجرم ذلیل ہیں اور تنگ دست ہیں |
| اے قوم یہ تباہی و افلاس جاے شرم | اے قوم یہ تعصب و دوسواں جاے شرم |

[illegible]

| | |
|---------------------------------------|-------------------------------------|
| اس درجہ ضعف قوت احساس جائے شرم | تقصیر فی مقابلہ الناس جائے شرم |
| تم اور تمہاری نسل ہوشوئل پھیل میں | اور لوگ چل رہے ہیں ترقی کی ریل میں |
| کیا خوب کہہ گیا ہو کوئی شخص خوش خیال | لفظ عرب میں سخن رجال و ہم رجال |
| اب اے عزیز و تم سے ہمارا ہر سوال | کیوں آگیا ہو قوم کی حالت میں اختلال |
| اقوام روزگار میں بیٹھے ہو کس لیے | بے وقعتی کی خاک لیے بیٹھے ہو کس لیے |
| کثرت سے تم میں صاحب مقدور کیوں نہیں | لوہا تمہارا مانتے جمہور کیوں نہیں |
| منہ پر تمہارے حسن نہ ہو نور کیوں نہیں | دل قوم کے شگفتہ و مسرور کیوں نہیں |
| آخر تمہاری قوم بے یہ کیا دبال ہے | جس شخص پر خیال کرو شتر حال ہے |
| جب تک ہماری قوم میں تاج و ٹیکس ہا | ہم میں کسی کو فکر معیشت نہیں ہا |
| کس کس کا نام لیں کہ چٹاں اور چنیں ہا | ہر فرد عافیت سے غنا سے قریں ہا |
| ہم مالک خزائن روئے زمین تھے | اہل زمانہ قاطب شہ خوشہ چین تھے |
| یُسرو و فراغ دولت و حشمت ہزار حریف | وہ شوکت اور لوادیم شوکت ہزار حریف |
| عزت ہزار حریف حکومت ہزار حریف | صد حیف قابلیت نعمت ہزار حریف |
| اگو خور بعد کوڑا شد العذاب ہے | یاد از قبیل بیت لیل و انشا ہے |
| کیا فائدہ جو تذکرہ مانتھنے کریں | کیوں یاد فرستگان میں ماتم ہا کریں |
| بے سود اگرچہ تا بہ قیامت ہا کریں | اک امر اختیار سے خارج ہے کیا کریں |

یہ شعر و کلام ایک شخص نے لکھا ہے جو کہ ایک صاحبِ دماغ و قلم ہے۔ یہ شعر و کلام اس قدر خوبصورت ہے کہ اسے پڑھ کر دل بہا کرے۔ یہ شعر و کلام اس قدر دلچسپ ہے کہ اسے پڑھ کر دل بہا کرے۔ یہ شعر و کلام اس قدر دلچسپ ہے کہ اسے پڑھ کر دل بہا کرے۔

| | |
|---|--|
| اب جا چکا ہو سانپ تو پیٹیں لکیر کیا | فرادوار در صد و جوے شیر کیا |
| قیمت ہمارے ملک کی اچھوں سے جاڑی | پھر بھی ہے ایک وجہ تسلی بہت بڑی |
| لیکن یہ مشکل ایک بڑی سخت آپڑی | جن کو فلارج خلق ہے منظور بگھڑی |
| پیاسے تڑپا ہے ہیں کنار فرات پر | نا واجب اڑکے بیٹھے ہیں ہم اپنی بات پر |
| ناممکن الحصول کوئی مدعا نہیں | دروازہ کون سا ہے جو ہم پر کھلا نہیں |
| آزادی اس قدر ہے کہ کچھ انتہا نہیں | مذہب کا قوم و ملک کا یاں تفرقہ نہیں |
| ہم ہی اگر نہ چاہیں تو اس کا علاج کیا | بے جوئے بوئے آپ گے گا اناج کیا |
| جانوں پر اپنی بہر خداست ستم کرو | اس ضدِ احمقانہ کو بند کم کرو |
| پر روشیوں کا فکر تو بہر شکم کرو | چاہو ہمیں بُرا کہو یا ستم کرو |
| بیمار کو دوا نہ بتائیں گمشاہ ہے | ہم دیکھتے ہیں قوم کی حالت تباہ ہے |
| وہ وقت اب نہیں ہے کہ سیف و سان لو | پھر بھی تم ہی تم ہی ہو اگر دل پہ ٹھان لو |
| اتنی سی ایک بات ہماری بھی مان لو | ہر علم عالم پر مدار سے خوب جان لو |
| تسلیف تاکجا و پس و پیش تابہ کے | رکھتی ہو اپنا وقت مناسب ہر ایک شے |
| خارج قنوط راہِ تنہا میں بوچکے | جاگو کہ شرط باندھ کے مُردوں سے سوچکے |
| سُن لینا ایک دن کہ مسلمان ہو چکے | جو کچھ تمہیں خدا نے دیا تھا سو کھو چکے |
| بے حرکتی کے جینے سے بہتر حرام موت | قسمت میں قوم کی ہر لکھی صبحِ شام موت |
| اُن میں ہمارا حصہ واجب ہو کاشکے | دنیا میں جس قدر ہیں ذریعے معاش کے |
| ہاں مسئلہ کی وضع کے اُس کی تماشکے | لو دے ہیں جُست جو کے طلب کے تماشکے |
| لے یہ ایک مشہور قصہ ہے کہ فراداد اپنی معنوقہ شیریں کی فرمائش سے پہاڑ کاٹ کر دودھ کی نہر | |
| لانے کی فکر میں تھا ۱۲ ملے قنوط باقیمانہ امید کی ۱۳ | |

| | |
|---|------------------------------------|
| طوطی چمن میں ایک کتے ہزار ہیں | اگر چاہیے تو لاکھ میں نوے ہزار ہیں |
| آنکھوں کے آگے پھرتی ہو مثال مبتلا | عبرت کی داستان ہو احوال مبتلا |
| اور عنقوانِ عمر سن و سال مبتلا | اللہ سے جمالِ حد و خال مبتلا |
| بے شک شہر و کش غلمانِ جور تھا | جس وقت شرابِ جوانی سے چور تھا |
| بس دیکھتے ہی دیکھتے خوابِ خیال تھی | لیکن وہ حالت ایسی سیلح الزوال تھی |
| خود دوش مبتلا پے بلا تھی و بال تھی | وہ زلف جو کبھی دل عاشق کا جال تھی |
| جس کے جمال و حسن کا عالم میں شور تھا | دیکھا تو آخرش خورش کرم گور تھا |
| سانچے میں ٹٹتے پاؤں تھو جیکے ڈھلے کبھی | وہ مبتلا جو ناز و نعم میں پلے کبھی |
| تیغ ادا سے کٹتے تھے جس کے گلے کبھی | خنجر چلیں گرا ایک قدم بھی چلے کبھی |
| رکھتے کر ساتھ لحد کے سانچے میں ڈھل گئے | بس جنتی میں قبر کی سبیل کل گئے |
| تکلیفِ درد و محنت و رنج و غنا کی موت | آفتِ موت خاصۃً مبتلا کی موت |
| دشمن کو بھی نصیب ہو اس بلا کی موت | قہر الہی و غضب کبریا کی موت |
| پر ایسی موت بارِ خدا یا نہ دیجو | انجام کار جو تری مرضی ہو کیجیو |
| طفلی میں تھا وہ آئینہ رونما سے حسن | تھی اُس پر ابتداء سلط بلا سے حسن |
| اک عالم اس کا شیفہ و مبتلا سے حسن | مضمحلہ ایک وضع میں اُس کی اداس حسن |
| خوابانِ رے خوب ہو چٹاں اں ہوا | اول سے شوقِ حزنِ خاطر نشاں ہوا |
| سمجھا کہ چار شرعِ پیمبر میں ہیں مباح | شامت جو اس کی آئی کیا دوسرا نکاح |
| کیا سہی بُری رائے تھی اور کیسی بد صلاح | آئی مگر نظر نہ کبھی صورتِ فلاح |
| سے غدرِ بی یمن کے کہتے ہیں شاہِ خط و خال غلط العالم ہے ۱۲ | |

| | |
|---|--|
| فرست دی پھر اُس کی نزاع و جدال تھے | سب کچھ حرام کر دیا اس ک حلال تھے |
| امن و فراغ و عافیت و راحت و قرار | نام و نمود و عزت و توقیر و اعتبار |
| حسن معاشرت کہ تمدن کا ہے مدار | اور جس سے بے نیاز نہیں کوئی حاکم دار |
| ترجیح جاکے فقر ہوا گھر میں جاگزیں | جس چیز کو مکان میں پوچھو نہیں نہیں |
| جب مبتلا پر آہی گیا وقت احتضار | مُنہ میں چوڑے پانی لگی چشم اشک بار |
| کیس ٹپھڑ رہی تھی کھڑی یاس غمگسٹا | اور دُلوں آنکھیں ضعیف تھیں ڈھانک ایکسا |
| یوں کسانہ جوانی میں جان دے | جنت میں اُس کو بار آہا مکان دے |
| جو لوگ ہیں سعادتِ عظمیٰ سے بہرہ مند | کرتے ہیں بات بات سے وہ اکتسابِ پند |
| پردہ از کو خیال کے رکھو ذرا بلبستد | مت ہوں لذائذِ حیوانی کے پائے بند |
| میری سنا اگر نہیں سمع قبول کر دو میبیاں نہ کیجیو زہن سار بھول کر | |

تَشْمَعُ م

فرہنگ محسنات

| | | |
|--|--|--|
| ایک بر۔ ایک عرض۔ ایف۔ لے اور ایم۔ لے یہ دو درجے انگریزی امتحان کے ہیں | اگتنا۔ گہرانا۔ بے زار ہونا۔ اگنا ہنا۔ طعنہ اگسی۔ سستی۔ اگوتا۔ صرف ایک ہی۔ اچور کروینا۔ سکھلا دینا۔ اخر و بے ڈاڑھی مونچھ کا لڑکا۔ اڈا ہوا۔ بھرا ہوا۔ گھرا ہوا۔ اڈنگ۔ ولولہ۔ شوق۔ انابت۔ اللہ کی طرف رجوع کرنا اناب تشاپ۔ فضول اور ہل۔ بے تمیزی سے۔ انٹوانٹی کھٹنوائٹی۔ جب کوئی شخص رنجیدہ ہو کر الگ جا کر پڑھتا ہے تو اسے کہتے ہیں کہ انٹوانٹی کھٹنوائٹی لیکر پڑا ہے انوکھا اور زرا۔ عجیب و غریب آن ہونی۔ ناممکن۔ او دھم۔ دنگا۔ غل غپاڑا۔ اوراد۔ وظائف۔ اہلیت۔ قابلیت۔ | اپناج۔ معذرت۔ اپے سے باہر ہونا۔ بے خود چلنا اتاپتا۔ نشان۔ اٹوکرنا۔ اُدھیر دینا اہل میں اُٹو اس نقش و نگار کو کتھن میں جو کچھ نیا یا جانا اٹل۔ سیر۔ اٹم۔ ڈھیر۔ اُچاپت۔ اُدھار۔ قرض۔ اُداس۔ غمگین۔ اُدہا کر۔ بے اختیارانہ۔ اُدھر۔ معلّق۔ لٹکا ہوا۔ اودان۔ وہ رستی چارپائی کی پائنتی چارپائی کھنچی رہنے کو لگائی جاتی ہے۔ اُدھیر پرن۔ فکر۔ اڑنگا۔ جھگڑا۔ اٹکاؤ۔ اڑی پر اڑے آنا۔ مصیبت کے وقت کام آنا اضماق امضا عہدہ چند درجہ اکارت۔ ضائع۔ |
| ب بانڈیہ وار۔ حصہ دار۔ بابچھ۔ جس عورت کے بچے تیار ہو بے دینا۔ مغلطہ دینا۔ بٹا لگنا۔ عیب لگنا۔ بدتھیاں۔ لکڑی یا چھڑی کی مار کے جوشان پڑ جاتے ہیں۔ برتا۔ بھروسا۔ برتن بھاٹا۔ برتن وغیرہ بسا ہندی۔ گوشت یا انڈے میں جو بڑھتی ہے۔ بطلموس۔ ایک شہر حکیم کا نام ہے بٹاے۔ بٹے بٹے سوراخ۔ بکھرنا۔ ضد کرنا۔ اڑ جانا۔ بیل۔ زور۔ بیلکنا۔ بے تاب ہو کر رونا۔ بگٹ۔ بے تحاشا جھگانا۔ | | |

| | | |
|---|--|---|
| <p>بوجھاڑ۔ اہل میں پانی کے چھینٹوں کہتے ہیں میانگیوں کی بوجھاڑ سے مراد مسلسل گالیاں ہیں بھاری بھر کم۔ باوقار۔ بھاگ۔ خوش قسمتی۔ بھرم بنارکھنا۔ لوگوں کی نظروں میں مسرت بنارہنا۔ بھڑاس۔ غصہ جودل میں بھرا ہوا ہو۔ بھلنا ہارت۔ شرانت۔ بھٹانا۔ چکنا۔ بھونرے میں پلنا۔ اگلے زلزلہ میں بادشاہوں کے بچے بڑے ناز و نعم سے نکلا کرتے تھے اور تما آفتاب اور تغیرات موسم سے بچانے کیواسطے تہ خانوں وغیرہ میں رکھے جاتے تھے۔ چن شخص لاڈ سے پالا جاتا ہو اس کو کہتے ہیں بھونرے میں پلا ہے۔ بیجا۔ بچوں کے ڈرانے کے لیے ایک ہیبتناک صورت بنا دیتے ہیں اسے بیجا یا اللہ کا فضل یا ہوا کہتے ہیں بے رت۔ بے موسم۔ بے فصل</p> | <p>بیرسٹر۔ اعلیٰ درجہ کا وکیل۔ بیرا پیر ہونا۔ مطلب حاصل ہونا خاطر خواہ کام ہو جانا۔ بتیا نا۔ اعتبار کرنا۔ پشچی ڈالنا۔ اندھا کر دینا۔ آنکھیں بند کر دینا۔ پٹنا۔ جھکڑ۔ تم کو اسی کا پٹنا پڑا رہتا ہے یعنی ہر وقت اسی کے پیچھے پڑے ہوئے ہو۔ پٹی پڑھانا۔ سیکھانا۔ پچی ہونا۔ جم جانا مضبوط بیٹھ جانا پر تما۔ ادسط۔ پر تل۔ لدوٹو۔ پر چوینے۔ چھوٹے کم حیثیت بنیے جو متفرق سامان وقت کرتے ہیں پرنسپل۔ مدرسے کے بڑا افسر پروان چڑھانا۔ پھولنا پھلنا۔ جوان ہونا۔ پلے باز ہونا۔ حوالے کرنا۔ پڑ کرنا پلے پر ہونا۔ حمایت لینا۔ پنڈ۔ پیچھا۔ پون بھٹانا۔ جادو کرنا۔</p> | <p>کون ایک خاص قسم کا جادو ہوتا ہے پچھٹے منہ۔ زجر و توبیخ کا لفظ پچھٹکانہ کھاؤ۔ یعنی خوراک پچھٹکار۔ لعنت۔ پچھیل۔ متفرق۔ پچھولا۔ آبلہ۔ پچھڑکنا۔ بے قرار ہونا۔ پچھوٹن۔ بے سلیقگی۔ پیر صبی۔ چھوٹی چارپائی شل چوکی کے۔ تا بڑ توڑ۔ لگاتار۔ متواتر۔ تاڑنا۔ سمجھ جانا۔ پہچانا۔ تخلص۔ شاعر جو اپنا نام آپ رکھ لیتے ہیں۔ تخمہ۔ بدھشی۔ ہیضہ۔ ٹکا چلانا۔ اکل پچویر چلانا۔ ٹکلا۔ چرخے میں کتنے کا سوا۔ ٹوڑا۔ کمی۔ ٹھپنا۔ ذمے لگ جانا۔ ثابت ہونا ٹھڑی ٹھڑی۔ فیضیت بندی ٹھکا فیضیت۔ لعن طعن۔ ٹھوٹا پٹیا۔ رفع دفع کرنا</p> |
|---|--|---|

| | | |
|--|---------------------------------|-------------------------------|
| دبایا شادینا۔ | جھلنگا۔ ڈھیل ٹوٹی ہوئی چائیا | چس چس۔ فضول بکواس |
| تھونی۔ لکڑی کا ٹکڑا جو کہ چھت | جھیلنا۔ برداشت کرنا۔ | خ |
| کے سنبھالنے کو لگایا جاتا ہے۔ | ج | خالصے لگنا۔ برباد کر دینا۔ |
| تھنی۔ روٹیوں کا ڈھیر۔ | چیا۔ ذرا سی جائے۔ | ٹا دینا۔ |
| ٹ | چوڑنا۔ چوسنا۔ | د |
| ٹیس جانا۔ تقریباً یا کیونکہ لگا | چکنہ۔ ٹنڈے کا ٹٹنے کا داغ | دو لوک۔ قطعی۔ |
| ٹیکٹکی۔ کسی چیز کو جی ہوئی نظر نہ کرنا | یا نٹن۔ | دو جان کیا جی سے ہونا |
| ٹنٹا۔ جھگڑا۔ | چکٹ۔ بہت میلا۔ | یعنی حاملہ ہونا۔ |
| ٹولی۔ گردہ۔ | چکوٹا۔ تصفیہ۔ | دو تہر۔ دونوں ہاتھوں سے مارنا |
| ٹوہ۔ سراخ۔ تلاش۔ | چلی ڈاڑھی۔ وہ ڈاڑھی | دھت۔ عادت۔ نت۔ |
| ٹھاٹھ۔ شان۔ بناؤ۔ | جو صرف ٹھوڑی پر ہو۔ | دھتکار۔ ڈانٹ۔ |
| ٹھلا۔ مضبوط۔ | چلو۔ چڑ بھڑپانی سے مراد | دھڑکن۔ اختلاج۔ |
| ٹھوس۔ ضد غول۔ پڑ۔ | تھوڑا سا پانی ہے۔ | دھک۔ کک کسر۔ |
| ٹیں ہو جانا۔ مرجھانے سے مراد | چمچ۔ لیچ۔ جم جانے والا | دھماچو کڑمی۔ غل۔ شور۔ دھم |
| ج | چمکنا۔ چمکنا۔ لاڈ۔ پیلا | دھیان۔ خیال۔ |
| جبتو۔ زبان۔ تصغیر ہو یعنی چھوٹی | چوٹھی۔ شادی کے دوسرے | ڈ |
| جتھا۔ گردہ۔ | دن مستورات آپس میں ترکاری | ڈاڑھیں مار کر روٹنا |
| جنزل۔ سردار۔ | کھیلتی ہیں اس سم کو چوتھی کہتیں | باواز بلند رونا۔ |
| جو کھول۔ اندیشہ نقصان | چھپپیاں۔ لکڑیوں کا چوڑا | ڈگڈگا کر پینا۔ بے تاب |
| جھولا۔ (بواؤ) جھول۔ ڈھیلا۔ | چھوٹی چھوٹی لکڑیاں۔ | ہو کر پینا۔ کھینچ کر پینا۔ |
| جھٹ پٹ۔ فوراً۔ جلدی۔ | چھٹکارا۔ نجات۔ | ڈگری۔ درجہ مراد سند سے ہے |
| چھڑا۔ یکساں۔ مسلسل۔ | چھپوری۔ حقیقہ الحركات | ڈمگنا۔ لغزش کرنا۔ |
| چھٹا۔ ایک بات کے پیچھے پڑ جانا۔ | چھٹکا۔ جل کر جو داغ پڑ جاتا ہے | ڈمر۔ انگریزی کھانا۔ |

| | | |
|--|--|--|
| ڈھارس۔ امید۔ توج۔ | جھکیاں۔ رونے کے بعد جو رہے۔ | سڈھول۔ خوش دمنج۔ |
| ڈھانا۔ گرانا۔ | ہمک ایک قسم کی چکی لگی رہتی ہے۔ | سہم جانا۔ خوف زدہ ہو جانا۔ |
| ڈھرا۔ راستہ۔ | سُٹھری۔ پاک صاف۔ | سیرا۔ سر پہنے کی پٹی چارپائی کی۔ |
| ڈھٹی دینا۔ بوجھ ڈالنا۔ | سُٹی بھولنا۔ ہوش کم ہو جانا۔ | نش۔ |
| ڈیل۔ جسم۔ | سج۔ مہج۔ طرز و انداز۔ | شکف۔ عشق۔ |
| سا۔ | سحاب۔ ابر۔ | ع۔ |
| رہڑ۔ زور۔ | سڈھارنا۔ بنانا۔ سونا۔ | عبودیت۔ بندگی۔ |
| رٹنا۔ ایک دم پڑھ جانا۔ | سراب۔ پھٹکا ہوا ریت جو دور سے بہتا ہوا دریا دکھائی دے۔ | ف۔ |
| رجسٹر۔ کتاب۔ | سٹریٹ۔ سڑک۔ | فطری۔ خلقی۔ |
| رضاعی۔ دودھ کی۔ | سرشار۔ لب ریز۔ | فیتا غورس۔ ایک مشہور حکیم کا نام ہے۔ |
| رکھانت۔ محفوظ رکھی ہوئی۔ | سفید۔ احمق۔ | فیل کرنا۔ مکر کرنا۔ جیل کرنا۔ |
| رگیو لیٹر۔ اصل معنی انتظام کرنا والا۔ گھڑی میں یہ پرزہ جو گھڑی کی رفتار کو درست کرتا ہے۔ | سکا لرشپ۔ وظیفہ۔ | ل۔ |
| رُوڑ۔ مستعد روٹی کے ٹکڑے۔ | سکولٹ۔ شکن۔ | کارن۔ سبب باعث۔ |
| روٹھی۔ روٹی ہوئی۔ | سینم قابل۔ زہر یا ڈونڈا۔ | کارٹھا پچلی کریم میرا ایک قسم کی کڑوا دوا پلائی جاتی ہے۔ اسے کاڑھا کہتے ہیں۔ |
| ریچھنا۔ فریفتہ ہونا۔ | سموچا۔ ثابت۔ | کر کرری۔ خفیف ہونا۔ |
| ریس۔ حرص۔ | سٹاٹا۔ چپ چاپ۔ سکوت۔ | کریدنا۔ پرچول کرنا۔ |
| ریس ریش کرنا۔ مزین آواز سے پڑھنا۔ | سو بھا۔ رونق۔ | کرٹاکے کی سُری۔ شدت کی سُری |
| ریزگی۔ نیلے گوشت کے ٹکڑے | سو پرٹنڈٹ۔ پولیس کا فسر۔ | کرٹھنا۔ رنج کرنا۔ |
| س۔ | سوڈا وایسڈ۔ یہ دودھ میں انگریزی ہیں جن کے ملائے سے اُبال آتا ہے۔ | کسک۔ کسر۔ |
| سالم۔ پوری۔ | | کفران۔ ناشکری۔ |
| | | کلنگ کاٹیکا۔ کلنگ مجھی سیاہی |

[illegible]

کتب مصنفہ جناب حکمت یاقوت فیض انتساب ارسطو حکمت فلاطون بقراط آوان جناب حکیم محمد اعظم خان ضامن رحمہ المخطیبات نظم ہما

رموز اعظم فارسی { ہر جلد کامل یہ لائانی اور بے نظیر فن طب کا مجموعہ دو جلدوں میں تقطیع بنا ہے
۲۰۶۴ کلاں کاغذ سفید چٹائی جلد اول میں امراض سے نیکر معذب تک اور جلد دوم
کبد سے پار تک اور ان کے لیے استعمال اور یہ کا طریقہ اور ہر مرض کی تشخیص و علاج کا بیان کیا گیا ہے اور
کے آخر میں عجیب غریب حکایات درج ہیں جس سے ہر شخص ملایہ دستاد بخوبی ہر ایک مرض کا علاج کر سکتا ہو اس
میں ایک اس کا لائانی نہیں ہوا جو وقت شائقین ملاحظہ فرمائیں کے فوراً معلوم ہو جائیگا کہ جو بات کسی
قربا دین اعظم وغیرہ چند کتب کے دیکھنے سے حاصل ہوتی ہو وہ اس تنہا سے پیدا ہے قیمت صرف
رکن اعظم فارسی { ہر سالہ بحث بحر ان میں اس کتاب میں نبض
اکسیر اعظم فارسی { ہر جلد کامل قیمت ۶ ر
محیط اعظم فارسی { ہر جلد کامل قیمت ۶ ر
دوا صا ہائیت و مزاج و بول و مضرو غیرہ کو سواسے مخزن لادویہ و تحفۃ المؤمنین کے ۸ کتب مستبرہ حک
و متاخرین اور اقوال طہارہ حاذقین سے انتخاب کر کے تالیف فرمایا جو ایک نظر دیکھنے سے واضح ہوتا ہے
قلاں جلد پیدا ہوتی ہے اور اس کا رنگ اور ذائقہ ایسا ہوتا ہے غرض کہ یہ کتاب جامع اور مستند
قرابادین اعظم و اکمل { فارسی جناب حکیم صاحب مرحوم کی آخری یادگار جس میں آپ نے
دہلی میں چھپی اور قدردانی شائقین سے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے۔ جن کتب چھپائی گئی ہ
کی عددی تقطیع کتاب کی خوشگامی میں اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے
قرابادین اعظم اردو { یہ کتاب فارسی میں حکیم محمد اعظم خاں صاحب کی تصنیف سے ہے عا
اور خود چھپا کر شائع کیا تھا کثرت شوق خریداران کا روز بروز ترقی پانا دیکھ کر ہنسے حق دوا می حاصل کر
احتیاط کے ساتھ کاغذ سفید و چٹائی پر بنیادرفاہ عام چھاپ کر ہدیہ ناطرین کیا۔ تاکہ اردو خواں بھی فائدہ
کریں اور قیمت صرف دو روپے

المشا

محمد حیر حسین تاجر کتب بازار درسیہ کلاں دہلی

URDU SECTION

CALL No. { ۸۹۱۵۴۳۳ } ACC. NO. ۲۳۵.۹

AUTHOR { شریف خان } TITLE { فسانہ

TITLE { فسانہ



۸۹۱۵۴۳۳
۲۳۵.۹
شریف خان

T240408

| Date | No. | Date | No. |
|-------------|-----|-----------|-----|
| 7-MAR-99 | | T02.94-99 | |
| 705 | | 555 | |
| 10 DEC 1999 | | T05.-8.92 | |



MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over-due.

